ان الدین عند اللہ الاسلام

CHECKED

حکیم سنائی

سخن کز بہر دین گوئی چہ عبرانی چہ سریانی
مکان کز بہر حق جوئی چہ جابلسا چہ جابلقا

الحمد للہ و المنۃ کہ کتاب نایاب مسمّٰی

اے کریٹکل اگزامنیشن آف دی لائف اینڈ ٹیچنگ آف محمد



یعنی

تنقید الکلام فی احوال شارع الاسلام

المصنفات

الجامع للعلوم القدیمۃ و الجدیدۃ نیر المھرۃ بالفلسفۃ العربیۃ والانگلیزیۃ الذاب عن الاسلام الناصر لملۃ خیر الانام الغائص فی بحار الحکمۃ النظری و العملی آنریبل مولوی سید امیر علی ایم اے ایل ایل بی بارسٹرایٹ لاآف دی انرٹمپل و ممبر کونسل واضع آئین و قوانین گورنمنٹ ہند و ممبر رایل اشیاٹک سوسائٹی و ممبر کونسل آف ایسٹ انڈین ایسوسی ایشن وغیرہ وغیرہ جسکو

مولوی سید ابوالحسن صاحب مترجم انجمن ہند نے بنظر افادہ کافۂ اہل اسلام انگریزی سے اردو مین ترجمہ کیا

سنہ ۱۳۰۲ ہجری مطابق ۱۸۸۵ء

مطبع جعفری لکھنؤ نخاس جدید مین باہتمام مولوی مرزا محمد علی مالک مطبع طبع ہوا

التماس مترجم

برادران اہل اسلام پر مخفی نہ رہے کہ بعض متعصبین اہل کتاب نے مثل سترولیم
سیور صاحب اور ڈاکٹر امپریز صاحب وغیرہ کے حضرت سید الانبیاء وخاتم المرسلین
صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ اکرام کی ذات پر اور دین خدا اور شریعت رسول اللہ پر
ایسا طعن اور مضحکہ کیا ہے اور ایسی ہجو ملیح کی ہے کہ جو مسلمان زبان انگریزی کے
محاورات اور نکات سے واقف ہی اونکے تصنیفات کو دیکھکر اوسکا دل کانپنے
لگتا ہے اور اوسکی آنکھون مین خون اُتر آتا ہے۔ اور اگرچہ وہ اپنے دل کو اس
خیال سے تسکین دے لیتا ہے کہ مناظرین اسلام مثل ملا جواد ساباطی اور مولوی
آل حسن موہانی اور ڈاکٹر وزیر خان اکبر آبادی کے پادریون کے اعتراضات کے
دندان شکن جوابات لکھ چکے ہین مگر پھر جو زیادہ غور کرتا ہے تو یہ تصور ضرور ہوتا ہے
کہ پادریون کی کوئی وقعت محققین اور حکماے یورپ کی نظر مین نہین ہے بلکہ
انگلستان اور فرانسیس وغیرہ مین جو ایک گروہ عظیم معقول پسند لوگون کا پیدا
ہوا ہے اونکے نزدیک پادریون کے اقوال و افعال پایۂ اعتبار مین نہین ہین
کیونکہ اور ادیان پر عموماً اور دین اسلام پر خصوصاً اعتراضات کرنا اور عوام
اہل اسلام کو نصرانیت پر مائل کرنا ایک جزو اعظم اونکے پیشہ کا ہے اور اسی پر اونکے
رزق کا مدار ہے۔ پس اگر بالمعاضہ جوابات دیکر اونکو ساکت بھی کر دیا تو کیا کمال کیا
انگلستان اور جرمنی وغیرہ مین جو لوگ اہل حق و عقد مین داخل ہین اور اہل خبرت
اور ارباب بصیرت سمجھے جاتے ہین وہ تو ایسے جوابات کو ہرگز نہ تسلیم کرینگے اور اسلام
کی توہین اور احکام شریعت کے استخفاف سے کبھی نہ باز رہین گے تاوقتیکہ

ونکے شبہات اونحیین کے مذاق مین نہ دفع کیے جائین اور اونکے اعتراضات کا
جواب مسلّم الثبوت اور معتمد القول مؤرخین وحکماء یورپ کے کلام سے نہ دیا جاے
اور تاوقتیکہ فرائض واحکام اسلامیہ کی حقیت عقلاً و نقلاً یعنے دلائل فلسفی اور واقعات
تاریخی سے نہ ثابت کردی جاے۔

یہ صفت اسی کتاب سے مخصوص ہے کہ جن مسائل شرعیہ پر متعصبین نصاریٰ
نے بہت سخت طعن وتشنیع کی ہے مثلاً تعدد ازواج اور بردہ فروشی اور جہاد اور
جنت وناز کو جسمانیات ومادیات سے تعبیر کرنا اوسکو اس خوبی سے دفع کیا ہے کہ
اور مذاہب اور قومون مین جو اعتقادات ان امور کی نسبت ہمیشہ رہے ہین اور
جو احکام سلف سے جاری چلے آئے ہین اونکی حقیقت کتب معتبرہ وتواریخ سے بیان
کرکے ثابت کردیا ہے کہ یہی مسائل بعینہ بلکہ بعض ادیان مین اس سے بھی بدتر احکام
ہمیشہ جاری رہے ہین۔ چنانچہ تعدد ازواج اور بردہ فروشی کو جناب مصنف علام
ثابت کردیا ہے کہ مجوس ویہود ونصاری ان سب قومون مین یہ دو نون رسم ہمیشہ
بلاقید جاری رہے ہین اور یہ شرف اسلام ہی سے مخصوص ہے کہ ان رسوم کو
قواعد واحکام سے مقید ومحدود کردیا ہے۔ جہاد کے باب مین جناب مصنف
علامہ کا قول یہ ہے کہ مسلمانون کو کفار کے شر سے بچانے کے لیے جہاد فرض
کیا گیا تھا اور تمام غزوات رسولؐ کا مقصد صرف یہی تھا کہ کفار مسلمین پر غالب
آکر دین خدا کو مٹا نہ دین یہ مقصد نہ تھا کہ اسلام بزور شمشیر شائع کیا جاے
یا سواے مسلمانون کے اور سب بندگان خدا ناحق اور بیگناہ صرف مخالف مذہبی
کی وجہ سے تہ تیغ بیدریغ کئے جائین۔ جیسا حضرت موسیٰؑ نے عمالقہ کے ساتھ کیا تھا
کہ مردون کا کیا ذکر ہے عورتون اور شیرخوار بچون اور جانورون تک کو قتل کرڈالا

بہشت و دوزخ کے باب مین جناب مصنّف علّامہ کا قول یہ ہے کہ اگر جسمانیات یعنے حور و قصور اور انہار و اشجار یا آتش سوزان اور سلاسل و اغلال سے نہ تعبیر کیے جاتے اور صرف لذّات روحانی پر اکتفا کیجاتی تو عرب کے جہلا جو بدترا ز وحوش و انعام تھے اونکو ہرگز نہ سمجھ سکتے اور اسلام کو ہرگز نہ قبول کرتے۔

جناب مصنّف علّامہ کا قول معراج کے بارے مین اور غزوات بدر و حنین وغیرہ مین نزول ملائکہ کے باب مین بالکل حکیمانہ ہے یعنے ملا صدرا شیرازی وغیرہ کے اقوال سے مشابہ ہے۔ پس اس کتاب کے ناظرین کو یہ ضرور نہین ہے کہ جو امور جمہور اہل اسلام کے اصول اعتقادات کے خلاف ہون یا نصوص قرآنی سے تخالف ظاہری رکھتے ہون اونمین بھی جناب مصنّف سے اتفاق رای کرکے اونکو قبول کرلین۔ خُذْ مَا صَفٰى دَعْ مَا كَدِرَ پر عمل کرین۔ بینی و بین اللہ نظر انصاف سے یہ دیکھین کہ شارع اسلام کا شرف تمام شارعین و مقننین اور بانیان مذاہب پر اور دین اسلام کی فضیلت کل ملل و ادیان پر کیسے مضبوط دلائل عقلی و تاریخی سے ثابت کردی ہے کہ یورپ کا معقول پسند فرقہ جسکی طعن اور مضحکہ کو دفع کرنے کے لیئے یہ کتاب تصنیف ہوئی ہے اب اوسکو قیل و قال کی مجال نہین باقی رہی ہے۔

یہ کتاب جناب مصنّف علّامہ نے اوس زمانہ مین تصنیف کی تھی جب کہ انگلستان مین بارسٹری کا امتحان دینے گئے تھے اور اپنے برادر عالیقدر سید وارث علی خان بہادر مرحوم و مغفور ڈپٹی کلکٹر آرہ کے فرمایش سے تصنیف کی تھی جیسا دیباچہ سے ثابت ہوتا ہے۔

نحیف کو اسکا ترجمہ کرنے کا یہ باعث ہوا کہ جون ۱۸۹۴ع مین حسب الطلب

جناب خداوند نعمت عالی ہمت والا نہمت قدر دان اہل کمال ذو المنن والافضال عمدۃ العمائد زبدۃ الاماثل والا فاخم والا ماجد رئیس المسلمین حامی دین مبین امیر الدولہ سعید الملک راجہ محمد امیر حسن خان صاحب بہادر ممتاز جنگ دام اقبالہ وعم جودہ ولوائہ محمود آباد جانے کا اتفاق ہوا اور جناب ممدوح الالقاب کی انگریزی کتب خانہ مین اس کتاب کو دیکھا اور اسکے بعض مضامین کو پڑہا تو خود بخود دل مین ایک جوش پیدا ہوا اور حمیت اسلام دامنگیر ہوئی کہ اسکا ترجمہ برادران اہل اسلام کے فائدہ کے لیئے اونھین کی زبان مین کیا جائے تو باعث اجر جزیل و ثواب جمیل کا ہوگا - ہر چند نحیف کو ایک زمانہ مین قسیسین نصاری سے مباحثہ کرنے کا شوق تھا اور اوسی زمانہ مین جان ڈیونپورٹ صاحب کے مشہور و معروف رسالہ مسمٰے بہ عذر از طرف محمد و قرآن کا ترجمہ کرکے مظاہر الحق اوسکا نام رکھا تھا اور تمام بلاد ہند مین اوسکو مشتہر کیا تھا مگر اوسکو اس کتاب سے وہ نسبت پائی جو قطرہ کو دریا سے ہوتی ہے - لہذا اسکو کثیر النفع سمجھکر باوجود کثرت کار و تراکم افکار شب و روز ترجمہ کرکے اس کار خیر کو انجام دیا اللہ تعالے تمام مسلمین کو اس سے منتفع کرے اور مترجم کے لیئے اسکو ذخیرۂ آخرت اور وسیلۂ نجات گردانے بحق محمد سید العبا و آلہ الامجاد

آمین رب العالمین

واضح ہو کہ اس کتاب مین جہان جہان اسم مبارک رسول اللہ صلعم کا آیا ہی اوسکو تعظیماً لفظ آنحضرت یا آپ یا پیغمبر اسلام یا شارع اسلام سے تعبیر کیا ہی

الملتمس

احقر الناس السید ابو الحسن مترجم

جناب مصنف نے دو چٹھیان نخیف کو اس کتاب کے بارے مین لکھی تھین
ان دونو کا ترجمہ لفظی درج ذیل کیا جاتا ہے تاکہ ناظرین کو معلوم ہو جاے کہ اونکے نزدیک
اس کتاب کا اردو ترجمہ برادران اہل اسلام کو کسقدر نافع ہوگا۔ اور جب دیباچہ اور
باب اول کا ترجمہ اونکی ملاحظہ کے لیئے بھیجا گیا تو اونھون نے اوسکی صحت اور عمدگی کے
باب مین کیا تحریر فرمایا ہے۔

مکان نمبر ۱۴ - رائڈ اسٹریٹ کلکتہ ۱۶ - جولائی سنہ ۱۸۸۴ع

بخدمت مولوی سید ابو الحسن مترجم انجمن ہند اودھ - جناب من - بورود عنایت نامہ
سامی مرقومہ ۱۲ - ماہ حال مسرور و ممنون ہوا اور آپ کے اون احباب کا بھی مشکور ہوا
جنھون نے میری اوس کتاب کی قدر فرمائی ہے جسمین مینے جناب رسول مقبولؐ کا احوال لکھا ہے
اور اونکی احکام کی تائید کی ہے - مین خوشی سے آپ کو اجازت دیتا ہون کہ اس کتاب کا
ترجمہ اردو مین کیجیئے کیونکہ مجھے یقین ہے کہ اگر اس کتاب کا مکمل اور صحیح ترجمہ اردو مین کیا جاے
اس زمانہ مین جبکہ انسان کے خیالات مین تغیرات عظیم ہوتے جاتے ہین ہماری برادران
ملی کو نفع کثیر بخشیگا - مگر یہ گذارش کرنا ضرور ہے کہ اس کتاب کی باب دوم سے باب دہم تک
لکھنؤ کے ایک صاحب ماسٹر حسن علی نامے ترجمہ کر چکے ہین - مگر وہ ترجمہ غیر مختتم ہے - لیس مین
خوش ہونگا اگر آپ اسکا پورا اور صحیح ترجمہ کرینگے - فقط آپکا نیازمند امیر علی -

مکان نمبر ۲ - رائڈ اسٹریٹ کلکتہ ۲ - اگست سنہ ۱۸۸۴ع

بخدمت مولوی سید ابو الحسن صاحب مترجم انجمن ہند - جناب من - میری کتاب کے
دیباچہ اور باب اول کا ترجمہ جو آپنے بھیجا تھا اوسکو واپس کرتا ہون - مین نے اس سارے
کو بالغور دیکھا اور خوشی سے گذارش کرتا ہون کہ واقع مین بہت عمدہ ترجمہ کیا ہے - فقط

آپکا نیازمند امیر علی

فہرست مضامین

دیباچہ

پہلا باب

دوسرا باب

تیسرا باب

چوتھا باب

پانچوان باب

چھٹا باب

ساتوان باب

آٹھوان باب

نوان باب

دسوان باب

گیارھوان باب

بارھوان باب

تیرھوان باب

چودھوان باب

پندرھوان باب

سولھوان باب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ

مہذبان اخلاق و مصلحان بنی آدم مین (حضرت) محمد کا پایہ سب سے بلند ہے اور بیشک آپ ؐ خاتم الانبیاء و المرسلین ہین - دنیا مین ترقی اور تہذیب کا آغاز خاص خاص ناصحون کے ذریعہ سے زمانۂ سلف مین سرزمین بیکٹریا[1] مین ہوا اور اوسکا انجام اوسی یادگار زمانہ مین حجاز کے پہاڑیون اور گھاٹیون مین ہوا - پھر اوس وقت سے جو ترقی عقلی اور اخلاقی عالم مین ہوئی تو مجموعی ہوئی - یعنے ساکیا منی[2] اور زردشت اور انبیاء بنی اسرائیل اور حواریین کا زمانہ گذر گیا - بانی اسلام ؐ کی سوانح عمری اور اونکی مواعظ و نصائح پر مخالفین معاندین نے زبان طعن کھولی ہے اگرچہ اسپیشیم اور پریڈو اور ڈی ہربلاٹ اور اور بعض متعصبین ہنوز باقی ہین مگر اب انسان نے جو روشن ضمیری اور حق بینی تدریجاً حاصل کی ہے وہ اس امر سے بخوبی ظاہر ہے کہ تمام ممالک عیسائی کے خیالات مین باطمینان کیسا تغیر ہوتا جاتا ہے اور اوس کار عظیم کے ادراک مین جسکو پیغمبر عربی ؐ نے ساتوین صدی عیسوی مین انجام دیا اب عیسائی تعصب و نفسانیت کو چھوڑ کر آزادی اور انصاف سے بھی

---

[1] یہ لاطینی نام بلخ اور اوسکے نواح کا ہی ۱۲

[2] بانی مذہب بودہ جسکا اصلی نام گوتم ہے ۱۲

اختیار کرتے جاتے ہین۔ چنانچہ انگلستان مین مارس اور اسٹینلی اور کارلائیل
اور امریکا مین اِمرسن اور پارکر اور چیننگ اور ڈریپر جنہین سے ہر عالم فرید عصر اور
علامۂ دہر تھا ان سب علماء نے نہایت دقت نظر سے تحقیق و تفتیش کر کے اس بات
کی گواہی دی ہے کہ اسلام اون مکروہ نامون کا ہرگز سزاوار نہین ہے جو متعصب لوگ
اسکے رکھتے ہین بلکہ اسلام بنی آدم کے شکریہ کا مستحق ہے۔ اسی روشن ضمیری اور
صفائی عقل سے جو رفتہ رفتہ پھیلتی جاتی ہے اور اسی باطنی ہمدردی سے جو سرایت
کرتی جاتی ہے عالی ظرف اور بلند خیال لوگون کو یہ امید ہوتی ہے کہ آخرکار تمام
ملل و ادیان مثل شیر و شکر باہم آمیختہ ہو کر ایک عظیم الشان گروہ بنی آدم کا ہو جائیگا
پیغمبر عربی کا تذکرہ موالفین و مخالفین دونون نے لکھا ہے۔ چنانچہ مورخین
یورپ مین وئیل اور سپرینگر اور نولڈیک اور کاسن ڈی پرسیول اور میور اور دوزی
اور اور بہت سی مورخین اسلام اعلی درجہ کے گذرے ہین۔ مگر باستثناء کاسن ڈی
پرسیول اور دوزی ان سب مورخون نے ایک ایک خاص مسئلہ کو موضوع اپنا ثابت
کرنا چاہا ہے۔

سپرینگر نے اپنی کتاب مین جھوٹا فلسفہ ایسا ٹھونسا ہے کہ اکثر اوس سے ایک
نفرت پیدا ہوتی ہے۔ گو اس مورخ نے ہزار چاہا ہے کہ اپنا تعصب نفسانیت کی تہہ
مین چھپائے اور منصفانہ نکتہ چینی پر اکتفا کرے مگر اوسکا تعصب اسلام سے
صاف ظاہر ہے کہ اوسنے زبردستی پیغمبر اسلام کا مقابلہ سویڈن برگ کے ساتھ کیا ہے
اور صرع کے توضیح مین اپنی علمیت اسقدر صرف کی ہے کہ مورخ نہیں بلکہ ڈاکٹر
ہو گیا اور آنحضرت نے جو کفار عرب کی رسوم و اعمال قبیحہ کی مذمت فرمائی ہے اوسپر بھی
اس مورخ نے بیحق طعن کیا ہے حالانکہ یہ طعن اگر بانی اسلام پر صادق آتا ہے تو

اس زمانہ کے سوفسطائی سے پوچھیئے تو ایسا ہی طعن بعینہ وہ اور باتیان مذاہب پر
بھی کریگا۔

اس مؤرخ کی کتاب مین جو فی الواقع ایک عجیب وغریب کتاب ہی ایک بہت بڑا
عیب یہ ہی کہ صحیح اور مصنوعی روایات کو برابر رکھاہے بلکہ مصنوعی روایات کیطرف
ظاہرا رجحان پایا جاتاہے۔

میور صاحب کے تذکرۂ پیغمبرؐ اسلام مین یہ قبح نہین ہے کہ بہت سا فلسفہ
بھر دیا ہو بلکہ یہ حسن ہے کہ جو کچھ مصنف نے لکھا ہی دل سے لکھا ہی۔ اسیوجہ سے
مسلمانون کو اوسپر زیادہ توجہ کرنا لازم ہے اور جو جھوٹا مسئلہ اور مصنوعی روایت
اوسمین بیان کی ہے اوسکی تردید کرنا واجب ہی۔ مگر جس نیت سے مصنف نے یہ کتاب
تصنیف کی ہے اگر اوسکا لحاظ کیا جاے تو منصف مزاجون کو خواہ مخواہ شک پیدا
ہوگا کہ اسکا مصنف تعصب سے بالکل پاک نہین ہے۔ چنانچہ خود مصنف نے
دیباچہ مین صاف صاف لکھدیاہے کہ یہ کتاب مین نے اس غرض سے تصنیف
کی ہے کہ پادریون کو مسلمانون سے مباحثہ کرنے مین مدد ملے۔

میور صاحب اور سپرینگر صاحب ان دونون کی تاریخین خاصۃً واقدی اور
اوسکے کاتب کی تواریخ پر مبنی ہین حالانکہ ان دونون کو اہل اسلام نہایت ضعیف القول
اور غیر محتاط سمجھتے ہین چنانچہ واقدی کی نسبت ابن خلکان لکھتاہے کہ "جو احادیث
واقدی سے مروی ہین وہ ضعیف سمجھے جاتے ہین اور واقدی کی راست گوئی مین
کلام کیا گیا ہے" [1]

جتنی کتابین اسلام کی ابتدائی حالات مین تصنیف کی گئی ہین اون سب مین

---

[1] تاریخ ابن خلکان جلد ۳ صفحہ ۶۲ - ۱۲

کاسن ڈی پرسیول کی کتاب نہایت عالمانہ اور منصفانہ اور من جمیع الوجوہ اولیٰ و افضل ہے۔ اگرچہ مورخ اسلام کے ساتھ ہمدردی نہین رکھتا ہے تو تعصب بھی نہین رکھتا ہے اسنے شارع اسلام اور پیروان اسلام کو دشنام نہین دیا ہے اور گو اوس زمانہ کے مصالح اور ضرورتون کو وہ خوب نہین سمجھا ہے تاہم ایسا صاف باطن ہے کہ اوسنے مغالطہ دہی کر کے اور جھوٹ سچ مسئلے گڑھکے اپنی رائے اون واقعات کی نسبت نہین لکھی ہے جو ایسے لوگون مین اور اوس زمانہ مین گذرے جو ہم لوگون سے اور اس زمانہ سے کچھ نسبت ہی نہین رکھتے۔

ایک اور تاریخ بھی زبان فرانسیسی مین ہے جو لائق تعریف ہے۔ یعنی سیڈلاٹ کی تاریخ عرب مین بہت شرح و بسط کے ساتھ اور بلا رو و رعایت بیان کیا ہے کہ مسلمانون نے دنیا مین کیا کیا کیا۔ ہمارے برادران دینی ان مورخین کے بھی نہایت ممنون و شکرگذار ہین یعنی الکزنڈر ودرشج۔ بارتھالمی سینٹ ہلیر۔ ڈیونپورٹ ہگنس۔ اور کارلائیل۔ کہ اونھون نے بہت کوشش کر کے اسلام کو قسیسین معاندین کے طعن و تشنیع سے بچایا ہے۔

اس مختصر رسالہ مین مجھکو منظور ہے کہ پیغمبر اسلام کی سوانح عمری اور اونکے مواعظ و نصائح مین جو عمدہ اور صاف ہین اونکو ایک عام پسند طرز سے بیان کرون اور اکثر ناظرین کے دل سے ظنون فاسدہ اور تعصبات بیجا کو دفع کرون اور یہ ثابت کرون کہ اسلام آدمی کے لیے عجب نعمت عظمیٰ ہے اور دین مسیحی نے انسان کو جزوی ترقی بخشی تھی مگر اسلام نے انسان کو اعلیٰ مدارج کمال پر پہونچا دیا۔ الحاصل اسلام آثار حکمت الٰہی مین سے ایک اثر ہے جسکے ذریعہ سے خالق عالم ہمکو ہمارے وجود کے مقصود اصلی تک پہونچاتا ہے۔ مین نے اپنی آراء کو صاف صاف بیان کیا ہے

پس جن ناظرین کو مجھسے اختلاف رای ہو اونسے اوس عفو کا سائل ہون جسکے مستحق صاف گو آدمی ہمیشہ ہوتے ہین - جن مورخین کے اقوال کو مین نے اس کتاب مین نقل کیا ہے نہایت احتیاط سے نقل کیا ہے - شاید بعض حضرات میرے کلام کو اظہار علمیت پر محمول کرین مگر اس قسم کی کتاب مین جیسے مین اب ہدیہ ناظرین کرتا ہون صواب ہی کی جانب خطا کرنا بہتر ہے یعنی اسناد نقل کرنے مین بہت صحت و احتیاط ملحوظ رکھنی چاہئیے نہ غفلت و عدم مبالات - یہ مختصر تذکرہ پیغمبر اسلام کا مین نے خاص کر ابن ہشام اور ابن اثیر کے تصنیفات سے تالیف کیا ہے - گو ابن ہشام کو میور صاحب نے بہت لڑکا ہے مگر وہ سب سے زیادہ محتاط اور معتبر وقایع نگار آنحضرت صلعم کا ہمیشہ رہیگا - اور ابن اثیر نے اپنی ساری باوقار تاریخ مین ایسی جودت و ذہانت ظاہر کی ہے اور اوسکا طرز تحریر ایسا پاک و پاکیزہ اور لطیف ہی اور اوسکا علم و فضل ایسا عمیم و وسیع ہے کہ یورپ کے اعلی درجہ کے مورخون کا ہم پایہ کہنا اوسے بیجا نہین ہے -

اب مین اپنے وطن مالوف کو مراجعت کرنے پر تیار ہون - (گو خدا سے دعا مانگتا ہون کہ مجھے پھر اس ملک مین آنا نصیب ہو) اور اس دیباچہ کے آخر مین کچھ اپنی ذاتی کیفیت عرض کرتا ہون امید کہ ناظرین اوسکو نا ملائم نہ تصور فرماینگے اہل انگلستان سے زیادہ خلیق اور متواضع مین نے کسی ملک کے لوگ نہین دیکھے ادنی و اعلی ہمیشہ مجھسے بڑے خلق و مروت سے پیش آئے ہین - اور اونکی سرد مہری کا حال جو مین نے کتابون مین دیکھا ہے تجربہ اور مشاہدہ مین ہمیشہ اوسکے خلاف پایا مجھے یقین ہے کہ انگلستان مین مین نے اکثر صاحبون سے ایک نیاز باطنی اور خلوص قلبی حاصل کر لیا ہے ... سے محبت مجھکو ہو گئی ہے اوسکا اثر یہ ہوا ہے

کہ اپنے ملک سے مجھکو اور زیادہ الفت ہوگئی ہے - جن دوست آشناؤن بلکہ غیرون نے بھی اس عالم مسافرت مین مجھپر لطف وکرم فرمایا ہے اونکا شکریہ تہ دل سے ادا کرتا ہون - اور اس موقع کو غنیمت جانکر اون احباب سے بھی نیازمندی اور شکرگزاری کا اظہار کرتا ہون جنھون نے اس کتاب کی تالیف مین میری اعانت کی ہے خاصتہً ڈاکٹر روسٹ صاحب اور آیبی چیلڈرس صاحب کا شکرگذار بوجہ سے ہون کہ اونھون نے مجھکو انڈیا آفس[1] کے کتبخانہ مخزن العلوم کو استعمال مین لانے دیا -

بمقام انگلستان ۲۸ جنوری ۱۸۸۰ع

پہلا باب

پہلے مجملاً یہ بیان کیا جاتا ہے کہ جب دین اسلام پیدا ہوا تھا اوسوقت دنیا کی قومون کے دینی اور تمدنی حالت کیا تھی تاکہ بخوبی معلوم ہوجاوے کہ پیغمبر اسلام نے عالم اخلاق مین کیا کیا کارنمایان کیے - کیونکہ یہ ضرور تسلیم کرنا پڑیگا کہ جو علل و اسباب مسیح[2] ناصری کی بعثت کا باعث اغسطوس قیصر کے عہد مین ہوئے تھے اونکا اثر اون ذلیل قیاصرۂ روم کے زمانہ مین اور زیادہ قوی ہوا جو پیغمبر عربی کے زمانۂ بعثت مین سریرآرائے سلطنت روما الکبری ہوئے[3] -

تاریخ کی دھندلی شفق مین عجیب وغریب شکلین دکھائی دیتی ہین اور نئے نئے تماشے سرزمین بکٹریا[4] مین ہوتے معلوم ہوتے ہین جسکو ام البلاد کے لقب سے ملقب کیا ہے

---

[1] یعنی سکرٹری آف اسٹیٹ کا دفتر ۱۲ مترجم [2] یعنی حضرت عیسیٰ ۱۲ مترجم [3] اس زمانہ مین جسٹن قیصر قسطنطنیہ مین اور کسرے نوشیروان تا معزون یعنے المدائن مین بادشاہ تھا ۱۲ مؤلف - [4] جغرافیہ دانان عرب نے بکٹریا یعنے بلخ کا نام ام البلاد لکھا ہے - ۱۲ مؤلف -

یہ معلوم ہوتا ہے کہ چند قبائل یا خیل اوس سرزمین پر جمع ہوگئے ہین جو ابھی ابھی ایک وحشیانہ حالت سے نکلکر عالم جہل و بےتمیزی مین مبتلا ہوگئے ہین اور ایک عقل انجکے قائل ہوتے جاتے ہین۔ ابتک تو وہ بعض مادیات کی پرستش خوف اور دہشت سے کرتے تھے مگر اب اونکے بدلے مجردات کی عبادت اختیار کرتے جاتے ہین ان قدیم ساکنان زمین مین سے بعض[1] نے صد ہا قوی طبیعی کو لباس ذہنی اور جامہ تشخص پہناکر دو ارکان اعظم یعنے نور و ظلمت کے تابع کردیا ہے۔ اور آفتاب کو مبدا حیات اور منبع نور سمجھکر مظہر کبریا قرار دیا ہے جسکی قوت گو بالفعل رکی ہوئی ہے مگر آخرکو نور و ظلمت کے متضاد ارکان پر غالب آجائیگی۔ اور بعض نے اپنے بتون کو جنکی پرستش وہ سابق مین کرتے تھے ذہنیات یا روحانیات کے پیرایہ مین لاکر باہم خلط ملط کردیا ہے اور کبھی تو اونکے معبود خارج مین علحدہ علحدہ مخصوص ہوتے ہین اور کبھی اون سب کا ایک ذی حیات مجموع معلوم ہوتا ہے۔

انسان کی اس ابتدائی مسکن پر ایک تاریکی چھائی ہوئی ہے مگر غور سے دیکھیے تو اوس تاریکی مین بھی کچھ آثار و علامات اوس تخالف مذہبی کے نظر آتے ہین جو ایرین قوم کے دو بڑے شعبون مین تھا اور اس مذہبی جھگڑے کا پتا اس سے بھی ملتا ہے کہ وید[2] کے بھجنون مین ایرانیون کے معبود آذر اور اونکے معتقد زردشت پر خوب تبرا کیا ہے۔ مغرب مین جو قومین دو معبودون کی معتقد تھین اونھون نے اپنے ہمجنس مشرکین کو جو حلول کے قائل تھے نکال باہر کیا اور اونپر غالب آگئین اب وہ ظلمت جو ہمارے آبا و اجداد کے وطنون کو گھیرے ہوئے تھے ذرا کم ہوتی جاتی ہے

[1] اس سے مراد صابئین یعنے ستارہ پرست ہین جو سلطنت بابل مین مابین فرات و دجلہ رہتے تھے ۱۲ مترجم [2] تواریخ ہند مصنفہ تالبائز و ہیلر صاحب (ویدونکا زمانہ) جلد ۱ صفحہ ۹ ملاحظہ ہو ۱۲ [3] لینارینٹ صاحب کی تواریخ اقالیم مشرقیہ

اور معلوم ہوتا ہی کہ قوم ایرین مشرق سے ہندوستان مین وحشتی چلی آتی ہی اور اس
ملک کی سیاہ فام قدیم باشندون کو نکالتی جاتی ہے اور قتل وقمع بھی کرتی جاتی ہی
اور غلام بھی بناتی جاتی ہے سبحان اللہ تاریخی حالات بھی عجیب وغریب ہین ۔

قوم ایرین کے فتوح کا سیلاب مشرق اور جنوب کی طرف صدہا سال موجزن رہا
اور اس قوم پر اون قومون کی بت پرستی کا اثر خواہ مخواہ ہوا جنکو اسنے فتح کیا تھا
یا جنمین اسنے بود وباش اختیار کی تھی ۔ یہانتک نوبت پہونچی کہ ایک طرف تو
وہ بیہودہ اور قبیح عبادت ہونے لگی جسکو سکتی کا پوجا کہتے ہین اور ایک طرف
کرشن نے نفس پرستی کا مسلک جاری کیا ۔ مگر تاہم قوم ایرین کا لُب لباب جو لوگ
تھے صدہا سال اونپر اونھین خیالات اور اونھین اعتقادات کا اثر باقی رہا جنکو وہ
اپنے وطنون سے اپنے ہمراہ لائے تھے ۔ لکن جو کچھ اونمین سے باقی رہگیا تھا چند ہی
مدت مین وہ بھی زائل ہوگیا ۔ اور جب قوم ایرین کے باشندے امن وآسائش سے رہنے
سہنے لگے اور اپنے مغربی بھائیون کے مشقت طلب عادات و اشغال سے محروم ہوکر اپنے
نہایت رنگین طبیعت کے مذاق مین آلودہ ہوگئے اور عیش وعشرت مین پڑگئے اور
کوئی طریقہ مکارم اخلاق کا موثر قوانین کے پیرایہ مین اونمین نہ باقی رہا تو اون لوگون
نے اپنے آبار واجداد کی مذہبی اعتقادات کو بالکل ضایع کردیا ۔ اونھون نے ایک
مجموعہ اخلاق تو حاصل کیا مگر اوس مجموعہ مین وہ خیالات بھرے ہوے تھے جو
دہریت اور مادہ پرستی کے زمانہ مین رائج تھے ۔

آخر الامر ایک ہندو کے نفس پر کچھ انقلاب روزگار کا ایسا اثر ہوا کہ انقلاب مذہب کا
باعث ہوا ۔ بودھ کے مسلک مین گو بڑی بڑی باتون کا حوصلہ اور امید دلائی گئی ہی

سلہ تواریخ ہند مصنفہ ٹالبائز وہیلر صاحب صفحہ ۳۲ ملاحظہ ہو ۱۲ مولف سلہ اس سے بودھ یا گوتم مراد ہی ۱۲ مترجم

لکن اس طریق کو کبھی یہ شرف نہین حاصل ہوا کہ مذہب یا ملت کا مصداق ہو سکے۔ دراصل یہ مسلک فقرا اور زاویہ نشینون کے موافق تھا اور عوام پر اسکا اثر کبھی نہین ظاہر ہوا۔ اور باوجودیکہ زمانہ اس سے موافق رہا مگر پھر بھی اسکو کامیابی نہین حاصل ہوئی۔ آخر کو یہ مسلک ہندوستان سے بالکل زائل[۱] ہو گیا۔ جب مسلک بودھ کا استیصال ہندوستان سے ہو گیا تو برہمنون کا مذہب دوبارا جاری ہوا۔ بتخانے فسق وفجور کے گھر بنگئے۔ فحش اور افعال شنیعہ کو مذہب نے جائز رکھا۔ موت اور شہوت کے دیوتا عوام الناس کے محبوب معبود بنگئے۔ اشتروث[۲] اور مولک[۳] کے ناچ رنگ اور شراب کباب کی بیہودہ جلسے اونکے زنامون سے اور اونکے پیراؤن مین ہونے لگے۔

یہ حال تو لوگون کے اعمال دینی کا تھا۔ اونکی تمدنی حالت بھی حد سے زیادہ ابتر اور خراب تھی۔ اوس مبہم ومشکوک زمانہ مین بھی جسکو اصطلاح مورخین مین ویدون کا زمانہ کہتے ہین عورتون کا حال ایسا اچھا نہ تھا جیسا اب بعض مورخین ہندوستان نے بیان کیا ہے۔ عورتین جوے اور کشتیون مین ہاردیجاتی تھین اور اونکو سارے گھر کا کام ماما اصیلون کا کرنا پڑتا تھا اور ایک ایک عورت کو ایک گھرانے کے متعدد بھائیون کی جورو بننا پڑتا تھا۔ مگر جب برہمنون کا دور ہوا تو عورتون کا حال اور زیادہ سقیم ہو گیا۔ برہمنون کے واضع قوانین نے عورتون کا

[۱] ہنٹر صاحب کی تاریخ بنگالہ اور میری چٹھیان جو مسلک بودھ اور مذہب براہمہ مین فرق کے باب مین اخبار ایشین مین چھپے ہین اور وہیلر صاحب کی تواریخ ہند جلد ۱ صفحہ ۱۷۸ و ۱۸۲ ملاحظہ ہون ۱۲ مؤلف [۲] شاید یہ کنعانی بتون کے نام ہین ۱۲ مترجم [۳] اس سے مراد مئے نوشی ہے ۱۲ مترجم۔

ذکر ایسی ذلت و حقارت سے کیا ہے اور اونکو بالکل لونڈیاں بنا دیا ہے کہ معاذ اللہ

فارس یعنے سلطنت خسروان ایران کے دینی حالت کو اور زیادہ مفصل بیان کرنا چاہیئے۔ فارس کا حال اسوجہ سے اور زیادہ غور طلب ہے کہ یہ ملک اسلام کے مولد سے قریب ہے اور اس ملک کا نہایت قوی اثر ہمیشہ مسلمانوں کے خیالات پر ہوا کیا ہے بلکہ دین مسیحی اور ملت یہود پر بھی اسکا پرتو ضرور پڑا ہے۔

قوم ایرین کے دو ٹکڑے ہوکر ایک ٹکڑا فارس اور ہندوستان کی طرف چلا گیا اور ایک ٹکڑا شام و عرب کی سمت جاکر اپنے بنی عم سام ابن نوح ع کی اولاد سے مل گیا۔ اس قوم کی شرقی اور غربی دونوں شعبوں میں الوہیت کے مفہوم میں گونہ قیام و استقلال حاصل ہوگیا تھا اور کسی شخص ملہم من اللہ کے فیض سے ایسا ہوا تھا۔ مگر وہی اسباب جنسے ہندوستان کی قوم ایرین کو تنزل ہوا تھا ایرانیوں پر بھی اپنا اثر دکھلا رہے تھے۔ اونھوں نے قدیم تورانی قوموں کو جو اونسے پیشتر آکر ایران میں بسی تھیں نکالدیا تھا یا مغلوب کرلیا تھا۔ اور وہ تورانی قومیں ایسی شدید مادّہ پرست تھیں کہ اونکی مادّیت نے اونکی قرب و جوار کی ایرانیوں کی ناقص روحانیت پر غالب آکر اوسکو بھی غارت کردیا۔ پیروان افراسیاب اور کیکاؤس کی باہمی مخالطت کا دائمی اثر ایرانیوں کے دین و ایمان پر پڑا۔

ل فرانسیسی تاریخ (مطبوعہ شہر پارس ۱۸۸۸ء) جلد ۱۔ صفحہ ۲۷ ملاحظہ ہو اور مختلف احکام جو باقی شاستر ہندو نے اس باب میں دیے ہیں وہ بھی ملاحظہ کیجئے۔ چنانچہ منو کا قول ہے کہ "عورتیں اپنے بستروں اور سیجوں اور زیور کو پسند کرتی ہیں اور بُری خواہشیں رکھتی ہیں اور غصہ ور ہوتی ہیں اور تلون طبع اور بدچلن ہوتی ہیں۔ عورتوں کو شب و روز محکوم و مطیع رکھنا چاہیئے"۔ ایلفنسٹن صاحب کی تاریخ ہند جلد ۱۔ صفحہ ۲۳۷ ملاحظہ ہو۔ ۱۲ مؤلف

اور نیچ قوموں یعنے سدر اور برہا وغیرہ کی حال دریافت کرنا ہو تو تھوڑو تین مورخ فرانسیسی کی تاریخ دیکھیے جسکو دیکھنے سے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں ۱۲ منہ۔

ہو پیچیدہ نظام فلکی (یعنے علویات) جسکا اعتقاد صابئین یعنے ستارہ پرستون کو تھا اوسکا اثر بھی وادیون کے عہد سلطنت مین ایرانیون پر بھی کچھ رہگیا - الغرض ان اسباب سے مغربی قوم ایرین بہت جلد اپنے قرب وجوار کی قومون کی ہم مشرب ہوگئی اور آثار و علامات کی پرستش جو غالباً اونکے قدما مین رائج تھی آتش پرستی سے مبتدل ہوئی -

عبرانی قومون کے اسیر ہوکر مدتہاے مدید تک بلاد فارس کے قریب آوارہ وطن رہنے سے غالباً وہ اصلاح مذہب وقوع مین آئی جو دارا کے عہد سلطنت مین ہوئی متضاد مذہبون مین فعل و انفعال اور کسر و انکسار ضرور ہوا - بنی اسرائیل نے زردشت کی دین مہذب پر ایک گہرا اور دائمی سکہ وجود واجب الوجود کا بٹھادیا اور ایرانیون سے اونھون نے علویات کی ربوبیت کا اعتقاد اور یہ مسئلہ اخذ کیا کہ فاعل خیر وشر دو خدا علحدہ علحدہ ہین - اوسوقت سے بنی اسرائیل کا اعتقاد یہ نہین رہا کہ خدا اہی شیطان کو گنہگارون کے مونھ مین ڈال دیتا ہے بلکہ اوس زمانہ سے عبرانیون کی مذہبی اور اخلاقی تاریخ مین شیطان بھی اہرمن کیطرح ایک رکن اعظم ہوگیا

سلہ انھین کو مورخین کے اصطلاح مین اسیرین کہتے ہین اور انکی سلطنت قاہرہ کو جو فرات و دجلہ کے دوآبہ مین تھے سلطنت عشریا بابل کہتے ہین ۱۲ - مترجم -

سلہ پانچ قدیم سلطنتون کی تاریخ مصنفہ رالنسن صاحب جلد ا صفحہ ۲۳۴ - و ۲۳۰ ملاحظہ ہو - اور ایک عجیب وغریب کتبہ قوم اسیرین کے زمانہ کا جسکا ترجمہ لنارمنٹ صاحب نے اپنی تاریخ ممالک مشرقی جلد ا - صفحہ ۲۹۴ مین لکھا ہے وہ بھی ملاحظہ طلب ہے - بقول رالنسن صاحب مورخ و دیگر محققین پہلی قوم اسیرین چند آسمانی خداؤن کا اعتقاد رکھتے تھے اور اوسکا مذہب تقریباً توحیدی تھا (رالنسن صاحب کی تاریخ جلد ا صفحہ ۲۳ اور لینارمنٹ صاحب کی تاریخ جلد ا صفحہ ۴۸۴ ملاحظہ ہو -) اگر یہ قول صحیح ہے تو حضرت ابراہیم کی خروج کا باعث یہی ہوا ہوگا کہ ترقی مال و دولت سے اور نیز فرقون کے ساتھ خلط ملط کیوجہ سے لوگون کے اعتقاد خراب ہوگئے تھے ۱۲ - مؤلف سلہ توریت کتاب السلاطین باب ۲۲ صفحہ ۲۲ - ۲۱ - ۱۲ مؤلف -

جو اصلاحین دارا[1] کے عہد سلطنت مین زردشت نے کین کئی سو برس تک اونکا اثر کامل باقی رہا۔ لیکن آخر الامر اوسکی مذہب کا بھی وہی انجام ہوا جو ہر ایک ایسے مذہب کا ہوتا ہے جسکے معتقدون مین باہم ہمجنسی اور انسانی ہمدردی نہین ہوتی ہے نہ وہ صوفیانہ خیالات ہوتے ہین جو ایک عالمگیر مذہب کے لیئے ضروری ہین۔ پیغمبر اسلامؐ کے زمانہ کے پیشتر گروہ کے گروہ فاتحون کے مثل ایک طوفانی بگولے کی اوس سرسبز و شاداب ملک[2] کو صاف کرتے ہوئے چلے گئے اور کل نظام تمدن اور طریقہ اخلاق کو خاک مین ملا دیا۔ پہلے اس ملک کو اہل[3] مقدونیہ نے فتح کیا اوسکے بعد رنگ برنگی قومون نے اوسکو پامال کیا پھر ایشیائی کوچک کی بہت سی وحشی قومون نے جو کچھ یونانی تھین اور کچھ ایشیائی اور کسی قاعدہ اخلاق کے پابند نہ تھین اوسپر یورش کیا اوسپر طرہ یہ کہ خود فاتح جلد باز اور ناخدا ترس تھا۔ ان سب وجوہ سے زردشت کا دین بالکل مغشوش ہوگیا۔ اوس شراب خوار بادشاہ[4] جابر[5] نے جسکو عمر بھر یہی فکر رہی کہ کسطرح ایشیا کو خطہ یونان بنا دیجیئے سو بدون پر جو گویا قوم فرس کی ناک تھی ظلم و تعدی از حد کی اور پادشاہان ساسانیہ کے عہد مین اوس قوم کو پھر تنزل ہوتا گیا

[1] ابن اثیر نے دبستان مذاہب مین اس پادشاہ کا نام گشتاسپ ابن لہراسپ لکھا ہی اور زردشت کی عجیب و غریب کیفیت بیان کی ہی جو اون حالات سے مشابہ ہی جو اس زمانہ مین اوس عہد کے سکون سے دریافت ہوئی ہین لینارمنٹ صاحب کی تاریخ جلد ۲ صفحہ ۲۵ ملاحظہ ہو۔ ۱۲ مؤلف [2] یعنی فارس ۱۲ مترجم [3] یہ سکندر اعظم کی فتح فارس سے کنایہ ہی ۱۲ مترجم [4] اسکندر اعظم ۱۲ مترجم۔ [5] جب مقدونیہ کے بادشاہ سکندر اعظم نے شراب کے نشہ مین مست ہوکر شہر سوسہ مین آگ لگا دی تو فارسیون کی مذہبی کتابین سب جلکر رہ گئین۔ بقول طبری اور ابو محمد مصطفے (جسنے ایک تاریخ گشتاسپ کی تصنیف کی ہے) کتب مجوس سوسہ اور پرسیپولس یعنے اصطخر کے بادشاہی کتب خانون مین جمع رہتی تھین۔ تاریخ ابن الاثیر بھی جلد ۱ صفحہ ۱۸۲ ملاحظہ ہو سکندر کے ظالم ہونے کی نسبت کتاب تاریخ سنی ملوک الارض مصنفہ حمزہ اصفہانی عربی مین صفحہ ۱۴۱ اور لاطینی مین صفحہ ۲۶ ملاحظہ ہو ۱۲ مؤلف۔

انطیاقوس پادشاہ وہ کافر تھا جو یہود کو موحّد سمجھکر اونسے جلتا تھا پھر پیروان زرتشت کو جنکا مسلک اشراقی تھا کیا جینے دیتا۔ پادشاہان پارتھیئن کے عروج سے بھی مذہب زردشت کو اور جلد زوال آگیا۔ جن صوبون مین امن وامان تھا اونمین یہ دین (مجوس) صابئین اور قالدیون کے مذہب سے مخلوط ہوگیا اور جہان جہان یہ دین اپنے ہیئت اصلی پر باقی رہا تو صرف اون ملاؤن[1] کے دلون مین رہا جو اون مقامات مین جاکر چھپے تھے جہان کسی کا گذر نہ ہوتا تھا۔ افسوس ہے انھین گوشہ نشین ملاؤن پر دین زردشت کا خاتمہ ہوگیا۔ ساسانیون کے عہد دولت مین اگر دین زرتشت کے اصلاح کی امید تھی تو انھین دساتیر مجوس سے تھی۔ اردشیر بابکان ایک نئی سلطنت کا بانی ہوا مگر یہ امر مشکوک ہے کہ اوسکی بلند آرزوئین کہانتک برآئین اوسکے عہد مین فارس کے خودسری نے عود کیا اور اوسنے قومی حیات کا جامہ ازسرنو پہنا مگر اوسکا طرز تمدن اور اوسکا طریقہ دینی ایسا زائل ہوگیا تھا کہ اوسکو دوبارہ قائم کرنا پادشاہون کے امکان سے بھی باہر تھا۔ شاید قدیم زمانہ کی علوم کتابون مین رہگئی ہون مگر لوگون کے دلون سے اونکا اثر اوسیطرح جاتا رہا تھا جسطرح گشتاسپ اور رستم کا نام اونکے صفحہ خاطر سے محو ہوگیا تھا۔ الغرض دینی زردشت کا خاتمہ ہوہی چکا تھا کہ بہمن[2] اردشیر نے فارسیون مین اوس معبود کی پرستش جاری کی جسکا نام مصرا تھا اور جو نیم مرد او نیم عورت تھا۔ بڑا غضب تو اوسوقت ہوا کہ جب صدی ششم عیسوی کے ابتدا مین ایک شخص مزدق نامے نے لوگون کو حکم دیدیا کہ مال اور نسوان مین

[1] یعنے پارسیونکی علمائے دین جنکو دساتیر مجوس سے لکھتے ہین ۱۲۔ مترجم

[2] تاریخ حمزہ اصفہانی صفحہ ۴۶۔ اور تاریخ ابن الاثیر جلد ۱ صفحہ ۲۰۵۔ اور تاریخ حبیب السیر ملاحظہ ہو۔ بہمن اردشیر کیخسرو کا بہائی تھا جسکا حال ذنوفن مورخ یونانی نے بڑے شد و مد سے لکھا ہے ۱۲۔ مولف۔

اوسیطرح سب شریک ہوجائین جسطرح آگ اور پانی اور گھاس سب کا مال ہوتا ہے- اور کیسکی ذاتی ملکیت نہ رہنے پائے بلکہ ہر شخص اس دنیا کے رنج وراحت مین شریک ہو[1] ایک فرقہ پیروان زردشت کا ایسا تھا جسمین بہنون اور محرمات شرعیہ کے ساتھ شادی کرنا جائز تھا-[2] اس رسم قبیح کے اعلان سے خود فارسیون مین بھی جو لوگ پاک نفس تھے اونکو کراہت معلوم ہوئی- مزدق اپنے تئین زردشت کا خلیفہ بتاتا تھا آخر کو وہ مارڈالا گیا مگر اوسکے مسائل جڑ پکڑ چکے تھے اور فارس سے وہ سب مغربی ملکون مین پھیل گئے-

ان سب خرابیون سے ظاہر تھا کہ فارسیون کے اخلاق ازحد خراب ہوگئے تھے اور خود اونکی بداعمالیون سے اونپر بہت جلد زوال آنے والا تھا- یہ ادبار اگرچہ کسریٰ نوشیروان کے اوصاف ذاتی کی وجہ سے چند مدت تک نہین آنے پایا مگر اوسکے مرنے کے بعد رفتہ رفتہ آتا گیا- لکن ایک نبی مبعوث ہوچکا تھا جسکی برکت قدم سے دنیا کا رنگ بدل گیا-

موسائیون پر بھی صدہا آفتین نازل ہوئی گئین اور سب سے زیادہ بلاء عظیم طیطوس اور ہیڈرین قیاصرہ روم کی لڑائیان تھین[3]- خانوادہ بنی اسرائیل بالکل تباہ وبرباد ہوگیا- اوس خاندان کے لوگ مفرور ہوکر ساری دنیا مین جابجا[4] ڈھونڈتے پھرتے تھے مگر جہان گئے اپنا غرور ونخوت اور اپنی قساوت قلب یعنی سنگدلی

---

[1] ترجمہ انگریزی دلبستان مذاہب کا دیباچہ ملاحظہ ہو اور تاریخ ابن الاثیر جلد ۱- صفحہ ۱۴۸- اور تاریخ طبری جلد ۲ صفحہ ۱۴۸- اور تاریخ حبیب السیر اور مالکم صاحب کی تاریخ فارس صفحہ ۱۰۴ بھی ملاحظہ ہو ۱۲ مولف

[2] قدیم مصریون مین بھی ایسی شادی جائز تھی ۱۲- مولف [3] گبن صاحب کی تاریخ زوال سلطنت روم جلد ۴- باب ۴۷ صفحہ ۸۸- اور اوسکا حاشیہ ملاحظہ ہو ۱۲ مولف [4] علاوہ مورخین عیسائی اور یوسیفس مورخ یہودی کے ناظرین شائقین کو تاریخ ابن الاثیر جلد ۱- صفحہ ۲۲۹- اور تاریخ حمزہ اصفہانی صفحہ ۳۲۷- و ۳۳۷ کا بھی حوالہ دیا جاتا ہے ۱۲ مولف-

جسکی ہجو ونذمت صدہا انبیا رفے کی ہے اپنے ساتھ لیتے گئے۔ یہود نے غیر ملکون مین
عافیت گزین ہوکر اگلے زمانہ کے ناشائستہ حرکتین پھر کرنی شروع کین اونکو ایک
نبی کی امید تھی مگر اس امید کے ساتھ شدید تعصب اور رندی عیاشی بھی شریک تھے
حضرت عیسیٰ آئے بھی اور چلے بھی گئے مگر یہود پر کچھ اثر اونکی رسالت کا نہین محسوس ہوا
وہ تمام بنی آدم مین برادرانہ لطف ومحبت پیدا کرنے آئے تھے اور گو ایک
نہایت سرکش اور مغرور قوم مین پیدا ہوئی تھی مگر حلم خاکساری اپنا شعار رکھا اور
اپنے حوارئین پر نہایت لطف وشفقت فرماتے تھے اور سب کے دلی خیرخواہ تھے۔
الغرض ۱؎ اونکی پاک نفسی اور عالی ظرفی اور زہد وتقوی کا سکہ بنی آدم کے دل پر بیٹھ گیا
مگر اونکے مزاج مین ویسا استقلال نہ تھا جیسا حضرت موسیٰ کی طبیعت مین تھا جسسے
ایک غدار اور مرتد قوم کے دل مین اونکا خوف سما گیا تھا۔ اسی عدم استقلال
کی وجہ سے حضرت عیسیٰ پر اونکی امت کا وار چل گیا۔

حضرت عیسیٰ کے حوارئین مین سب سے زیادہ بزرگ اور ذی کمال پولوس
حواری تھا۔ باوجودیکہ حضرت مسیح نے روح القدس کا وعدہ فرمایا تھا تاہم کوئی حامی
اور موئید اونکے پاک کلام کا ہونا ضرور تھا جو علماے یہود اور حکماے مشرکین کو اونکے
علوم سے قائل کرتا۔ اسی غرض سے خود حضرت عیسیٰ نے ہاتف غیب کی صدا پر
عمل کرکے ایک تیرھوان حواری بنایا جسکا نام سائول تھا (بعد اوسکے پولوس ہوگیا)
اور جو بڑا عالم متبحر علوم یہود اور علوم یونان کا تھا، جبکہ اور حوارئین محض ناواقف تھے

۱؎ ہر شخص جسنے کنگسلی صاحب کا تذکرہ ہیپاشیا دیکھا ہے (یہ ایک عورت یونانی بڑی علامہ اور شاعرہ عزاوتھی) وہ خوب جانتا ہے کہ یہود یونے اسکندریہ کی گلیون مین کیا غدر مچا رکھا تھا۔ مگر ان صدون مین شرپیلے عیسائیون کی طرف سے ہوا تھا۔ اسکندریہ کے یہودیون سے تو عرب کی قبائلی یہود بہتر تھے ۱۲ مولف

۲؎ یعنے انجیل ۱۲ مترجم ۳؎ موشیم صاحب کی تاریخ کلیسائی مسیحی جلد ا صفحہ ۶۳ ملاحظہ ہو ۱۲

فی الواقع پولوس حواری نے دین مسیحی کی تائید مین بڑے بڑے کارنمایان کیے۔ وہ تھے اپنے مرشد کی سیدھی سادی احکام ونصائح مین فلسفہ فیثاغورث کی بہت سے تین اصول داخل کردیے اور یہ وہ فلسفہ تھا جسمین عقول عشرہ اور تثلیث کا مسئلہ مشرقی ملکون سے اخذ کرکے داخل کیا تھا۔

اپنے اور بیگانہ یعنے یہود اور غیر یہود کے فرق سے خود حوارئین مین باہم حسد پیدا ہوا چنانچہ پطرس اور پولوس حواریون کی باہمی عداوت مشہور ہے۔ غالباً فرقہ ابنیہ کے جو اعتقادات تھے وہی اصل حوارئین کے تھے۔ اونھین حوارئین سے حضرت عیسیٰ بے تکلفانہ ہم کلام رہتے تھے اور اونھین کا قول ہے کہ تمام افعال نفسانی وجسمانی سے حضرت عیسیٰ کے یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی مثل ہمارے بشر ہین۔ اونھون نے اونکو صغرسن سے شباب تک اور شباب سے سن کہولت تک دیکھا تھا اور اونکے قد کو دراز ہوتے اور عقل کو بڑھتے دیکھا تھا اونکا اعتقاد اونکی نسبت اسوجہ سے معتدل رہا کہ وہ جانتے تھے کہ یہ انسان ہین مگر پھر جو اس اصل اعتقاد مین فرق آتا گیا اور چند در چند شکلین اسکی پیدا ہوتی گئین اور مختلف فرقے مانند وسوطیہ[۱] ومارسنیہ وفطرفوسیہ وغیرہ حادث ہوتے گئے تو کونسل نیس تک جو ۳۲۵ع مین منعقد ہوے تھے اور جسمین حضرت مسیح کی الوہیت رہبان وقسیسین نے قائم کردی یہ سلسلہ اختلاف آرا اور مختلف فرقون

[۱] ملنر صاحب کی تاریخ کلیسائے مسیحی جلد ۱ صفحہ ۲۶ و ۲۷ ملاحظہ ہو ۱۲ مؤلف [۲] فرقہ وسوطیہ کے اعتقاد مین حضرت مسیح پوری خدا تھے اور فرقہ مارسنیہ کے لوگ اونکو خدا سے اشبہ سمجھتے تھے اور اونکو مسیح ابن اللہ کہتے تھے جسکو خدا نے کچھ خفیف سا شائبہ جسمانیت اسوجہ سے عطا کیا تھا کہ انسان خاکی بنیان کو نظر آوین۔ اور فرقہ فطرفوسیہ کا یہ اعتقاد تھا کہ بیٹے کے ساتھ باپ بھی مصلوب ہوگیا۔ موشیم صاحب اور گبن صاحب اور دیناندر صاحب کی تاریخین جلد ۲ صفحہ ۱۵۰ و ۳۰۱ وغیرہ ملاحظہ ہون ۱۲ مؤلف

برابر جاری رہا - غیر لوگ جنھون نے حضرت مسیح ؑ کو جامۂ بشریت مین کبھی نہ دیکھا تھا اونکو اونکی الوہیت کا اعتقاد کر لینا کیا مشکل تھا علی الخصوص جبکہ وہ اجنبی لوگ خواہ مشرکین تھے خواہ حکماء خواہ یونانی تھے خواہ غیر یونانی عیسائی ہونے کے قبل بھی ایک قسم کے شرکاء باری تعالے کے گردانتے تھے -

قسطنطین اعظم کے بظاہر عیسائی ہوجانے سے دین مسیحی سلطنت روم مین خوب رونق پکڑ گیا - اور بت پرستی کا قلعہ تمام ہوا - اگرچہ عظیم ترین اور بہترین قیاصرہ[۱] روم کے کد و کاوش سے بت پرستی کچھ دنون اور شائع رہی مگر اوسکو زوال آچکا تھا چنانچہ گبن صاحب مورخ فرماتے ہین کہ - "بت پرستی کے فنا ہوجانے کے بعد عیسائی زہد و تقوی کو اپنا شعار گردانکر رہبانیت پر قناعت کرتے مگر اونمین تخم نفاق بو چکا تھا اور اونکو یہی فکر رہتی تھی کہ اپنے پیغمبر کی ماہیت کو دریافت کرین[۲] نہ یہ کہ اونکے احکام پر عمل کرین"

ہمارا جی نہین چاہتا کہ عیسائیون کی باہمی جھگڑون کو تفصیلاً بیان کرین کہ کیا جنگ و جدل ہوا اور کیسے کیسے خون[۳] ریزیان ہوئین اور کیسی قبیح اور مکروہ زبان مین وہ اپنے پیغمبر اور اونکی والدہ کی الوہیت پر مباحثے کرتے تھے اور ایک دوسرے کو کسقدر لعنت ملامت کرتا تھا - یہ بھی ہمارا جی نہین چاہتا کہ اون فعال

---

[۱] شاید اس سے جولین قیصر مراد ہے جسنے بت پرستی کو سلطنت روۃ الکبری مین دوبارہ رواج دیا اور جسکے عہد مین ہزارہا عیسائی مرتد ہوگئے - ۱۲ - مترجم [۲] گبن صاحب کی تاریخ زوال سلطنت روم جلد ۳ باب ۲۸ صفحہ ۳۳۰ ملاحظہ ہو ۱۲ مؤلف [۳] دین مسیحی پر ایک دھبہ ایسا لگ گیا کہ قیامت تک نہ مٹیگا - وہ یہ ہے کہ ہیپاشیا نامے ایک یونانی عورت کو کہ بڑی علامہ اور نہایت حسین اور خوش مذاق تھی ایک مرد نصرانی نے جسکو اب عیسائی لوگ ولی سمجھتے ہین ناحق مار ڈالا - ڈریپر صاحب نے اپنی تاریخ جلد ۱ صفحہ ۳۱۰ و ۳۱۴ مین اوس مقتولہ یونانیہ کے علم و فضل کی بڑی تعریف لکھی ہے ۱۲ - مؤلف -

شنیعہ کو بیان کرین جو خود علماے نصارے کے فتوی سے قسطنطنیہ کے دربار قیصری
مین ہوتے تھے - اس مقام پر ناظرین کو صرف اون لڑائیون کی طرف متوجہ کرنا
ضرور ہے جو فرقہ منافسایٹ[1] اور فرقہ منا تھلایٹ[2] مین ہوئین اور اون مسائل کا ذکر
کرنا بھی لازم ہے جنکے باب مین عیسائیون مین اختلاف عظیم واقع ہوا اور جو بد ترین
اور خبیث ترین خواہشہاے نفسانی جو سب طماعون کو دامنگیر رہتی ہے خواہ وہ
دنیاوی ثروت کے خواہان ہون خواہ دینی عظمت کے طالب اون پر غالب آگئے
اس مقام پر اسیقدر کافی ہے کہ اوس زمانہ مین جو کیفیت دین مسیحی کی تھی اوسکی
نسبت خود ایک عالم عیسائی کا قول بجنسہ نقل کر دیا جاے - وہ لکھتا ہے کہ -
"قسطنطنیہ کا اسقف[3] یا تو قیصر کا تابع و فرمان بردار مانند غلامون کے ہوتا تھا
یا اوسکا حریف غدار ہوتا تھا اور کمتر اوسکی خودسری اور مطلق العنانی کو اپنے عالمانہ
جبروت سے روکتا تھا - اور ادنے درجہ کے پادری چاہے خفیہ کیسی ہی تعلیم و
تلقین لوگون کو کرتے ہون مگر ظاہرا اونکو اتنے قوت و مکنت اور دولت و عزت
حاصل تھی جس سے اونکو طمع پیدا ہوتی تھی اور فسادات برپا کرتے تھے مگر اتنی قدرت
اونکو نہ تھی کہ خلق اللہ کے نفوس کو اپنے قابو مین لاکر اعمال نیک اونسے کراتے اور
اوس بے فیض زمانہ کے فسق و فجور کو دفع کرتے اور متضاد حقوق مین موافقت
پیدا کرتے اور متخالف قومون مین مصالحت کرتے - الغرض اونھون نے حکومت کی تو
عوام کو خوف اور وسواس دلا دلا کر کے نہ یہ کہ اونکے تعظیم و تکریم اور لطف و محبت حاصل
کرکے اونکو اپنا شکر گذار بنا لیا ہو - وہ تنزل[4] کر کے بد طرح جہالت مین مبتلا ہو گئے تھے

[1] اس فرقہ کے اعتقاد مین حضرت عیسیٰ کی الوہیت اور بشریت باہم مخلوط ہو کر ایک کیفیت واحدہ ہوگئی تھی
[2] اس فرقہ کا یہ اعتقاد تھا کہ مسیح کے ماہیتین دو تھین مگر اونسے ایک ہی ارادہ و فعل صادر ہوتا تھا ١٢ مترجم
[3] یعنے لاٹھ پادری ١٢ - [4] یعنے اوس زمانہ کے پادری ١٢ مترجم -

اور بدترین جاہلیت یعنی ایک کہنہ و پارینہ تہذیب کے پابند ہیں۔ رہبانیت نے اکثر اون لوگون کو جو اپنی جودت و لیاقت سے اپنے اہل وطن کو فائدہ پہونچا سکتے تھے گوشہ نشین اور تارک الدنیا بنا دیا مگر اسکا کچھ اثر اوس زمانہ کے طرز معاشرت اور طریق تمدن پر نہ ہوا الّا اوسوقت جبکہ اونکے گروہ کے گروہ اکھٹا ہوکر ملکی فسادات یا مذہبی مناظرات پر آمادہ ہو گئے۔ اون لوگون نے دنیا سے کنارہ کشی کی لیئے بعض راہبین جنگلون اور بیابانون مین اور بعض خانقاہون مین رہا کرتے تھے جنمین کوئی شخص نہ جانے پاتا تھا اور خود وہ اپنی نجات اخروی سے تو مطمئن تھے مگر اور سب خلق اللہ کو جہنم کے حوالہ کر دیا تھا[۱] الغرض۔ عیسائیون مین شرارت اور بدمعاشی پھیلی ہوئی تھی۔

اونکے پیغمبر نے جو زہد و تقوی اور حلم و انکسار اور رحم و مروت کا حکم فرمایا تھا اوسکی پابندی وہ کرتے تھے بلکہ اوسکی بدلے آپسمین بھی اور اور اہل مذاہب سے بھی شدید بغض و عناد رکھتے تھے۔

جو ممالک ایشیائی ٹرکی مین دریاے فرات کے مغرب کی طرف واقع ہین اونکو پہلے پارتھیون اور رومیون نے تخت و تاراج کیا پھر فارسیون اور قسطنطنیہ والون نے لوٹا مارا یہانتک کہ وہ بالکل تباہ و برباد ہو گئے۔ اور وہان کے لوگون کی اخلاقی خرابی سے بھی زیادہ اونکی تمدنی حالت ابتر ہو گئی تھی۔ پیروان حضرت مسیح نے اوس خرابی کو کم نہین کیا بلکہ اور بہت زیادہ کر دیا۔ فرات و دجلہ کے دوآبہ مین جو ملک تھا اوسمین دین مجوس اور مخرّب و محرّف مذہب عیسائی مین جنگ و جدل رہتا تھا فرقہ نسطوریہ اور فرقہ حقیہ مین بڑے شدید لڑائی رہتی تھی اور مانی مٹس اور بعض پیغمبران اثناء مین جو جھگڑے ہوے اونسے مغربی ایشیا مین ایک حشر مچا رہا۔

[۱] ملمین صاحب کی تاریخ کلیسائی روم جلد ۱ دیباچہ صفحہ ۴ ملاحظہ ہو ۱۲ مؤلف۔

افریقہ پر فتح کی آندھیاں چل گئی تھیں - کیسی کیسی خونریزی اور قتل و قمع ہوا تھا اور پیروان اور علماء دین مسیحی مین کیسی کیسی بدعتین جاری ہوئی تھین جنسے[1] مصر او دیگر صوبجات افریقہ متعلقۂ سلطنت رومۃ الکبری مین اخلاق کا نام و نشان بھی نہ باقی رہا تھا - اور یورپ مین لوگون کے اخلاقی حالت شاید اوس سے بھی بدتر تھی - نرسی جو اپنے ملک کا بڑا محسن تھا قسطنطنیہ کی بازار مین علماے مسیحی کی آنکھون کے سامنے دن دہاڑے زندہ جلا دیا گیا - اور روم قدیم کی گلیون مین اسقف[2] اعظم کی آنکھون کے سامنے جن شیرون مین باہم رقابت تھی اونکی متقلدین باہم کشت و خون کرتے تھے اور کنائس کو عیسائیون کے خون سے رنگین کرتے[3] تھے[4]

یہود نے عشریون اور رومیون اور یونانیون کے متواتر حملون سے بھاگ کر عرب مین آکر پناہ لی تھی - مگر وہ اپنے دین کے ساتھ اپنا شدید نفاق بھی لیتے آئے تھے اور وہی نفاق شاید اونکی مصائب و آلام کا باعث ہوا تھا - عیسائی فرقون مین سے فرقہ نسطوریہ اور فرقہ یعقوبیہ نے بھی عرب مین بستیان بسائی تھین - ان دونو فرقون مین عرب کی حکومت کے لیے ایسی سخت عداوت

---

[1] گبن صاحب کی تاریخ زوال سلطنت روم جلد ۴ باب ۴۶ صفحہ ۳۰۳ ملاحظہ ہو ۱۲ مولف

[2] سلطان العلماء نصاری - ۱۲

[3] گرجے - ۱۲

[4] متعصب عیسائیون کی زبان اس سے قاصر ہے کہ اونکو کسی مسلمان کا قسطنطین ریاکار کے شہر مین ہونا کیسا مکروہ و ناگوار معلوم ہوتا ہے - اونکو نرسی کا بازار قسطنطنیہ مین زندہ جلا دیا جانا گوارا ہے اور یہ بھی گوارا ہے کہ ایک شہنشاہ اپنے عیال و اطفال سمیت بانواع عقوبات قتل کیا جاے اور یہ بھی گوارا ہے کہ ایک زن عفیفہ کو راہبین اسکندریہ کے بازارون مین ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالین مگر یہ گوارا نہین ہے کہ ایک غریب بے شر مسلمان سلطان قرکش اور یعقوب دورا کے پاک شہر کو اپنے قدم سے نجس کر دے ۱۲ - مولف

پیدا ہو گئی تھی جس سے اوس ملک کی نہایت سرسبز و شاداب صوبون مین بڑی خونریز لڑائیان ہوئین - مجوس اور صابئین بھی عرب مین موجود تھے علی الخصوص قبیلہ بنی حمیر مین - مگر اکثر قبائل عرب قبیح ترین اقسام بت پرستی مین آلودہ تھے - حیوانات - نباتات - غزال - اسپ - شتر - درخت خرما - اور غیر ذی روح اشیاء مثل پتھر وغیرہ کے اونکے معبود تھے - باری تعالے کے وجود کی بھی کچھ قائل تھے مگر صرف نفسی چند وجود باری کے معتقد تھے جنھون نے دام بت پرستی سے بچکر ایک قسم کے حکیمانہ دہریت اختیار کی تھی جسمین کم و بیش خیالات باطلۂ دینی و دنیوی اونکے قرب و جوار کے صابئین اور یہود و نصاری کے مخلوط تھی - انھین سے بعض[1] ایک رب الارباب کے وجود کے قائل تھے اور اوس زمانہ کی خبیث مادہ پرستی سے بیزار ہو کر ایک نجات دہندہ کے ظہور کی شب و روز منتظر رہتے تھے اور اونکو اپنے دل مین یقین کلی تھا کہ وہ ہادی خلق ضرور اور جلد ظہور فرمائیگا

یہ امر بالکل خارج از مبحث ہے کہ آیا بت پرستی کا رواج عرب مین قدیم زمانہ سے تھا یا اخیر زمانہ مین ہوا - یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ قبائل عرب مین بت پرستی نے بہت مضبوط جڑ پکڑ لی تھی -

اکثر بتون پر آدمیون کی قربانیان چڑھائی جاتی تھین - ہر قبیلہ کے خاص خاص بت اور خاص خاص مندر یا شیوالے تھے اور مختلف مندرون کے

سلہ تاریخ ابن الاثیر جلد ۱ - صفحہ ۳۰۸ وغیرہ ملاحظہ ہو ۱۲ -

سلہ[1] ان نفسے چند کی تعداد اور انکی قوت کو اسپرنگر صاحب نے اپنی کتاب کے صفحہ ۱۳ مین تفصیلاً لکھا ہے تاکہ معلوم ہو کہ آنحضرتؐ کی بعثت کے قبل بھی اسلام موجود تھا - مگر ہم کہتے ہین کہ اسیطرح یہ بھی قیاس کر سکتے ہین کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے وجود سے پیشتر دین مسیحی موجود تھا ۱۲ - مؤلف -

پیروون اور پجاریون مین اکثر خونریزی[1] کی نوبت آتی تھی - مگر کعبہ شریف[2] کی عظمت
سب کے نزدیک مسلم تھی - بلکہ یہود[3] اور صابئین بھی وہان آکر نذرین چڑھاتے تھے
اس معبد کی تولیت پر قبائل عرب جان دیتے تھے کیونکہ عرب کی نظرون مین اسکے
متولیون کو نہایت معزز خدمات اور اختیارات حاصل رہتے تھے - جب آنحضرت صلعم
پیدا ہوے اوسوقت آپ ہی کے خاندان سے کعبہ شریف کی تولیت متعلق تھی اور
آپکے جد امجد معظم و محترم رئیس اوس خدا پرستون کی سلطنت کے تھے جو کعبہ کے
گردو پیش قائم تھے -

پس عرب کی اخلاق اور مذہب کا یہ حال تھا - نہ مذہب عیسوی اور نہ دین
موسوی اونکو مرتبہ انسانیت مین اوج و رفعت بخش سکا - چنانچہ میور صاحب فرماتے
ہین کہ - "وہ عیسائیون نے عرب کو پانچ چھے برس تعلیم و تلقین کی اوپر بھی کچھ
اکا دکا عیسائی نہین کہین نظر آتے تھے یعنی بنی حارث نجران مین اور بنی
حنیف یمامہ مین اور کچھ بنی طے تیمہ مین عیسائی تھے باقی خیریت - مذہب عیسائی
سے دین موسوی بمراتب زیادہ عرب مین قوت رکھتا تھا اور یہ دین اپنے پیشوا
ذو النواس کی ہدایت سے کبھی کبھی لوگون کو یہودی بنانے کی کوشش کرتا تھا
مگر اس دین سے یہودی بنانے کی قوت زائل ہو چکی تھی - بالآخر - عرب کو
من حیث المذہب دیکھیے تو اوسکی سطح پر عیسائیون کی ضعیف کوششون کی کچھ
خفیف سی موجین لہراتی نظر آتی ہین اور یہود کی قوت بھی کبھی کبھی بڑی شدت سے
طغیانی کرتی نظر آتی ہے - مگر بت پرستی اور بنی اسمعیل کے سخیف اعتقادات کا دریا

[1] شہرستانی کے ملل ونحل صفحہ ۳۰۴ ملاحظہ ہو ۱۲ مولف [2] لینارمنٹ صاحب کی تواریخ مشرق جلد ۲ صفحہ ۳۲۳ و ۳۵۰ - اور تاریخ شہرستانی صفحہ ۴۳۱ - ملاحظہ ہو ۱۲ - مولف [3] کاسن ڈی پرسول صاحب کی تاریخ عرب جلد ۱ صفحہ ۲۷۰ - ۲۶۹ - ملاحظہ ہو ۱۲ مولف -

ہر سمت سے جوش مارتا ہوا کعبہ سے آ کر ٹکراتا تھا جس سے بخوبی ظاہر تھا کہ جو دین
اور جو طریقہ عبادت مکہ مین جاری تھا اوسنے تمام عرب کی قلوب کو جکڑ لیا تھا۔

عرب کی ملکی حالت یہ تھی کہ سب قبائل مین باہم اسقدر حسد اور نفاق تھا او
اختلاف قوم اور مخالفت مذہب کی وجہ سے ایک دوسرے کا ایسا عدو جان تھا
کہ اسی باہمی خصومت و عناد کے باعث سے اہل عشر اور اہل بابل اور یونانیون
اور رومیون اور فارسیون نے مختلف صوبجات شمالی و مشرقی اور اضلاع جنوبی
و مغربی پر قبضہ کر لیا تھا۔ اور اہل حبش نے تو یہانتک کیا تھا کہ حجاز پر حملہ کر کے
چاہا تھا کہ قومی[۱] معبد کو خاک مین ملا دین مگر عبد المطلب کی جوانمردی اور حب الوطن
سے افواج حبش کو مکہ کے سامنے شکست ہوئی۔ جب بیس برس اہل حبش نے
خوب ظلم و تعدی کر لی تب یمن کے ایک مشہور رئیس سیف ابن ذوالیزن نے
بادشاہ فارس کی اعانت سے اونکو اپنے ملک سے نکالدیا۔ جب اس رئیس یمن کو
عیسائیون نے مار ڈالا تو یمن کی حکومت جو اوسنے نوشیروان عادل کی ماتحتی مین
کی تھی فارسیون کے ہاتھ لگی اور یمن ایک صوبہ سلطنت[۲] فارس کا ہوگیا۔

یون تو بادشاہان قسطنطنیہ[۳] وطاصفون عرب کی مختلف صوبجات پر براہ
راست حکمرانی کرتے تھے لیکن علاوہ اسکے دو بہت بڑی رئیس قبائل عرب کی یعنے امیر قبیلہ
غسان اور امیر قبیلہ حیرہ بھی قیصر روم اور خسرو ایران کے مطیع و فرمان بردار تھے
اور اون خونریز اور بے سود لڑائیون مین جو فارسیون اور رومیون مین ہوئین او

---

[۱] یعنی کعبہ شریف ۱۲ مترجم [۲] میور صاحب کا تذکرہ پیغمبر اسلام جلد ۱ - دیباچہ ملاحظہ ہو ۱۲
[۳] تاریخ ابن الاثیر جلد ۱ - صفحہ ۳۲۴ و ۳۲۷ - اور تاریخ کاسن ڈی پرسول جلد ۱ صفحہ ۱۳۸
اور تاریخ طبری جلد ۲ صفحہ ۲۱۷ و ۲۱۸ - ملاحظہ ہو ۱۲ مؤلف [۴] یعنی قیصر روم اور خسرو ایران ۱۲

جنمین ان دونون ملکون کے لوگون کی خونریزی بافراط اور عبث ہوئی گو اکثر حق پیروان[ملہ]
زردشت کیطرف تھا پیروان حضرت مسیح ؑ کیجانب نہ تھا یعنی عثمان اور بنی حمیرہ ایک
دوسرے کے مقابل مین صف آرا اور جنگ آزما ہوئے - پس جزیرہ نمائی عرب
جیسی متغایر اجزاء سے مرکب تھا اور مختلف ملل و ادیان اوسمین رائج تھے ویسی ہی
مختلف روایات وحکایات بھی اوس ملک مین مشہور تھے کیونکہ غیر مہذب اور ناتربیت یافتہ
قومون کا قاعدہ ہے کہ واقعات کو افسانہ وحکایت کے پیرایہ مین بیان کرتے ہین
اور اونکا واہمہ ایسا خلاق ہوتا ہے کہ نہ صرف نزدیک کی چیزون کو دلفریب اور
ہوش ربا بنا دیتا ہے بلکہ دور کی چیزون کو بھی عظیم الشان بناکر دکھا دیتا ہے -
اور جسقدر مختلف درجہ کی تہذیب وتربیت ہوتی ہے اوسیقدر مختلف افسانہ وحکایات
ہوتے ہین جنمین کچھ نہ کچھ اصلیت وواقعیت ضرور ہوتی ہے - یمن مین اور جنوب
ومغرب کی ملک مین بنی حام اور بنی سام جو نسل قوم ایرین کے بنی حام کی تقلید کرتے
تھے اور یہود ونصاری یہ سب قومین اپنے اپنے افسانے اور حکایات عرب مین
اپنے ساتھ لیتے آئی تھین - اور جتنا زمانہ گذرتا گیا اوتنے ہی یہ افسانے اور
حکایات مضبوط ومستحکم ہوتے گئے - گو بادی النظر مین وہ بے اصل وبنیاد معلوم
ہوتے ہین لیکن اگر غور سے دیکھیے تو کچھ نہ کچھ اصلیت وواقعیت اونمین ہمیشہ پائے
جاتے ہین - مثلاً شداد اور اوسکی باغ ارم کے افسانہ مین ایک عظیم الشان سلطنت
کی تصویر دکھائی دیتی ہے جسنے مصر تک فتح کرلیا تھا یعنے شداد کی قوم ایک عظیم الشان

ملہ علی الخصوص جب خسرو پرویز نے اپنے محسن مارس قیصر روم اور اوسکے بال بچون کے خون ناحق کا
انتقام شدید رومیون سے لیا تو حق پیروان زردشت یعنی خسرو پرویز ہی کیطرف تھا - گبن صاحب کی
تاریخ زوال سلطنت روم جلد ۴ - صفحہ ۳۰۲ و ۳۰۴ - ملاحظہ ہو ۱۲ مؤلف

گروہ تھا جسنے بڑی بڑی مکانات تعمیر کیئے تھے اور جو تہذیب و شائستگی مین قالدیون کے ہمسایہ تھا اور جسکا مذہب اہل بابل کے مذہب سے مشابہ تھا۔ خلاصہ یہ ہی کہ وہ قوم[۱] ایسی تھی جسکے نزدیک ترقی اور اصلاح افعال شنیعہ کے ارتکاب اور فحش رسوم[۲] کی بجالانے پر موقوف تھی۔ قوم عاد[۳] اور قوم ثمود پر نزول عذاب الٰہی کے حال سے جسمین روایت اور افسانہ اور تاریخ یہ تینون چیزین مخلوط ہین اوس عذاب الٰہی کی کیفیت معلوم ہوتی ہے جو بنی سام یعنے اہل عشر اور عرب کی فتوح کی بہ نسبت بنی حام پر نازل ہوا تھا

[۱] لینارمنٹ صاحب کی تواریخ زمانہ قدیم جلد ۲ صفحہ ۲۹۶ ملاحظہ ہو ۱۲۔ مولف [۲] لکھا ہے کہ قوم عاد کو عرب بنی یقطان نے مغلوب و مقہور کرکے نیست و نابود کردیا اور قوم ثمود کو اہل عشر نے بسر کردگی قدار الاحمر غارت کردیا۔ خود عرب تین بڑی قسمون پر منقسم ہین (۱) عرب البائدہ یعنی وہ عرب جو اب بالکل نیست و نابود ہوگئی ہین اور جنمین وہ بنی حام داخل تھی جنھون نے بنی سام سے پیشتر اگر عرب مین بستیان بسائی تھین اور بنی ارم جو شام اور فنیشیہ اور اور ملکون مین رہتے تھے۔ (۲) عرب العاربہ یا متعربہ یعنی اصلی عرب اور سچے بنی سام جنکی نسبت منقول ہے کہ بنی قحطان یا بنی یقطان کی نسل سے تھے اور جنھون نے جنوب کی سمت جاکر قدیم باشندون کو تہس نہس کردیا۔ عرب بنی یقطان جو در اصل خانہ بدوش تھے ان ملکون کے باشندگان اصلی پر جاکر مسلط ہوئے جو بنی حام اور ستارہ پرست تھے۔ اونکا وطن اصلی وہ ملک تھا جہان سے اولاد حضرت ابراہیم علیہ السلام آئی تھی اور اونکے وطن اصلی کا ٹھیک پتا اونکے دو بزرگون کے نامون سے ملتا ہے یعنی ارفخشد جسکے معنی قالدیہ کے سرحد ہین اور عبر جسکے معنی وہ شخص ہے جو دریا پار سے آیا تھا اس سے کنایۃً بابل مراد ہے جسکو اب عراق عرب کہتے ہین اور جو دریاے فرات کے ساحل راست پر واقع ہے۔ لینارمنٹ صاحب کی تاریخ مشرق جلد ۲۔ صفحہ ۲۹۳ ملاحظہ ہو۔ (۳) عرب المستعربہ یعنی وہ عرب جنھون نے عرب مین بود و باش اختیار کرلی تھی اور بنی سام اور اولاد حضرت ابراہیم علیہ السلام تھی جو بہ صلح و آشتی یا بزور شمشیر جزیرہ نماے عرب مین گھس آئے تھے اور عرب بنی یقطان مین شادی بیاہ کرکے وہین بسگئے تھے۔ تاریخ ابن الاثیر جلد ۱۔ صفحہ ۵۵۔ ۵۸ اور تاریخ کاسن ڈی پرسول جلد ۱۔ صفحہ ۵۔ اور الخطبات الاحمدیہ علی العرب والسیرۃ المحمدیہ مصنفہ مولوی سید احمد خان بہادر ملاحظہ ہو ۱۲ مولف

بنی اسرائیل یعنے اولاد حضرت یعقوب ظلم اعدا سے بھاگ کر عرب مین آگئے تھے اور اپنے روایات اور افسانے بھی اپنے ساتھ لیتے آئے تھے اور اونکے قصص وحکایات بھی عرب کے افسانون مین شریک ہوگئے تھے سب کے بعد جو قبائل بنی سلم کے عرب مین آئے تھے وہ خود اپنے تئین حضرت ابراہیم کی نسل سے جانتے تھے اور اونکے قرب وجوار کے لوگ بھی اونکو یہی سمجھتے تھے ۔ اور یہ یقین اباً عن جدٍ چلا آتا تھا اور اسکو ایک وثوق و اعتبار حاصل ہو گیا تھا ۔

عیسائی فرقون مین سے فرقہ مانکیہ جب سلطنت فارس اور ممالک روم سے بالکل نکالدیا گیا تو عرب مین آکر امان لی اور اس آزاد ملک مین قدیم فرقہ وسوطیہ اور مارسنیہ اور والنطنیہ کے لوگ بھی موجود تھے ان سب نے اپنے اعتقادات اور روایات کو شائع کیا جو چند مدت مین اوس ملک کی روایات مین مل گئے ۔ یہ فرقے نصاری کے اپنے مذہب مین فرقہ حقہ سے زیادہ پختہ تھے جو اپنا بیچارون پر ظلم کرتا تھا اور ان سب کا اعتقاد یہ تھا کہ الہ مجسم یا ابن اللہ اور کلمۃ اللہ جو ابدی وازلی تھا اور انوار الٰہی مین سے ایک نور اور لمعات کبریائی مین سے ایک لمعہ تھا مصلوب نہین ہوسکتا تھا اور نہین ہوا اور وہ کلمات جزع و فزع جو عیسائیون نے حضرت عیسی کیطرف منسوب کیے ہین کہ صلیب پر آپنے فرمائے تھے آپکی زبان مبارک سے ہرگز نہین نکلے ۔ الحاصل اونکا یہ اعتقاد تھا کہ جس شخص کو صلیب دیگئی وہ اور ہی شخص تھا عیسی روح اللہ نہ تھا جو اعدا کے دست تعدی سے بچکر جہان سے آیا تھا پھر وہین چلا گیا ۔ یہ اعتقاد گویا اصل تھا

ا بوسابر صاحب کی تاریخ فرقہ مانکیہ جزو ۲ ۔ باب ۴ ۔ ملاحظہ ہو ۔ ۱۲ مؤلف

۲ رشیم اور گبن صاحب کی تاریخ ملاحظہ ہو ۔ ۱۲ ۔ مؤلف

مگر حضرت عیسیٰ کے ابن اللہی سے کچھ مناسبت رکھتا تھا اور فی نفسہ بعض ظنون و قیاسات غالب پر مبنی تھا - پائلیٹ جسکو ٹرلین عالم عیسائی لکھتا ہے کہ دل سے عیسائی تھا اوسکا دل سے یہ چاہنا کہ کسیطرح حضرت عیسیٰؑ کی جان بچ جاے - خود ہیرڈ حاکم یہودیہ کا چاہنا کہ نبی ناصری ؑ قتل سے محفوظ رہے تاکہ مین اور زیادہ بدنام نہ ہوجاؤن - اور تیرہ و تار ہونا اوس سحر کا جبکہ اوس محسن نبی آدم کو کشان کشان لے گئے تاکہ رات بھر جو ظلم و ستم اور بے ادبیان اوس جناب کی تھیں اونکی تکمیل صبح کو کرین - اور اوس عبرت انگیز اور ہیبت خیز واقعہ کے وقوع کے وقت زمین و آسمان کا تیرہ و تار ہوجانا - ان سب واقعات سے ظن غالب یہی پیدا ہوتا ہے کہ بیگناہ بچ گیا اور گناہگار اپنی سزا کو پہونچا - بمفاد کریمہ

وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ بَلْ رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ

قبل بعثت پیغمبر اسلام یہ روایات گو نفس الامر پر مبنی ہین مگر عیسائیون نے واہمہ نے انکو ضرور رنگا ہی لوگون کے دلون مین خوب راسخ ہوگئے ہونگے اور سارے عرب مین خوب مشہور اور زبانزد خلائق ہونگے لہذا جب پیغمبر اسلامؐ نے اپنے دین اور اپنے شرائع و احکام کو جاری فرمایا اوسوقت ان روایات کو خاص و عام مین شائع دیکھا - پس اونھون نے انھین روایات کو لیکر اور انکو

۱؎ عیسائی حضرت عیسیٰؑ کی بشریت اور الوہیت مین توافق پیدا کرنے کے لیے بہت سے واہیات مسئلے گڑھا کرتے ہین ۱۲ مولف ۲؎ بکنٹ صاحب کی تاریخ کلیسائی مسیحی صفحہ ۱۳۸ ملاحظہ ہو ۱۲ مولف ۳؎ حضرت عیسیٰ ۱۲ مترجم ۴؎ ملمین صاحب کی تاریخ دین مسیحی جلد ۱ صفحہ ۲۴۸ و ۳۶۸ ملاحظہ ہو - اگر کسی بات سے گمان غالب پیدا ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ بچ گئے اور اونکے بدلے یہوداہ اسکر یوطی مصلوب ہوا تو اوس مفصل حال سے پیدا ہوتا ہے جو لوقا کی انجیل باب ۲۴ صفحہ ۳۶ مین لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ نے مرکر جی اوٹھنے کے بعد اپنے بدن پر ہاتھ لگانے دیا تاکہ اونکی خوف زدہ حوارین کے دلکو تسکین ہو جو اونکو ایک روح سمجھتے تھے اور اونکا گوشت مانگکر اوسکو نوش کرنا اور مچھلی کا شوربا اور شہد تناول فرمانا اسکی دلیل ہے کہ وہ انسان تھے اوس معنی سے روح اللہ نہ تھے جیسا عیسائی سمجھتے ہین ۱۲ - مولف

آلہ گرد انگر عرب اور اور گرد و نواح کی قوموں کو تیہ جہالت اور وادی ضلالت سے نکالکر راہ راست اور جادۂ حق پر لگا دیا۔

دوسرا باب

(حضرت) محمد صلعم نجیب الطرفین تھے اور خاندان بنی ہاشم سے تھے جو اشرف اشراف قریش تھا اور آپکے جد امجد عبد المطلب خانہ کعبہ کے متولی تھے جس سال حملہ آور ان حبش یعنے اصحاب الفیل طیراً ابابیل کا لقمہ ہوے جو عرب کی تاریخ مین ایک یادگار سال ہے اوسی سال آپکی ولادت باسعادت ہوئی۔ بارھوین تاریخ ماہ ربیع الاول کو (جو سنہ اسلامیہ کا تیسرا مہینہ ہے) سنہ ۴۰ جلوس میمنت مانوس کسری نوشیروان عادل مین جو جسٹینین قیصر روم کا ہمعصر اور ہمسر تھا آپ پیدا ہوئے۔

آپ شفقت پدری اور مہر مادری سے محروم رہے کہ بچپن مین یہ دو چیزین عجیب نعمت عظمی ہوتی ہین۔ والد ماجد آپ کے ولادت کے پیشتر انتقال کر چکے تھے اور چھ ہی برس کا سن آپکا تھا کہ مادر گرامی نے بھی وفات کی۔ اوس طفل یتیم کا کفیل اوسکے جد بزرگوار کو کرنا پڑا جو اوسکے عاشق زار تھے۔ عبد المطلب نے بستر بیماری پر اپنے یتیم پوتے کو اپنے فرزند ارجمند ابو طالب کے سپرد کیا جو آپ کے والد ماجد عبد اللہ کے

ـــــــــــــــــــ

سلہ اس سال کو عام الفیل اسوجہ سے کہتے ہین کہ حبش کی فوج کے ساتھ بہت سے ہاتھی تھے۔ اس واقعہ کی جو کیفیت مشہور ہے اوس سے بخوبی ظاہر ہے کہ افسانے و حکایات نا تربیت یافتہ قومون مین کیونکر پیدا ہو جاتے ہین۔ حملہ آوران حبش کسی وبائی بیماری سے ہلاک ہوے شاید چیچک سے اور لفظ الحصبات جسکی معنی دانون کے ہین اور انگریزی کے بھی ہین اس قصہ کی اصل اور ماخذ ہی کہ آسمان سے پتھر برسے اوس سے اصحاب الفیل ہلاک ہوے میور صاحب کا تذکرہ پیغمبر اسلام جلد ۱۔ دیباچہ ملاحظہ ہو۔ ۱۲ مؤلف

سلہ ابن الاثیر نے اپنی تاریخ جلد ۱ صفحہ ۳۳۳ مین آپکا سن ولادت ۴۲ سنہ جلوس نوشیروان عادل قرار دیا ہے مگر کاسن ڈی پرسول نے اپنی تاریخ جلد ۱۔ صفحہ ۲۸۳ - ۲۸۲ - مین قوی وجوہ سے یقین کر کے لکھے ہین کہ ۴۰ سنہ جلوس کسرے نوشیروان صحیح سنہ ولادت آپکا ہی اور اونھون نے حساب لگا کر لکھا ہی کہ ۲۹ اگست ۵۷۰ء کو ۱۲۔ ربیع الاول سنہ اول عام الفیل تھا تاریخ ابن ہشام بھی ملاحظہ ہو صفحہ ۱۰۲۔ ۱۲۔ مؤلف

برادر حقیقی تھے -

سن طفولیت آپؐ کا ابو طالب کے گھر مین بسر ہوا - آپؐ کو خداوند عالم نے ایسی اوصاف حمیدہ عطا فرمائے تھے کہ جس سے آپؐ سے سابقہ پڑا وہ آپکا فریفتہ ہوگیا - مورخین اسلام نے ایک عجب و رانگیز حکایت اوس محبت کے بیان کی ہے جو چچا بھتیجے مین تھی - ابو طالبؑ نے سفر شام پر عزیمت کی اور آنحضرتؐ کو اپنے لڑکون کے ساتھ مکہ مین چھوڑا - ابو طالب[۱] اونٹ پر سوار ہونے کو تھے کہ آپؐ آکر اونسے چمٹ گئے اور چلائے کہ اے چچا مجھکو اپنے ہمراہ لیتے چلیئے - ابو طالبؑ کا دل بھر آیا اور اپنے یتیم بھتیجے کو اپنے ہمراہ سفر تجارت مین لیتے گئے - اون دونون بزرگوارون نے شام کا سفر اکھٹا ہو کر کیا - ایک مقام پر جسکا نام بصرہ تھا مقام کیا تو ایک عرب راہب[۲] بحیرہ نامی سے ملاقات ہوئی اوس راہب نے آپؐ کے چہرہ مبارک سے آثار عظمت و جلالت اور اعلی درجہ کے کمالات عقلی اور محامد اخلاق دریافت کرکے کہا کہ یہ لڑکا اپنے ملک کا آزاد کنندہ اور اپنے اہل وطن کا نجات دھندہ ہوگا - اور اوسنے اپنا یہ اعتقاد ابو طالب کو سمجھا کر اوسنے کہا کہ اس لڑکے کو خوف و خطر اور شر اعدا سے بہت بچانا

تھوڑے ہی عرصہ کے بعد فجار کی لڑائیان قریش اور بنی ہوازن مین شروع ہوگئین اور رک رک کر نو برس تک ہوتی رہین - انہین سے دو لڑائیون مین آنحضرتؐ کو سن شریف کل چودہ پندرہ برس کا تھا اپنے چچا کے ساتھ گئے اور کعبہ شریف کی جوانمرد اور وطن دوست متولی و محافظ کا لائق پوتا اپنے تئین کر دکھایا[۳] -

[۱] طبری نے اپنی تاریخ جلد ۲ صفحہ ۲۴۳ مین اور ابن الاثیر نے اپنی تاریخ جلد ۲ صفحہ ۲۶ مین لکھا ہے کہ جب یہ اجرا گذرا اوسوقت آپؐ کا سن شریف کل نو برس کا تھا مگر ابو الفدا نے تیرہ برس کی عمر لکھی ہے ۱۲ - مولف

[۲] تاریخ ابن ہشام صفحہ ۱۱۵-۱۱۷ - اور تاریخ ابن اثیر جلد ۲ صفحہ ۲۶-۲۷ - اور تاریخ طبری جلد ۲ صفحہ ۲۴۵ ملاحظہ ہو ۱۲ مولف

[۳] تاریخ ابن ہشام صفحہ ۱۱۷ - اور تاریخ طبری جلد ۲ صفحہ ۲۴۰ - اور تاریخ ابو الفدا صفحہ ۱ - ملاحظہ ہو - ۱۲ مؤلف

اس زمانہ سے پچیس برس کی عمر تک آپؐ پھر کسی معرکہ میں شریک نہیں ہوئے
آپکی خلق و محبت اور وفا شعاری اور دیانت داری اور راستبازی اور بے عیب
کردار و رفتار سے آپؐ کے اہل وطن آپؐ کے دوست اور خیر خواہ ہو گئے اور آپؐ کا
لقب الامین ہو گیا۔ پچیس برس کی عمر مین آپؐ نے پھر دوبارہ سفر شام کیا اور
اپنے ہم قبیلہ خدیجہؓ کا اسباب تجارت لیکر اوس ملک مین تشریف لے گئے۔ اور خدیجہؓ
ایک متمول بی بی قریش کی قوم سے تھین۔ جو خدمت آپؐ کے سپرد کیگئی تھی اوسکو
آپؐ ایسی دانشمندی اور ایمانداری سے بجا لائے کہ خدیجہ کے دل مین آپکی جگہ
ہو گئی اور نہایت ممنون و شکر گذار آپکی ہوئین۔ آخر کو آپؐ کی شادی حضرت
خدیجہ کے ساتھ قرار پائی اور نکاح ہوا جس سے سب خوش ہوئے اور سب نے
پسند کیا۔ عروس کو جنکے والد خویلد فجار کی لڑائیون مین مارے گئے تھے یا اوس سے پیشتر مر چکے تھے
اونکے چچا عمرو ابن اسد نے رخصت کیا۔

اس عقد سے آنحضرت کی وقعت اپنے اہل وطن مین زیادہ ہو گئے۔ آپؐ
اپنی زوجہ کے عاشق زار تھے اور بکمال لطف و شفقت اونکے حال کے نگران
رہتے تھے۔ اور اونکی معاملات کا انتظام اور اونکے حقوق کا تحفظ نہایت دانشمندی
اور دور اندیشی کے ساتھ فرماتے تھے۔ جب آپکے دایہ حلیمہ خاتون نے حاضر ہو کر

سلہ ابن الاثیر نے اپنی تاریخ جلد ۲ صفحہ ۲۸ مین اس باب مین صاف صاف لکھدیا ہی قولہ ان الذی زوجها عمها وان اباها مات قبل الفجار قال الواقدی وهو الصحیح ان اباها توفی قبل الفجار
باوجودیکہ ابن الاثیر اور اور معتبر مورخین اسلام نے مثل ابن ہشام وغیرہم کے صاف یہ امر لکھدیا ہی تاہم سر ولیم میور صاحب نے
ڈاکٹر ویل اور ڈاکٹر سپرنگر کے معاندانہ اور بیجا تاویل کو تسلیم کر لیا ہی جو اونھون نے آنحضرتؐ اور خدیجہؓ کے عقد کے
باب مین کی ہی اور صرف اسوجہ سے تسلیم کر لی ہی کہ وہ تاویل خلاف قیاس ہے اور آنحضرتؐ کی توہین کا باعث ہے۔ (میور صاحب
کا تذکرہ پیغمبر اسلام جلد ۲ صفحہ ۲۴ و ۲۵۔ اور حاشیہ ملاحظہ ہو) اس امر کا انفصال مین ناظرین کی رائے پر چھوڑتا ہون
کہ آیا سر ولیم میور صاحب کا قول منصفانہ ہے یا متعصبانہ۔ اب رہا یہ امر کہ خویلد فجار کی لڑائیون مین شریک تھے اوس زمانہ فوج تھی
مورخ کو یہ یاد رکھنا چاہیے کہ یہ لڑائیان ۴ برس تک ہوا کین ۱۲۔ مؤلف

اپنے افلاس کا حال آپ سے عرض کیا تو آپؐ نے خدیجہ سے اونکی سفارش کی اور خدیجہ نے اوس زن بیر ئیدہ تیہ کو چالیس بھیڑون کا گلہ دیدیا۔ جبتک خدیجہ زندہ رہین آپؐ تعدد ازدواج کے رسم سے جو عرب مین رائج تھا کبھی متمتع و مستفید نہین ہوئے[1] خدیجہ کی حین حیات آپؐ کو جو محبت اونکی ساتھ تھی اوسمین کبھی لغزش نہین ہوئی۔ اور بعد اونکی وفات کے جب وہ آپؐ کو یاد آئین آپؐ پر اوسوقت بڑی رقت طاری ہوئی۔ جب خدیجہ کی شکر گذاری اور محبت سے آپؐ نے افکار دنیا سے نجات پائی تو مراقبہ اور یاد الٰہی مین ہمہ تن مصروف ہو گئے۔

اسوقت تک آنحضرتؐ دنیا کے حال سے ناواقف تھے۔ اب آپؐ نے اپنی اہل وطن[2] مین اسطرح سے ایک نام پیدا کر لیا کہ ایک قدیم سازش کو جسے حلف الفضول کہتے ہین اور جو قدیم زمانہ مین اس غرض سے ہوئی تھی کہ اندرون دیوار ہاے مکہ شرور اور بدعتین نہونے پائین دوبارا قائم کرنے مین آپ نے بخوبی شرکت اور اعانت کی۔ ایسے ایسے ظلم اور بدعتین روز روشن مین ہوتی تھین کہ ہر شخص جسمین ذرا بھی بو انسانیت کی پائی جاتی تھی حیران و پریشان اور انگشت بدندان ہوتا تھا۔ ان بدعتون کے انسداد کے لیے اہل مکہ کے چار پانچ[3] بڑے بڑے خاندانون نے ضعفائ اور مظلومین کی حفاظت کے واسطے ایک جدید معاہدہ باہم کیا۔ اس سازش مین آنحضرتؐ ایک بہت بڑی محرک و مؤید تھے اور آپؐ ہی کی حسن سعی سے حلف الفضول دوبارا قائم ہوئی۔

[1] تاریخ ابوالفدا جلد ا صفحہ ۹ ملاحظہ ہو ۱۲۔ مؤلف [2] تاریخ ابن ہشام صفحہ ۱۲۰۔ ملاحظہ ہو ۱۲ مؤلف
[3] یعنے بنی ہاشم جس خاندان سے خود آنحضرتؐ تھے اور بنی مطلب اور بنی اسد اور خاندان زہرہ ابن کلاب اور تیم ابن مرۃ ۔ تاریخ ابن الاثیر جلد ۲ صفحہ ۲۹۔ اور تاریخ کاسن ڈی پرسول جلد ا۔ صفحہ ۳۳۰ ۔ ۳۳۴ ۔ ملاحظہ ہو ۱۲ مؤلف

پینتیس برس کی عمر مین آپ نے ایک بہت بڑی مشکل کو حل کیا — وہ مشکل
یہ تھی کہ جب کعبہ دوبارہ تعمیر ہونے لگا تو اسمین تکرار ہوئی کہ حجر الاسود کہان پر رکھا
جاے اور قبائل عرب مین اسپر ایسا جھگڑا ہوا کہ باہم جدال و قتال کا خوف ہوا
اور اسی زمانہ مین آپ نے ایک ایسا کارنمایان حب الوطن کا کیا جو ہمیشہ تاریخ
مین یادگار رہیگا اور جس سے ہمارے سب مورخون نے سواے ابن خلدون کے
چشم پوشی کی ہے — ہنوز کعبہ دوبارہ تعمیر نہ ہو چکا تھا کہ آپ نے مکہ معظمہ کو اوس
خفیہ سازش سے بچالیا جو اوسکی خودسری اور آزادی مٹانے کے لیے کیگئی تھی —
عثمان ابن حویرث ایک عرب نصرانی تھا جسنے قسطنطنیہ کے دربار قیصری مین
دین مسیحی قبول کرلیا تھا اور قیصر روم سے مال و زر لیکر حجاز مین آیا تھا تاکہ مکہ مین
یونانیون کی عملداری کرادے — اوسکا ارادہ ظاہر ہوگیا اور وہ سازش ناکام رہی
اور یہ خاص آنحضرت صلعم کے حسن سعی سے ہوا — مغربی قومین اپنے اہل یورپ ان
واقعات کی اسقدر تعریف کرتے ہین کہ سنتے سنتے آدمی کا دل اوب جاتا ہے کہ
سیسرو[1] نے کٹالاین کے فریب کو ظاہر کردیا اور برٹوس[2] نے اپنے محسن و مربی
جولیس قیصر کو قتل کرڈالا یا اتھنس[3] کے دو نوجوان قتل عمد کے مرتکب ہوے اور
ان واقعات کو کہتے ہین کہ یہ بہت بڑے کارنمایان آزادی کی تاریخ مین ہوے
ہین — مگر پیغمبر اسلام نے جو اپنے مولد و موطن کو قسطنطنیہ کے قیصران ظالم و خودسر
کے زیر حکومت ہوجانے سے بچایا تو ایسا امر عظیم کیا کہ بنی آدم کے دائمی و ابدی شکرگذاری
کے مستحق ہوگئے — پس اسطرح سے آنحضرت صلعم اپنے ملک کی خدمتگذاری ایسی جانفشانی

---

[1] تاریخ کاسن ڈی پرسول جلد ۱ صفحہ ۳۳۵ — اور سید صاحب کا تذکرہ پیغمبر اسلام جلد ۲ صفحہ ۴۴ — ملاحظہ ہو ۱۲ مؤلف

[2] یہ ایک بہت بڑا نامی و گرامی خطیب رومی تھا ۱۲ مترجم — [3] یونان کے قدیم پایہ تخت کا نام ہے ۱۲ مترجم

سے کر چکے تھے - اور آپؐ نے اپنے عم نامدار ابو طالبؑ کا بار منت و احسان اسطرح اپنی گردن سے اوتارا کہ اونکے فرزند ارجمند (حضرت) علیؑ کو خود تعلیم و تربیت کیا ابو طالبؑ کثیر الاولاد تھے اور اتنی مقدرت نہ رکھتے تھے کہ اوسطرح اونکی پرورش و پرداخت کرتے جیسا اونکے شایان مرتبہ تھا - آنحضرتؐ جو خدیجہ سے عقد کرکے متمول ہوگئے تھے اور عباس ابن عبد المطلب یہ دو شخص سب اہل مکہ سے زیادہ مستغنی تھے جب اوس ملک مین شدید قحط پڑا تو آپ نے اپنے چچا عباس کو سمجھایا کہ ابو طالبؑ کے بیٹون مین سے ایک بیٹے کو آپ متبنیٰ بنائین اور ایک بیٹے کو مین متبنیٰ بناؤنگا پس عباس نے جعفر ابن ابو طالب کو اور آنحضرتؐ نے علیؑ ابن ابیطالب کو اپنا فرزند بنایا - اور عقیل ابن ابیطالبؑ اپنے والد کے پاس رہے -

آپؐ کے سب بیٹے صغیر السن مر گئے تھے - مگر (حضرت) علیؑ کی محبت مین آپؐ اپنے فرزندون کے غم کو بھول گئے اور اونکا عقد اپنی دختر نیک اختر فاطمہؑ کے ساتھ کر دیا جس سے محبت و جان نثاری کا سلسلہ طرفین سے خوب مضبوط و مستحکم ہو گیا -

قریب اسی زمانہ کے آپؐ نے اپنے اہل وطن پر اپنی رحیمی و کریمی ایسی ظاہر کردی اور ایسی انسانیت و مروت کو کام فرمایا جسکا عدیل و نظیر تاریخ عالم مین درج نہین ہوا ہے - ایک نوجوان عرب زید ابن حارث کو ایک قبیلہ مخالف نے اسیر کرکے حضرت خدیجہؓ کے ایک بھتیجے کے ہاتھ بیچڈالا اوسنے اوسے خدیجہ کو نذر دیا - آنحضرتؐ کو اوس غلام عربی کے غربت پر ترس آیا اور خدیجہ سے فرمایا کہ اسے مجھے دیڈالو -

---

لہ تاریخ ابن ہشام جلد ۱ - صفحہ ۱۰۹ - اور تاریخ طبری جلد ۲ - صفحہ ۳۹۶ - اور تاریخ ابن الاثیر جلد ۲ صفحہ ۲۴ - ملاحظہ ہو ۱۲ - مؤلف -

اور اوسکو لیکر اوسیوقت آزاد کردیا - کچھ دنون بعد زید کا باپ جو اپنے بیٹے کا مشتاق
تھا مکہ مین آیا کہ دیت دیکر اوسکو چھوڑالے - آنحضرتؐ نے زید سے فرمایا کہ تجھے اختیار
ہے کہ میرے پاس رہ یا اپنے باپ کے ساتھ چلا جا - مگر زید نے اپنے محسن کے ہمراہ
رہنا پسند کیا - لیکن جس حال مین آپ تھے خواہ ایسی اپنی خانگی کے کامون مین
مصروف تھے خواہ اپنے ہم وطنون کو اعدا کی تدبیرین باطل کرنے مین مدد دیتے تھے
خواہ امور عامہ خلائق کے طے کرنے مین مشغول تھے آپ کا دل ہمیشہ اور ہر وقت
اپنی اُمت کی اصلاح حال مین لگا رہتا تھا - آپ نے جو دو سفر ملک شام مین کئے تھے
تو ایسی ایسی اخلاقی عیوب اور تمدنی خرابیان مشاہدہ فرمائی تھین جو قیاس سے باہر
ہین - خود اپنے ہی ملک پر جو نظر کی تو اپنے اُمت کو جہالت و ضلالت کے دریا مین
ڈوبا ہوا پایا - آپ کا رحیم و کریم دل بندگان خدا کو ایسی ذلیل حالت مین دیکھکر
خون کے آنسو رویا - ایک ناصح مُلہم کے چشم بصیرت سے آپ نے دیکھ لیا کہ میری
اُمت کی تمدنی اور ملکی ترقی کی سب امیدین اسپر موقوف ہین کہ اسکے اخلاق مین
اصلاح کیجائے -

خواہ عیال و اطفال مین رہتے تھے خواہ خلوتکدہ مین ہر وقت اور ہر جگہ آپ
مراقبہ مین مصروف رہتے تھے اور تنہائی اور خلوت گزینی کے تو آپ عاشق تھے -
ہر سال ماہ رمضان مین آپ اپنے عیال و اطفال کے ساتھ کوہ حرا پر بسر فرماتے تھے
اور اپنی اوقات عزیز عبادت خدا اور غربا و مساکین کی خبرگیری اور تواضع مین گذارتے تھے

---

۱ تاریخ ابن ہشام صفحہ ۱۶۰ - ۱۶۱ - اور تاریخ کاسن ڈی پرسول جلد ۱ صفحہ ۳۴۰ - ۳۴۷ - ملاحظہ ہو ۱۲ مولف

۲ تاریخ ابن ہشام صفحہ ۱۰۲ - اور تاریخ ابن الاثیر صفحہ ۳۴ - اور تاریخ ابو الفدا صفحہ ۱۲ - اور تاریخ طبری جلد ۲ - صفحہ ۳۹۱ - ملاحظہ ہو - طبری نے ماہ رجب کو لکھا ہے ۱۲ - مولف -

اس پہاڑی پر آپ ساری ساری رات مراقبہ اور یاد الٰہی مین مصروف رہتے تھے اور اوس خالق عالم کے تصور مین رہتے تھے جو کسیکو دکھائی نہین دیتا مگر سب مین ساری وطاری ہے - روحانی شاعری اس سے زیادہ کیا ہوگی کہ لکھا ہے کہ شجر و حجر آپ کے ساتھ تسبیح و تہلیل کرتے تھے اور آپ کو اوس کار عظیم پر راغب کرتے تھے جو خالق برحق و قادر مطلق نے آپ کو تفویض کیا تھا - ان متبرک اوقات مین آپ وہ مشاہدات قلبی اور ارواح ملائکہ ملاحظہ فرماتے تھے جو کاشف و مبیّن اون اعتقادات حقہ کے تھے جو آپ نے عالم کو تلقین فرمائی - اکثر ایسا ہوا ہے کہ عالم شہود کے تیرہ و تار رستون مین ایک جلیل القدر آدمی کی روح نے کچھ قوتون کا ادراک کیا ہے جو غیر متعلق ہین گو غیر مرئی ہون اور اونھین قوتون سے انسان نے بڑی بڑے کارنمایان کئے ہین چنانچہ صموئیل نبی سے لیکر جو اگلے زمانہ مین ایک غیب دان تھا اور زمانہ قدیم کے دود آلود افق کے نیچے کھڑا ہوا کیسی ہولناک پیشین گویان کر رہا ہے حضرت عیسیٰ تک جو صحرا مین کھڑے ہوے اپنی اُمت کے انجام بد اور اپنے کام کی عظمت مین غور و غوض کر رہے ہین اور خداے برحق کے کلام پاک کو بگوش ہوش سُن رہے ہین اور حضرت عیسیٰ سے آنحضرت ؐ تک جو جبل حرا پر اپنے خلوتکدہ مین مصروف مراقبہ ہین ان قوتون کا سلسلہ برابر جاری رہا اور کبھی نہین ٹوٹا شب دیجور کے سناٹے مین اور سحر کے خوش آیند خاموشی مین اور عین خلوت و تنہائی مین جب کوئی ہمدرد

۵۱ تاریخ ابن ہشام صفحہ ۱۰۱ - ۱۰۲ ملاحظہ ہو ۱۲ مؤلف ۵۲ پولوس حواری کو جو کثرت سے رویا اور الہامات ہوا کیئے وہ بھی اسی سلسلہ مین داخل ہین گو اسٹراس صاحب اپنی تذکرۂ عیسیٰ مسیح جلد ۱ صفحہ ۱۴۷ مین فرماتے ہین کہ پولوس حواری کو جو رویا اور الہامات ہوے وہ مرض کے دورہ کے اوقات مین ہوتے تھے اور وہ مرض غالباً صرع تھا جسکا ذکر خود حواری موصوف نے اپنے کلام مین کیا ہے ۱۲ - مؤلف

انسان قریب نہ تھا ایک صدا آسمان سے بادِ صبا کی خفیف سی جھونکے کیطرح آپ کے
کان مین آئی کہ کوئی کہہ رہا ہے کہ "تو ہی وہ شخص ہے۔ تو ہی پیغمبر خدا ہے" یا عالم
خواب مین ہاتف غیب کی ندا آئی کہ "پڑھ اپنے پروردگار کے نام سے" ایسے
وقت مین نفس پر ایسا زور پڑا کہ اوسنے ایک خواب کی کیفیت پیدا کی اور ارواح
آسمانی نظر آئی جو خداوند عالم اور انسان کے درمیان پیامبری کرتے ہین چنانچہ
ایک عالم کا قول ہے کہ "خداوند برحق اپنے پیغمبرون کو خود پسند کر لیتا ہے اور
اونسے ایسی آواز سے کلام کرتا ہے جو صداے رعد سے بھی زیادہ بلند و قوی ہے۔
یہ وہی صداے باطنی ہے جس سے خدا ہم سب سے کلام کرتا ہے۔ ممکن ہے کہ
وہ صدا اتنی خفیف ہو جاے کہ اچھی طرح سنائی بھی نہ دے اور یہ بھی ممکن ہے کہ
اوسمین سے ربانیت و حقانیت جاتی رہے اور انسانیت آجاے یعنی دنیا دارون
کی زبان ہو جاے اور یہ بھی ممکن ہے کہ برگزیدگان الٰہی کو اوس صدا مین اوسکی
کیفیت اصلی یعنے حقانیت محسوس ہوا اور اونکی گوش حق نیوش تک وہ آواز ہاتف
غیب کی معلوم ہو"

پیغمبر اسلام کا تقرب اور تعلق خداوند عالم سے اوس قسم کا نہ تھا جیسا اون
خود پسندون کو ہوتا ہے جو ترک دنیا کر کے جنگلون بیابانون مین زندہ در گور رہتے
ہین۔ اور صرف اپنی ہی نفس کے لیئے رہبانیت اختیار کرتے ہین۔ بلکہ آپ نے
اسقدر جد و جہد اور سرگرمی و جانکاہی کی تو فقط اسلیئے کی کہ اپنی امت کو قید بت پرستی
سے آزاد کرین۔ آپ کو اپنی بعثت کا حال اوسوقت منکشف ہوا جبکہ آپ کو عین
مراقبہ اور کمال حزن و ملال کے عالم مین اوسی ہاتف غیب کی صدا محسوس ہوئی

لـه یعنی فرشتے ۱۲۔ مترجم عـه یہ قول پروفیسر سیاس ٹیشوار کا نقل کیا ہے ۱۲ مولف

جیسے انبیاء سابقین کو جو آپ کے پیشتر گذرے تھے حکم رسالت سنایا تھا - یعنی پردہ غیب سے صدا آئی کہ اے وہ شخص جو اپنی چادر مین لپٹا ہوا ہے اوٹھ اور تنبیہ کر اور اپنے پروردگار کی بزرگی ظاہر کر[1] -

تب یا غور کیجئے کہ اوسوقت کسقدر قلق اور اضطراب آپؐ کے قلب پر طاری ہوا جیسا کہ حدیث مین وارد ہوا ہے کہ قبل اسکے کہ آپؐ کو اپنی بعثت پر ساتت ہو کیا نہین ہوا اسقدر اضطراب آپؐ کو ہوا کہ قریب تھا کہ اپنے تئین ہلاک کر ڈالین[2] کہ استنے مین ایک صدا آپؐ کے دل سے آئی کہ اس قلق و اضطراب کو دور کر اور بنی آدم کا فرض جو تجھپر ہے اوسکو ادا کر - یہ صدا اوسی پروردگار عالم کی تھی جسنے آپؐ کو اپنی امت کو نجات دینے کے لیے خلعت رسالت عنایت فرمایا تھا

الغرض - یہ آواز غیب سنکر آپؐ اُٹھے اور جس کام کا حکم ہوا تھا اوسکے کرنے پر آمادہ ہوے --- بس اوسوقت سے آپؐ کے تمام عمر بنی آدم کی بہتری کی کوشش مین بسر ہو گئی - کیسی کیسی اذیتین مشرکین کے ہاتھ سے آپؐ کو پہونچین اور کیا کیا توہین و تذلیل ہوئی مگر آپؐ کے پاے ثبات مین لغزش نہ آئی اور آپ وعظ و نصیحت اور تنبیہ و تہدید فرمایا کیے -

پہلے جس شخص نے آپؐ کے رسالت کا اقرار کیا وہ حضرت خدیجہ کبریٰ رضی اللہ عنہا تھین جب آپؐ نے عالم اندوہ و یاس مین اونسے اوس انتشار و اضطرار کی کیفیت بیان کی جو قبل اسکے طاری ہوئی تھی کہ آپؐ کا قلب نور الٰہی سے منور ہو تو خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپؐ کو تشفی دی اور عرض کیا کہ مجھے یقین ہے کہ آپؐ کو خداوند عالم نے اپنے

[1] یا ایہا المدثر قم فانذر و ثیابک فطہر و ربک فکبر - قرآن مجید سورۃ المدثر ۲۹ رکوع

[2] تاریخ ابن الاثیر جلد ۲ صفحہ ۳۵ -- ۳۶ - اور تاریخ طبری جلد ۲ صفحہ ۲۹۲ ملاحظہ ہو - ۱۲ مؤلف

بندون کی ہدایت و اصلاح کے لئے منتخب فرمایا ہے اب جو آپ کی رسالت ظاہر ہوگئی تو سب سے پہلے خدیجہ رض اپنی قوم کی بت پرستی کو ترک کرکے دل سے آپ کا ایمان لائین اور خداے رحمن ورحیم کی عبادت مین بہ صفائی قلب آپ کی شریک ہوئین۔

ابتدا مین آنحضرت نے اپنے دل کا حال صرف اپنے متعلقین سے بیان کیا اور چاہا کہ انکے بزرگون کے اعمال قبیحہ اونسے ترک کرادین۔ حضرت خدیجہ رض کے بعد حضرت علی ع آپ پر ایمان لائے۔ اکثر ایسا ہوتا تھا کہ آنحضرت مکہ کے قرب وجوار کے دیہات کی تنہائی مین اپنی زوجہ اور اپنے عمزادہ کو لیجاکر خداوند عالم کی نعمات لاتعد ولاتحصی کا شکر بجالاتے تھے ایک مرتبہ اثناے رکوع مین ابوطالب نے اونکو دیکھ لیا اور آپ سے پوچھا کہ "اے میرے بھتیجے یہ کس دین کی پیروی تو کر رہا ہے"[1]۔ پیغمبر خدا نے فرمایا کہ "یہ دین خدا کا اور اوسکے ملائکہ اور انبیاء کا اور ہمارے جد امجد ابراہیم خلیل اللہ کا ہے۔ خدا نے مجھکو بھیجا ہے کہ اوسکے بندون کو راہ راست بتاؤن اور آپ اے چچا جان سب سے برگزیدہ بندہ اوسکے ہین۔ پس مناسب ہے کہ مین آپ کو دین حق کیطرف دعوت کرون اور سزاوار ہے کہ آپ اوس دین کو قبول فرماکر اوسکے شایع کرنے مین میری اعانت و رعایت فرمائین"۔ ابوطالب ع نے ایک جوانمرد و کہنہ سال عرب کے طنطنہ سے کہا کہ "اے پسر برادر مین اپنے باپ دادا کے مذہب کو نہین ترک کرسکتا۔ مگر باللہ العظیم جبتک مین زندہ ہون کیا مجال کسیکی کہ تیرا بال بیکا کرسکے"۔ تب اپنے فرزند ارجمند علی ع کی طرف مخاطب ہوکر اوس بزرگوار نے پوچھا کہ تیرا کیا مذہب ہے حضرت علی ع نے عرض کیا "کہ مین ایمان لایا خدا کا اور اوسکے پیغمبر کا اور مین اوسیکا

[1] تاریخ ابن ہشام صفحہ ۱۰۹ — اور تاریخ ابو الفداء صفحہ ۱۲ — ملاحظہ ہو ۱۲ — مؤلف

پیرو ہون" ابو طالب نے فرمایا اوسے فرزند اوسکی پیروی کر کہ وہ تجھے نیکی کیطرف ہدایت کریگا۵۱

تھوڑی مدت کے بعد زید ابن حارث جسنے باوجود آزاد ہوجانے کے آنحضرتؐ کا ساتھ نہین چھوڑا مشرف بہ اسلام ہوا - بعد اوسکے ایک سرآمد گروہ قریش یعنی عبداللہ ابن ابی قحافہ جو بعد ازآن تاریخ اسلام مین بہ لقب ابوبکر مشہور ہوے اسلام سے مشرف ہوے - اونکی وجہ سے چند اور اشخاص بھی اسلام لائے اور آنحضرتؐ کو مسلمانون کی تعداد بڑھنے سے خوشی ہوئی - رسول عربیؐ کے سوانح عمری مین ایک یادگار واقعہ جو نہایت قوی دلیل اونکے احکام کے الہامی ہونے کے اور اونکے ایمان کامل اور توکل علی اللہ کے ہے یہ ہے کہ اونکے عزیزان قریب یعنی اونکی زوجہ اور اونکا پیارا چچازاد بھائی اور اونکے مخصوص و واقف کار اصحاب اونکے رسالت کا اعتقاد کامل اور اونکے ملہم من اللہ ہونے کا یقین واثق رکھتے تھے یہ لوگ اونکے حال سے خوب واقف تھے - اور اونکے ساتھ رہتے تھے اور اونکے حرکات و سکنات کے نگران رہتے تھے اور یہی سب سے زیادہ سچے اور وفادار پیرو اونکے تھے - اگر یہ مرد اور عورتین جو نہایت شریف القوم اور فہمیدہ و سنجیدہ تھین اور دریاے جلیل۵۳ کے ماہی گیرون۵۴ سے زیادہ یقیناً جاہل و عامی نہ تھین ذراسی علامت بھی دنیا داری یا مکر و زور یا عدم ایمان کی اپنے پیغمبر مین پاتین تو آنحضرتؐ کو جو تہذیب اخلاق اور اصلاح بنی آدم کی امیدین تھین وہ سب دم بھر مین خاک مین

۵۱ تاریخ ابن ہشام صفحہ ۱۵۹ - ۱۶۰ - اور تاریخ ابن الاثیر جلد ۲ صفحہ ۴۲ - ۴۳ - اور سر ولیم میور صاحب کا تذکرہ پیغمبر اسلام جلد ۲ صفحہ ۹۹ ملاحظہ ہو ۱۲ مؤلف ۵۲ ایک مورخ نے لکھا ہی کہ اسلام لانے سے پیشتر ابوبکر کا نام عبدالکعبہ تھا ۱۲ مؤلف ۵۳ یہ دریا ملک شام کے صوبہ یہودیہ مین ہے اور اسکے کنارے حضرت عیسیٰ اور حواریین گشت کیا کرتے تھے ۱۲ مترجم - ۵۴ یعنے حواریین حضرت مسیحؑ ۱۲ - مولف

ملحاتین۔ اونھون نے آپ ہی کی خاطر کیا کیا مصائب اور صدمات اُٹھائے اور کیسے کیسے عقوبات جسمانی اور آلام روحانی کے متحمل ہوے اور اپنے قوم و قبیلہ خارج کردیے گئے یہانتک کہ موت تک گوارا کی۔ کیا وہ ایسا کرتے اگر ذرا بھی علامت ارتداد کی اپنے پیشوا مین پاتے لیکن اگر یہ لوگ ایسا اعتقاد قلبی اور ایمان کامل آپ کے رسالت پر نہ لاتے تو بھی یہ کوئی دلیل اسکی نہین ہوسکتی کہ اسکا کوئی انکار یا اسمین کوئی شبہ کرسکے کہ بہت بڑا کام آپ نے دنیا مین کیا اور آپ صاف باطن اور پاک اعتقاد تھے۔ اب خود حضرت عیسیٰ کو دیکھیے تو اپنے خویشان قریب سے اونکی کچھ نہ چلی۔ اونکے بھائی اوخیر ہرگز نہ ایمان لائے بلکہ ایک دفعہ تو یہ نوبت پہونچی کہ اونھون نے حضرت مسیح کو مسلوب الحواس سمجھکر چاہا کہ گرفتار کرلین۔ بلکہ حوارئین بھی اپنے اعتقادات مین راسخ نہ تھی۔ شاید یہ مزلت قدم اور ضعف اعتقاد اونکی قصور عقل سے پیدا ہوا ہو یا خود حضرت عیسیٰ کے اقوال مین اختلاف سے پیدا ہوا ہو جیسا بشپ ملمین صاحب کی بات ہے لیکن اسکے واقعیت کا انکار نہین ہوسکتا۔ آنحضرت صلعم کے اقربا اور اصحاب کا راسخ الاعتقاد اور کامل الایمان ہونا سب سے زیادہ شہادت قطعی آپ کے صدق نیت اور حقیت مذہب کی ہے۔

یوحنا کی انجیل باب ۷۔ آیت ۵ ملاحظہ ہو ۱۲ مؤلف حالانکہ انھین لوگون کو حضرت عیسیٰ نے بہ ترجیح اپنی والدہ اور بھائیون کی مان اور بھائی فرمایا ہے۔ مرقس کی انجیل باب ۳۔ آیت ۲۱ اور متی کے انجیل باب ۱۲ آیت ۴۶۔ ۴۸۔ اور مرقس کی انجیل باب ۳۔ آیت ۳۲۔ ۳۳ ملاحظہ ہو ۱۲ مؤلف

ملمین صاحب کی تاریخ دین مسیحی جلد ۱ صفحہ ۲۵۴۔ ۲۵۵ ملاحظہ ہو ۱۲ مؤلف

سر ولیم میور صاحب نے اسکا اقرار نہایت قطعی طور سے کیا ہے اور فرمایا ہے کہ حوارئین خوف و خطر کی آہٹ پاتے ہی فرار ہوے سر ولیم میور صاحب کا تذکرہ پیغمبر اسلام صفحہ ۲۷۴ ملاحظہ ہو ۱۲ مؤلف

تین برس تک آپؐ نے خفیہ کوشش کی کہ اپنی امت سے بت پرستی کو چھڑوا دین
آخر الامر آپؐ نے چاہا کہ اپنے تمام اہل قبیلہ کو اپنے گھر مین جمع کر کے اپنی رسالت
کے مقاصد اونکو سمجھائین۔ وہ سب حاضر ہوئے مگر ابو طالب کو طعنہ[1] دیا کہ تمہارا
فرزند محمدؐ پر کیا جان نثاری کر رہا ہے۔ جب اپنے اہل قبیلہ اور بنی عم پر بھی
اثر آپؐ کے موعظہ کا نہوا تو آپ نے علانیہ سب کو تلقین کرنا شروع کیا۔ لکن
اسمین بھی بہت کم کامیابی حاصل ہوئی۔ آپؐ نے قریش کے بتون کی اسقدر مذمت
کی اور اونکو ایسی تنبیہ و تہدید کی اور اونکے طریقہ عبادت کو کہ نہایت قبیح و مذموم
تھا ایسا زور و شور سے رد کیا کہ اونکو اسطرح طیش آگیا جیسا حضرت عیسیٰ کی
زجر و توبیخ سے علماء یہود کو غصہ آگیا تھا۔ کفار قریش[2] نے کئی مرتبہ ابو طالب
کو سفیرون کے ذریعہ سے کہلا بھیجا کہ اپنے بھتیجے کو منع کیجئے کہ ہمارے دین
کو علانیہ رد نہ کیا کرین۔ پہلے تو ابو طالب نے سفیران قریش کو اپنی شیرین کلامی
سے ٹالدیا۔ لکن جب آپؐ نے اونکے بتون کے عیوب کی اظہار مین اور زیادہ
اصرار فرمایا تو اونھون نے آپؐ کو کعبہ سے نکالدیا جہان آپؐ موعظہ فرماتے تھے
اور سب اکٹھا ہو کر ابو طالبؑ کی خدمت مین آئے۔ اور عرض کیا کہ "وہ ہم آپؐ کو

[1] تاریخ ابن الاثیر جلد ۲ صفحہ ۴۴-۴۷ - ا تاریخ ابو الفداء صفحہ ۱۵-۱۶ وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ قرآن مجید سورۃ الشعراء آیت ۲۱۴-

[2] تاریخ طبری جلد ۲ صفحہ ۴۰۶ ملاحظہ ہو - اس مورخ کے نزدیک یہ آیات قریب اسی زمانہ کے نازل ہوئی تھی - قُلْ اِنَّمَا یُوْحٰی اِلَیَّ اَنَّمَا اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ اٰذَنْتُكُمْ عَلٰی سَوَآءٍ وَاِنْ اَدْرِیْ اَقَرِیْبٌ اَمْ بَعِیْدٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ اِنَّهٗ یَعْلَمُ الْجَهْرَ مِنَ الْقَوْلِ وَیَعْلَمُ مَا تَكْتُمُوْنَ وَاِنْ اَدْرِیْ لَعَلَّهٗ فِتْنَةٌ لَّكُمْ وَمَتَاعٌ اِلٰی حِیْنٍ قٰلَ رَبِّ احْكُمْ بِالْعَدْلِ وَرَبُّنَا الرَّحْمٰنُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰی مَا تَصِفُوْنَ

قرآن مجید سورۃ الانبیاء آیات ۱۰۹ – ۱۱۲ –

بہیر السن اور جلیل القدر جانکر آپ کا اعزاز واکرام کرتے تھے [illegible]
اعزاز واکرام کے بھی آخر کچھ حدود پایان ہے - یہ تحقیق [illegible]
کسیطرح گوارا نہین ہے کہ آپ کے بھتیجے ہمارے معبودوں [illegible]
اور ہمارے اباءواجداد کی مذمت کرتے ہین - آپ [illegible]
اس فعل سے باز رکھین یا خود اونکے شریک ہو جائیے تاکہ [illegible]
جھگڑے کو یا ہم لڑکر طے کرلین اور یہانتک جنگ ہو کہ [illegible]
ایک فریق فنا ہو جائے - ،، یہ کہکر وہ چلے گئے ابوطالب [illegible]
کو اپنی قوم سے علحدہ ہوجانا منظور نہ تھا نہ یہ گوارا تھا کہ [illegible]
مشرکین کے دست نجس مین چھوڑدین - اونھون نے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بلاکر قریش کی تقریر بیان کی اور [illegible]
کہ اس کام سے باز آئیے جو آپ نے اختیار کیا ہے - آنحضرت
یہ سمجھے کہ چچا اپنا دست شفقت میرے سر سے اوٹھایا چاہتے ہین -
مگر اوسوقت بھی آپ کے ارادہ مین فرق نہین آیا - اور آپ نے بکمال
استقلال فرمایا کہ - ،، اے چچا اگر یہ لوگ آفتاب کو میرے داہنے طرف
اور ماہتاب کو میری بائین جانب لے آئین اور مجھکو اس کام سے
ترک کرنے پر مجبور کردین بہ تحقیق مین اس سے باز نہ رہونگا تابکہ
دین خدا ظاہر وآشکار ہو جاوے یا مین ہی اس کوشش
مین ہلاک ہو جاؤن - ،، مگر اپنے ساتھ حافظ سے

ؔ تاریخ ابن الاثیر جلد ۲ - صفحہ ۴۷ - اور تاریخ ابن ہشام صفحہ ۱۶۷-۱۶۸
ملاحظہ ہو ۱۲ - مؤلف

جدائی کا سخت صدمہ[۵۱] آپ کو ہوا - اور آپ آبدیدہ ہوکر رخصت ہونے لگے اوسوقت ابو طالبؑ نے چلاکر کہا کہ "اے میرے بھائی کے بیٹے تو جو چاہے سو کہہ - قسم خدا کی مین تجھے ہرگز ہرگز نہ چھوڑونگا"[۵۲] قریش نے پھر کوشش کی کہ ابو طالبؑ کو سمجھا بوجھاکر اونکے بھتیجے کو لے لین - اور اونکے مبادلہ مین ایک نوجوان ادمی کو بنی مخزوم مین سے دینے کو کہا مگر کچھ پذیرا نہوا - ابو طالبؑ نے صاف[۵۲] کہدیا کہ ہرچہ بادا باد مین اپنے بھتیجے کی نصرت وحمایت ضرور کرونگا - اس سے قریش کی آتش غضب اور زیادہ افروختہ ہوے اور اونھون نے پھر ایذا رسانی کی دھمکی دینی شروع کی - اوس بزرگوار (ابو طالبؑ) نے آنحضرتؐ کے اقربا یعنے بنی ہاشم کو غیرت دلائی کہ اپنے قبیلہ کے ایک معزز وممتاز شخص کو شر اعدا سے بچاؤ اور مخالف قبائل کے تیر حسد کا نشانہ نہونے دو - ابو طالب کی اس استدعا کو سب بنی ہاشم نے قبول کیا سوائے ابولہب[۵۳] کے -

---

۵۱ سرولیم میور صاحب کا تذکرہ پیغمبر اسلامؐ جلد ۲ صفحہ ۱۶۳ - ملاحظہ ہو ۱۲ مؤلف -

۵۲ تاریخ ابن ہشام صفحہ ۱۶۹ - اور تاریخ ابن الاثیر جلد ۲ صفحہ ۴۸ ملاحظہ ہو ۱۲ - مؤلف

۵۳ اس مشرک کی بی بی ام جمیل کو قرآن مجید مین حمالۃ الحطب اسواسطے لکھا ہے کہ یہ عورت اون مقامات پہ جہان آپ عبادت اور مراقبہ کرنے کو تشریف لیجاتے تھے کانٹے بچھا دیتی تھی ۱۲ - مؤلف -

مگر قریش کو روز بروز زیادہ طیش آتا گیا اور اگرچہ ابتداءً آپنا بوجہ آپ کے
رعب اور سطوت سے اتنا ہوا کہ آپؐ کے قتل کی کوشش کفار قریش نہ کرسکے
مگر آپؐ کو اور صحابہ کبار رض کو طرح طرح کی ذلتین اور اذیتین پہونچانے لگے —
جہان آپؐ جاتے تھے وہان وہ بھی پہونچتے تھے اور جب آپؐ اور آپ کے صحابہ
نماز مین مصروف ہوتی تھے اوسوقت پتھر مارتے تھے اور جب آپؐ ... نماز پڑھتے
تھے اوسوقت غلیظ پھینکتے تھی — اور کعبہ کے قریب آپؐ کو نماز نہ پڑھنے دیتے تھے
الغرض اونھون نے ایذارسانی کا ایک سلسلہ قائم کرلیا تھا اور ہر ایک خاندان
نے اپنا ذمہ کرلیا تھا کہ اس نئے مذہب کو گلا گھونٹ کر مار ڈالین گے — ایک
پہاڑی جسکا نام رمضا ہے اور ایک مقام جسکو بطحا کہتے ہین شدید ظلم و تعدی
کے گھر ہوگئے — جن مردون اور عورتون کو قریش نے دیکھا کہ بت پرستی
چھوڑے دیتے ہین اونکو جلتی ہوے ریگستان مین چھوڑ دیا اور جب وہ بھوک
اور پیاس کے مارے مرنے لگے تو اونسے کہا کہ یا ان بتون کو پوجو یا مرجانا
قبول کرو — بعض اونمین سے مرتد ہوگئے مگر اکثر مسلمین و مسلمات اپنے دین
و ایمان مین ثابت قدم رہین — مشرکین قریش نے یاسر اور اونکی زوجہ سمیعہ
کو انواع عقوبات سے قتل کیا اور اونکے بیٹے عمار کو سخت اذیتین پہونچائین
اکثر آنحضرتؐ نے بچشم خود دیکھا کہ اصحاب وفادار پر کیسی کیسی ظلم و ستم ہورہی ہین
اور اون مصائب و آلام کا تحمل اونھون نے اوسطرح کیا جیسا شہیدان راہ خدا کو

سلہ تاریخ ابن الاثیر جلد ۲ صفحہ ۵۰ اور تاریخ ابن ہشام صفحہ ۲۰۵ — اور اس باب کے
آخر مین جو حاشیہ لکھا ہے وہ ملاحظہ ہو ۱۲ مؤلف —

زیادہ ہے - کہ ابتداء اسلام مین صرف یہی لوگ نہین شہید ہوئے جسطرح فرلیسیون
نے حضرت عیسیٰ کو مال دنیا کے طمع دلائی تھی اسیطرح قریش نے بھی آپ کی خدمت مین
حاضر ہوکر دنیاوی عزت اور دنیاوی عظمت کی طمع آپ کو دے کر راہ حق کو
چھوڑ دین - چنانچہ راوی کہتا ہے کہ ایک روز آپ مسجد حرم مین بیٹھے ہوئے تھے
اور آپ سے تھوڑی دور ایک گروہ صنادید قریش کا تھا اونمین سے عتبہ ابن ربیعہ
نے آپ کے قریب آکر عرض کیا کہ "اے پسر برادر تو صاحب اوصاف حمیدہ اور
عالی خاندان ہے - مگر اب تو نے ہماری قوم مین تخم نفاق بویا ہے اور ہمارے
قبائل مین تفرقہ ڈالدیا ہے - تو ہمارے دیوتاؤن اور دیبیون کی مذمت کرتا ہے
اور ہمارے آبا و اجداد کو کافر اور بت پرست بتاتا ہے - اب ہم ایک بات تجھسے
کہتے ہین - خوب سوچکر جواب دے کہ آیا اسکو قبول کر لینا تیرے حق مین بہتر
ہوگا" آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ "کہہ اے ابو الولید کیا کہتا ہے مین تیری
بات کو خوب سنونگا" عتبہ نے کہا کہ "ای پسر برادر - اگر تو اس ادعاء رسالت
سے مال و دولت حاصل کرنا چاہتا ہے تو ہم تجھکو اتنی دولت جمع کردینگے کہ
ہم مین سے کسی پاس نہین ہے - اگر تجھکو عزت و وقار حاصل کرنا منظور ہے
تو ہم تجھکو اپنا سردار اور رئیس بنائین گے اور کوئی بات بے تیرے نہ کرینگے
اگر تجھکو بادشاہت مطلوب ہے تو ہم تجھکو اپنا پادشاہ بنائین گے اور اگر شیطان
تجھپر غالب آگیا ہے تو ہم اطباء کو بلائین گے اور اونکو مال دیکر تیرا علاج کرائین گے"
جب عتبہ کی تقریر تمام ہوئی تو آپ نے پوچھا کہ - "یا ابا الولید تیرا کلام تمام ہوا"
اوسنے کہا - "ہان یا محمد" آپ نے فرمایا اب میری سن بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ تَنْزِيْلٌ
مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ كِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا

فَأَعْرَضَ أَكْثَرُهُمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُونَ وَقَالُوا قُلُوبُنَا فِي أَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُونَا إِلَيْهِ وَفِي
آذَانِنَا وَقْرٌ وَمِن بَيْنِنَا وَبَيْنِكَ حِجَابٌ فَاعْمَلْ إِنَّنَا عَامِلُونَ قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ
مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰ إِلَيَّ أَنَّمَا إِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ فَاسْتَقِيمُوا إِلَيْهِ
وَاسْتَغْفِرُوهُ وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِينَ الَّذِينَ لَا يُؤْتُونَ
الزَّكَاةَ وَهُم بِالْآخِرَةِ هُمْ كَافِرُونَ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا
الصَّالِحَاتِ لَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُونٍ - جب رسول اللہ ﷺ
ان آیات کو پڑھ چکے تو عتبہ سے فرمایا کہ تو نے سنا - اب جیسا تیرے نزدیک
مناسب ہو ویسا کر۔[1]

آپ کے اصحاب وفاداروں پر روز بروز زیادہ شدائد گذرتے تھے جنکو دیکھنے سے
آپ کو بڑا قلق ہوتا تھا لہذا آپ نے اونسے ارشاد فرمایا کہ حبش مین چلے جاؤ
اور وہین رہو تاوقتیکہ قریش کی آتش غضب کچھ فرو ہو - بعض صحابہ نے تعمیل
ارشاد آنحضرت ﷺ فوراً کی اور حبش کو روانہ ہوئے - اونکی تعداد ۱۵ - نفر تھی
اسکو تاریخ اسلام مین ہجرت اولی کہتے ہین اور سال پنجم بعثت آنحضرت ﷺ
(سنہ ۶۱۵ عیسوی) مین یہ واقعہ گذرا - ان مہاجرین کے شریک اکثر اور صحابہ
بھی ہوے جنھون نے راہ خدا مین بڑی بڑی سختیاں اوٹھائی تھین یہانتک
کہ اونکی تعداد ۸۲ یا ۸۳ مرد اور ۱۸ عورتون تک پہونچی[2] - مگر قریش کی
عداوت قلبی نے حبش مین بھی اون بزرگوارون کو چین نہ لینے دیا - قریش
نے نجاشی پادشاہ حبش پاس قاصد بھیجے کہ ان فراریون کو پکڑ کر ہمارے پاس

[1] تاریخ ابن ہشام صفحہ ۱۸۵ - ۱۸۶ ملاحظہ ہو ۱۲ - مؤلف [2] تاریخ ابن ہشام صفحہ ۲۰۸
اور تاریخ ابن الاثیر جلد ۲ صفحہ ۵۸ اور تاریخ ابوالفدا صفحہ ۲۰ ملاحظہ ہو - ۱۲

بھیجدو کہ ہم انکو قتل کرین - اور اونپر یہ الزام قائم کیا کہ اپنے آبائی مذہب کو
ترک کرکے ایک نیا دین اختیار کیا ہے - بادشاہ حبش نے مہاجرین کو طلب کرکے
پوچھا کہ کیا یہ الزام سچ ہے جو دشمنون نے تمپر لگایا ہے - اور اونسے سوال کیا
کہ "وہ نیا دین کیا ہے جسکی خاطر تمنے اپنے باپ دادا کی مذہب کو چھوڑ دیا - اور
نہ ہمارا دین قبول کیا نہ اور کسی قوم کا مذہب اختیار کیا" جعفر ابن ابوطالبؓ
نے کہ حضرت علیؓ کے حقیقی بھائی تھے تمام مہاجرین کی طرف سے نیابتاً یہ کلام
کیا " اے بادشاہ ہم جہالت اور ضلالت کی خندق مین گرے ہوئے تھے - ہم
بتون کو پوجتے تھے اور مُردار کھاتے تھے اور فحش بکتے تھے اور کوئی صفت انسانیت
کی ہم مین نہ تھی اور مراسم مہمان نوازی اور ہمسایہ پرستی سے بالکل نابلد تھے
اور زبردستی کے سوائے کوئی شرع یا قانون نہ جانتے تھے کہ اتنے مین خدا نے
ہمین مین سے ایک ایسے شخص کو پیدا کیا جسکی شرافت نسب اور صدق مقال اور تدین
اور صفائی باطن سے ہم خوب آگاہ ہین - اوسنے ہمکو توحید باری تعالے کی طرف
دعوت کی اور ہمکو یہ تعلیم کیا کہ خدا کا شریک کسیکو نہ گردانو اور بتون کی پرستش نکرو
اور سچ بولا کرو اور امانت مین خیانت نکرو اور اپنے ہم جنسون پر رحم کرو اور حق الجار
اپنے ہمسایہ کے حقوق کی نگہداشت کرو اور عورتون کو برا نہ کہا کرو اور یتیمون کا مال
نہ کھاجاؤ اور گناہون سے بچے رہو اور معصیت پر اقدام نکرو اور نماز پڑھو اور روزہ
رکھو زکوٰۃ دو - ہم اونپر ایمان لائے ہین اور اونکے احکام و نصایح کو قبول کرلیا
علی الخصوص اس حکم کو کہ خدا کی عبادت کرو اور اوسکا کوئی شریک نہ گردانو - اسوجہ
سے ہماری قوم ہمسے خلاف ہو گئی ہے اور ہمپر ظلم و جفا کرتی ہے کہ خداوند عالم کی
عبادت کو ترک کرکے لکڑی اور پتھر وغیرہ کے بتون کی پرستش پھر اختیار کرین

اونھون نے ہمکو ایسی ایسی ایذائین دین کہ ہمکو کہین امان نہ ملی آخر کو تیرے ملک مین آکر امان لی - اب تو ہی ہمکو اونکے ظلم وجفا سے بچا سکیگا ۔ پادشاہ حبش نے قریش کے کہنے کو کچھ نہ سنا اور اونکے سفیر خائب وخاسر مکہ کو پھر گئے -

اسلام کی تاریخ مین اس مقام پر کچھ تامل کرکے اس عبرت انگیز قصہ کے معنی مین غور کرنا لازم ہے جعفر ابن ابوطالب کی اس کلام مین آنحضرت کے کل احکام ونصایح کا ملخص موجود ہے - کسی شخص کی تقریر مین یہ جوش وخروش نہین پایا جاتا جس ولولہ اور طنطنہ سے جعفر نے اپنے ستم رسیدہ برادران دین اور ہم عم کیطرف سے نجاشی سے گفتگو کی ہے -

آنحضرت صلعم کے اصحاب تو معاندین کے ظلم وستم سے اور ملکون مین عافیت گزین ہوئی تھی مگر آپ خود اپنے مقام پر موجود تھے اور ہر قسم کی تذلیل وتوہین اور ایذا گوارا کرکے اپنی رسالت کا اعلان فرما رہے تھے - مشرکین قریش نے پھر آپ کی خدمت مین حاضر ہوکر اور مال دنیا اور اعزاز ظاہری کی طمع دیکر چاہا کہ آپ کو اپنے فرض سے باز رکھین - مگر آپ نے ویساہی ایمان و ایقان مین ڈوبا ہوا جواب ابھی دیا جیسا پہلے دیا تھا اور فرمایا کہ "مجھے نہ مال دنیا کی ہوس ہے نہ اعزاز کی طمع نہ شاہی وفرمانروائی کی خواہش مجھے خدا نے بھیجا ہے اور حکم کیا ہے کہ تمکو حیات ابدی کی بشارت دون - مین تمسے خداوند عالم کے کلام کو بیان کرتا ہون اور تمکو نصیحت کرتا ہون - اگر تم قبول کروگے اوس چیز کو جو مین تمھارے واسطے لایا ہون تو دنیا وآخرت دونون مین تمھارا بھلا ہوگا - اگر تم میری تنبیہ وتنذیر کو نہ سنوگے تو مین صبر کرونگا اور خدا پر چھوڑ دونگا

۵۱ تاریخ ابن الاثیر جلد ۲ صفحہ ۶۱ - اور تاریخ ابن ہشام صفحہ ۲۱۹ - ۲۲۰ - ملاحظہ ہو ۱۲ - مؤلف

کہ میرے اور تمہارے درمیان انصاف کرے[۱] کفار نے عرض کیا کہ اپنی رسالت کے اثبات مین معجزے دکھائیے - ملاحظہ کیجیے کہ آپ نے کیا جواب دیا کہ وہ خدا نے مجھے معجزے دکھانے کے لیے نہین بھیجا ہے بلکہ تعلیم وتلقین کے لیے بھیجا ہے اگر تم قبول کرو گے اوس چیز کو جو مین تمھارے واسطے لایا ہون تو دنیا و آخرت مین رستگار رہوگے - اگر تم میری نصیحتون کو نہ مانو گے تو مین صبر کرونگا اور خدا پر چھوڑ دون گا کہ میرے اور تمھارے درمیان انصاف کرے
اس کلام معجز نظام کی بلاغت کو آجتک بھی کوئی نہین سمجھا - خوارق عادت کا انکار کرکے آپ نے اپنی رسالت کی سچائی کو بالکل اپنے احکام ونصایح پر موقوف رکھا ہے - آپ کا کلام اون دشمنان خدا اور بت پرستون سے ہمیشہ یہی رہا کہ وہ جو مین کہتا ہون اوسکو بگوش ہوش سنو تاکہ دنیا و آخرت مین رستگار ہو - مین ایک بشر مثل تمھارے ہون مگر تمھارے لیے بشارتین اور خوشخبریان لایا ہون[۲] اسکا جواب جو کفار ناہنجار نے دیا اوس سے وہ شدید بغض وعناد ٹپکتا ہے جو اوائل قرن مسیحی مین اتباع حواریین اور علماء نصاریٰ سے مشرکین روم و یونان نے ظاہر کیا تھا - قریش نے عرض کیا وہ آپ کو معلوم ہو اے محمد کہ ہم آپ کو ہرگز ہرگز وعظ نہ کہنے دینگے تاوقتیکہ ہم یا آپ ہلاک نہوجائینگے

---

[۱] تاریخ ابن ہشام صفحہ ۱۸۸ - ملاحظہ ہو ۱۲ - مؤلف - [۲] سر ولیم میور صاحب نے عجیب عجیب تقریر اس مقام پر لکھی ہے - وہ فرماتے ہین کہ - وہ یہ امر تردد سے خالی نہین ہے کہ اگر آپ اپنے دعویٰ کے ثبوت مین معقول شہادت پیش کیجاتی تو کیا کہ کے بت پرستی آپ کے تعلیم وتلقین سے بلا نفاق ونزاع زائل نہوجاتی ۱۲ - مشرکین قریش کیطرح سر ولیم میور صاحب کو آپ کے مواعظ ونصایح سے اطمینان نہین ہے تاوقتیکہ اونکی اثبات مین خوارق عادت نہ عمل مین لائے جائین اگر حضرت مسیح علیہ السلام کیطرح ہمارے پیغمبر بھی دیو اور بھوت کو اتار دیتے تو کفار قریش کو اور اس آخری زمانہ مین مورخین نصاریٰ کو آپکی رسالت کا یقین آجاتا ۱۲ - مؤلف -

مگر آپ کو فضل خدا پر بھروسا تھا اور وہ صدا سے باطنی جسکو آپ سچے دل سے خدا کی آواز سمجھتے تھے کہ ملائکہ کے ذریعہ سے خداوند عالم کلام کرتا ہی آپ صلعم کے معین و مددگار رہے اور آپ بدستور موعظ فرماتے رہے اور معاندین کی عداوت اور ایذا رسانی کو کچھ نہ مانا - باوجود اسقدر مقابلہ اور مزاحمت کی آپ صلعم کے مواعظ واحکام تدریجاً قوت پکڑتے گئے - کیا ممکن تھا کہ سچائی کا تخم جو اسطرح بو یا گیا بارور نہ ہوتا - اعراب یعنی صحرانشین عرب نے اور دور دور سے سوداگر جو مکہ معظمہ کی قومی میلہ مین آتے تھے اونھون نے دیکھا کہ ایک نیا آدمی عجب کلام کر رہا ہے اور اوسکے دشمن اوسکو ساحر و مجنون کہتے ہین اور بڑے خوف اور تعجب سے سُنا کہ کس جوش و خروش سے بت پرستون کو تنبیہ کر رہا ہے اور کس جذبہ اور ولولہ سے پتھر اور لکڑی کے بتون کی مذمت اور اونکے قبیح اعمال و افعال کی ہجو کر رہا ہے - اس نئی روشنی کو اور اس تازہ حیات روحانی کو وہ بادیہ نشینان عرب اور وہ تاجران طائف و شام اپنے ساتھ اپنے وطن مین لیتے گئے گو ہنوز اوسکی حقیقت سے آگاہ نہ ہوئے تھے جسقدر ہجو و مذمت مخالفین آپ صلعم کی کرتے جاتے تھے اور جسقدر دشنام دیتے تھے اوسیقدر آپ صلعم کا کلام پاک اور زیادہ مشہور ہوتا جاتا تھا - ایک شخص نے یثرب[۵۱] سے اہل مکہ کو خط لکھا اور اوسمین زمانہ سلف کی مثالین لکھکر اونکو ترغیب دی کہ ملکی جھگڑون اور لڑائیون مین اپنے تئین نہ پھنساؤ - اور یہ بھی اونکو مشورہ دیا کہ اس نئے واعظ کے وعظ کو سُنو اور لکھا کہ وہ ایک معزز آدمی نے ایک

[۵۱] یثرب کا نام مدینہ اوسوقت تک نہین ہوا جبتک آپ وہان تشریف لیگئے - ہجرت مقدسہ کے بعد اوسکا لقب مدینۃ النبی ہو گیا ۱۲ - مؤلف

مذہب اختیار کرلیا ہے پھر اوسکو کیون ستاتے ہو کیونکہ آدمی کے دل کا حال
تو خدا ہی خوب جانتا ہے - دین حق کی پیروی کرو - ہماری آنکھین تیر لگی
ہوئی ہین - راہ راست پر وہی لوگ جاتے ہین جو سب سے بلند مقامات
کو ہمیشہ پیش نظر رکھتے ہین ۱۲

قریب اسی زمانہ کے آپؐ کو یہ مسرت ہوئی کہ آپؐ کے چچا حمزہ نے اور
ایک مشہور و معروف شخص عمر نے اسلام قبول کیا - فی الواقع حضرت حمزہ شجاعت
اور سخاوت اور عظم شان مین حضرت علیؓ کے ہم پایہ تھے -

جسقدر حمزہ اور عمر کے اسلام لانے سے اس دین کو قوت ہوئی اوسیقدر
ابو طالبؓ اور خدیجہؓ کے انتقال کرنے سے ضعف ہوگیا (سنہ ۶۲۰ع) اوس
معظم و مکرم سردار بنی ہاشم[۱] نے اپنے بھتیجے کے ساتھ بڑی وفاداری و جانفشانی
کی تھی - اونکی وفات کے پیشتر قریش نے خود اونکو اور تمام بنی ہاشم کو تین[۲]
سال علی الاتصال مکہ مین محصور رکھا اور اونکی ایذا رسانی مین کوئی دقیقہ
فروگذاشت نہین کیا صرف اسلیئے کہ کسیطرح آنحضرتؐ کو ہمارے حوالہ کردین
یہ محاصرہ اوس سازش کا نتیجہ تھا جو قبائل عرب نے آپؐ کے خلاف کی تھی
رسد اور پانی کے نہ پہونچنے سے بنی ہاشم جان بہ لب ہوگئے تھے کہ اتنے مین بیرونی[۱]
لڑائیون کی وجہ سے کفار قریش کی سازش شکست ہوگئی اور بنی ہاشم[۲] کی
جان بچی -

---

[۱] ہاشم ابن عبد مناف آنحضرتؐ کے جد امجد اور عبد المطلب کے والد کا نام ہے ۱۲ - مولف -

[۲] تاریخ ابن ہشام صفحہ ۲۳۰ - اور تاریخ ابن الاثیر جلد ۲ - صفحہ ۶۶ - ۶۸ - اور تاریخ ابو الفدا صفحہ ۱۲۰ - ۲۲ - ملاحظہ ہو - ۱۲ - مولف

اس واقعہ کے چند مہینہ کے بعد ابو طالب نے انتقال کیا - اونکے مرنے سے آنحضرت صلعم کو یہ صدمہ ہوا کہ نہ صرف رئیس خاندان مرگیا جسنے بنی ہاشم کو باہم متفق رکھا تھا بلکہ آپ کا حامی و مددگار قضا کر گیا جسنے آپ کو شر اعدا سے بچایا تھا - اور خدیجہ کے مرنے کا صدمہ بھی اسیقدر آپ کو ہوا کیسے کیسے مصائب و آلام مین صرف ایک خدیجہ نے آپ کا ساتھہ دیا تھا اور آپ کو تسلی اور دلاسا دیتے رہین اور ابو طالب کے مرنے کے ساتھی جو خدیجہ نے بھی انتقال کیا تو آنحضرت صلعم پر کوہ مصیبت[1] ٹوٹ پڑا -

تیسرا باب

ابو طالب کے مرنے سے قریش نے دست تعدی آنحضرت صلعم پر اور زیادہ دراز کیا - بنی ہاشم اپنے رئیس کے مرجانے سے آپ کی حفاظت کما حقہ نکرسکے اور جو اذیتین اور ذلتین مشرکین قریش آپ کو پہونچا رہے تھے اونمین اور زیادہ شدت[2] ہوئی -

[1] تاریخ ابن الاثیر جلد ۲ - صفحہ ۶۹ - ۷۰ ملاحظہ ہو ۱۲ - مؤلف

حاشیہ متعلقہ باب ۳

سر ولیم میور صاحب کے نزدیک کاسن ڈی پرسول کا یہ قول غلط ہے کہ رمضاء اور بطحا مقامات کے نام تھے - بلکہ سر ولیم میور صاحب اپنے تذکرۂ پیغمبر اسلام جلد ۲ صفحہ ۱۲۹ مین لکھتے ہین کہ رمضاء اور بطحاء سے اوس زمین کی نوعیت مفہوم ہوتی ہے - اس زمین پر مشرکین قریش سے اصحاب پیغمبر کو عقوبت کی تھی مگر مین اپنے قول کی اور کاسن ڈی پرسول کے کلام کی تصدیق مین صرف اسقدر عرض کرتا ہون کہ ان مقامات کے موجود ہونے مین کچھ شک نہین ہے علی الخصوص رمضاء کو مورخین اسلام نے لکھا ہے کہ ایک مقام متصل مکہ کے تھا - چنانچہ ایک مشہور شاعر حکیم ثنائی کا شعر ہے کہ ؎

چو علمت ہست خدمت کن چو بے علمان کہ زشت آید + گرفتہ چینیان احرام و مکی خفتہ در بطحاء ۱۲ - مؤلف

[2] تاریخ ابن الاثیر جلد ۲ صفحہ ۶۹ ملاحظہ ہو ۱۲ مؤلف -

اپنے عم محترم اور حامی و مددگار کے مرجانے اور اپنے مونس و غمخوار زوجہ کے وفات پانے سے آپ کی کمر ٹوٹ گئی اور یاس ہوگئی کہ اب قریش بت پرستی سے نہ باز آئینگے۔ پس آپ نے عزم بالجزم کیا کہ طائف مین جاکر وہان کی لوگون کو توحید باری تعالے تعلیم فرمائین۔ اپنے غلام وفادار زید ابن حارث کو ہمراہ لیکر آپ بنی ثقیف[1] مین تشریف لیگئے۔ مگر آپ کے کلام سے کچھ اثر اون لوگون پر نہوا بلکہ اونکو بھی طیش آیا۔ اور اونھون نے آپ کو شہر سے نکالدیا اور ایک انبوہ کثیر کفار کا سیٹی بجاتا ہوا اور پتھر مارتا ہوا شام تک آپ کے عقب مین چلا گیا اور جب شام ہوئی تو آپ کو تن تنہا چھوڑکر چلے گئے۔ چلتے چلتے آپ کے پاے مبارک مین چھالے پڑگئے اور خون جاری ہوا اور خستہ و پریشان ہوکر درخت خرما کے نیچے جہان بھوکے پیاسے مسافر دم لیتے تھے آپ نماز مین مصروف ہوے۔ اور دست دعا سوے آسمان بلند کرکے باچشم گریان آپ نے یہ استغاثہ کیا کہ[2] خداوندا یہ عبد ضعیف اور بندہ ذلیل تیری جناب مین شکایت لایا ہے مین انسان کی نظر مین ذلیل و خوار ہون۔ اے غفور و رحیم تو ہی غریبون کا والی اور ضعیفون کا پشت و پناہ ہے اور تو ہی میرا پروردگار ہے۔ پس مجھکو چھوڑ نہ دے اور غیرون کا اور دشمنون کا شکار مجھے نہ بنا۔ اگر تو مجھسے راضی ہے تو پھر مجھکو کیا پروا ہے۔ مین تیری وجہ قدرت کی نور مین پناہ لیتا ہون جسنے تاریکی کو پراگندہ کردیا ہے اور دنیا و آخرت مین سلامتی بخشی ہے خداوند اپنا غضب مجھپر نہ نازل کر اور میری مصیبتون کو اوسطرح دفع کر جیسا تیری مشیت کا مقتضی ہو۔ لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ

[1] یعنی اہل طائف ۱۲ مؤلف [2] تاریخ ابن ہشام صفحہ ۲۷۹-۲۸۰- اور تاریخ ابن الاثیر جلد ۲ صفحہ ۷۰-

نہایت شاکستہ دل ہو کر آپ نے مکہ کو مراجعت فرمائی - اور چند مدت دہان
قیام کیا مگر گوشہ نشینی اختیار کی - گو کبھی کبھی موعظہ فرماتے تھے لیکن ... حج
کے زمانہ مین جب اور اور ملکون کے لوگ مکہ مین آکر جمع ہوتے تھے تو ان ...
فرماتے تھے باین امید کہ شاید انمین سے کوئی شخص ایمان لائے اور اپنی
قوم کو دین حق جا کر سکھائے جیسا طبری نے اپنی تاریخ مین لکھا ہے -
ایک روز آپ نہایت ملول و غمگین ان نیم تاجرون اور نیم حاجیون کو
موعظہ فرما رہے تھے کہ چھ آدمیون کا ایک غول آیا وہ سب شہر یثرب سے
آئے تھے اور آپسمین کچھ گفتگو کر رہے تھے - آپ نے اونسے فرمایا کہ بیٹھ کر
میرا کلام سنو - اور وہ بیٹھکر آپ کا کلام سننے لگے - آپ کے حسن عقیدت اور
صدق مقال کا اثر ادنپر ایسا ہوا کہ فوراً مشرف بہ اسلام ہوئے (۱) (سنہ ۶۲۰ء)
اور اپنے شہر کو مراجعت کرکے برق خاطف کی مانند اس خبر فرحت اثر کو مشہور
کر دیا کہ عرب کے سرزمین مین ایک پیغمبر پیدا ہوا ہے جو ہمکو وحدہ لاشریک
کیطرف دعوت کرتا ہے اور جو لڑائی جھگڑے صدہا برس سے ہم مین ہو رہے ہین اونکو موقوف کریگا
سال آیندہ یہ اہل یثرب اپنے وطن کو واپس گئے اور اور چھ شخصون کو بطور نائب
یا سفیر اون دو بڑے قبیلون کے جو اوس شہر مین رہتے تھے اپنے ہمراہ لیتے آئے (۲)
اوسی مقام پر جہان پہلے چھ شخص مسلمان ہوے تھے یہ چھ آدمی
بھی دین خدا مین شامل ہوے - اسکو اہل تاریخ کی اصطلاح
مین حلف عقبۂ اولے کہتے ہین اور وجہ تسمیہ یہ ہے کہ جس پہاڑی پر یہ گفتگو ہوئی تھی

---

(۱) تاریخ ابن ہشام صفحہ ۲۸۶ - ۲۸۷ - اور تاریخ طبری جلد ۲ صفحہ ۸۰۴ ملاحظہ ہو ۱۲ مولف
(۲) یعنی قبیلہ اوس اور قبیلہ خزرج ۱۲ - مولف -

اوسکا نام عقبہ[۱] تھا۔

اونھون نے یہ عہد کیا کہ "وہ خدا کا شریک کسیکو نہ گردانین گے اور چوری نہ کرینگے اور زنا محصنہ وغیر محصنہ دونو نہ کرینگے اور اپنے بچون کو قتل نکرینگے اور غیبت و بدگوئی سے پرہیز کرینگے اور ہر امر حق مین رسول اللہ صلعم کی اطاعت کرینگے اور مصیبت و راحت مین اونکے شریک حال رہین گے"

یہ[۲] حلف کرکے وہ اپنے وطن کو پھر گئے اور صحابہ نبی مین سے ایک صحابی کو اپنے ساتھ لیتے گئے کہ ارکان اولیہ اسلام یعنے اصول دین اونکو تعلیم کرین اور اب دین اسلام اہل یثرب مین جلد جلد شایع ہونے لگا۔

جو زمانہ مابین حلف اول اور حلف ثانی منقضی ہوا وہ بھی منجملہ اون زمانون کے تھا جو آپ پر نہایت صعب گذرے۔ آپ کا خدا پر توکل کرنا اور آپ کی جلالت قدر اور عظمت مرتبت جیسے اس زمانہ مین ظاہر ہوگئی ویسی کبھی نہین ہوئی۔ آپ کو یہ دیکھکر بڑا رنج ہوتا تھا کہ میری امت بت پرستی مین سخت گرفتار ہے۔ مگر پھر آپ کو اس امید سے تسکین ہوتی تھی کہ آخر کو حق ہے غالب آئیگا۔ شاید آپ اوسوقت تک زندہ نہ رہین مگر جیسی تاریکی آفتاب کی روشنی سے دفع ہوجاتی ہے ویسے ہی حق سے باطل دفع ہوجائیگا۔ اس زمانہ کی نسبت سر ولیم میور صاحب جیسے متعصب شخص کی زبان سے بھی چند کلمات حق احیاناً نکل گئے ہین۔ وہ فرماتے ہین کہ "پیغمبر اسلام اسطرح سے

[۱] تاریخ اسلام مین اس معاہدہ کو حلف النساء بھی کہتے ہین بمقابلہ بیعت ثانیہ کی جسمین سفیران یثرب نے حلف کیا تھا کہ مسلمین کو بزور شمشیر مشرکین کے حملون اور ذلتون سے بچائین گے ۱۲- مؤلف

[۲] تاریخ ابن ہشام صفحہ ۲۸۹ - اور تاریخ ابن الاثیر جلد ۲ صفحہ ۷۳ و ۷۴ ملاحظہ ہو ۱۲ مولف۔

اعداء کے نرغہ مین گھرے ہوئے تھے اوس فتح مبین کے منتظر تھے اور بظاہر بیے یار و مددگار تھے اور اونکے اصحاب کا چھوٹا سا گروہ گویا شیر کے منھ مین تھا تاہم آپ کو اوس قادر مطلق پر بھروسا تھا جسکا رسول آپ اپنے تئین سمجھتے تھے اور آپ کے پائے ثبات مین یک سر مو لغزش نہ ہوئی تھی - غرض - اس عالم معیبت و تنہائی مین آپ ایسے عالی مرتبہ و جلیل الشان معلوم ہوتے ہین کہ کتب مقدسہ سماویہ مین آپ کا عدیل و نظیر کوئی نہین دکھائی دیتا سوا اوس نبی اسرائیل کے نبی کے جسنے خداوند عالم سے یہ شکایت کی تھی کہ مین اکیلا رہگیا ہون[1]

اسی زمانہ مین وہ مشہور خواب ہوا جسکو معراج کہتے ہین اور جسمین شعراء و محدثین نے ایسی ایسی طبع آزمائی اور خامہ فرسائی کی ہے - قرآن مجید کے سادہ الفاظ پر اونھون نے خوب زرق برق اور نہایت لطیف روایتین منڈھی ہین - وہ

[1] سر ولیم میور صاحب کا تذکرہ پیغمبر اسلام جلد ۲ صفحہ ۲۲۸ ملاحظہ ہو - اسکے بعد جو فرمایا ہے وہ انہین صاحب کے لیے مخصوص ہے یعنے آگے چلکر فرماتے ہین کہ - وہ نہین - یہ تماشا اور زیادہ تعجب انگیز اسوجہ سے ہے کہ انبیاء بنی اسرائیل پر خدا وحی نازل کرتا تھا اور وہ معجزے دکھلاتے تھے - مگر پیغمبر اسلام نے تو خود اعتراف کیا ہے کہ مین معجزہ نہین دکھا سکتا - ،، الے آخر قولہ - ہم اس مورخ سے پوچھتے ہین کہ وحی کی ماہیت مین فرق کرنیکا کیا معیار آپ نے قرار دیا ہے یا آپ کو بھی کوئی خاص وحی نازل ہوئی ہے کہ آپ پیغمبر اسلام کا مقابلہ انبیاء بنی اسرائیل کے ساتھ کرتے ہین - معلوم ہوتا ہے کہ وہی تعصب و نفسانیت جسنے مشرکین عرب کو اسبات پر آمادہ کیا تھا کہ اپنے پیغمبر سے اونھون نے یہ معجزہ طلب کیا کہ نہرین اور دریا جاری کرو اور آسمان کو زمین پر اوتار لاؤ اور ایک مکان طلاے احمر کا بناؤ اس زمانہ مین بھی موجود ہے کہ ہم دیکھتے ہین کہ انیسوین صدی مین ایک مورخ کس زور و شور سے لکھتا ہے کہ پیغمبر اسلام نے اظہار معجزہ سے عجز ظاہر کیا - ہر زمانہ کے معقول پسند لوگ پیغمبر اسلام کے اوس لاجواب جواب کو جو آپ نے مشرکین عرب کو دیا تھا ہمیشہ پسند کرینگے وہ جواب یہ ہے سُبْحَانَ رَبِّیْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا یعنی پاک ہے خداوند عالم - مین نہین ہون مگر ایک انسان اور پیغمبر - فرشتے زمین پر نہین چلتے ورنہ خدا فرشتون کو بھیجتا کہ

الفاظ یہ ہین - سُبحَانَ الَّذِی اَسریٰ بِعَبدِہٖ لَیلاً مِّنَ المَسجِدِ الحَرَامِ اِلَی المَسجِدِ الاَقصَے الَّذِی بَارَکنَا حَولَہٗ لِنُرِیَہٗ مِن اٰیٰتِنَا ھُوَ السَّمِیعُ البَصِیرُ اور دوسری آیت وَاِذ قُلنَا لَکَ اِنَّ رَبَّکَ اَحَاطَ بِالنَّاسِ وَمَا جَعَلنَا الرُّؤیَا الَّتِی اَرَینَاکَ

معراج کے باب مین مولوی سید احمد خان صاحب الخطبات الاحمدیہ علی العرب و السیرۃ المحمدیہ خطبہ ۱۱ صفحہ ۳۴ مین فرماتے ہین کہ - وہ معراج کی نسبت مسلمانون کو صرف یہ اعتقاد رکھنا واجب ہو کہ رسول اللہ صلعم نے خواب مین دیکھا کہ مکہ سے اورشلیم یعنے بیت المقدس کو مجھے لیے جاتے ہین اور اوسے عالم رویا مین آپ نے بعض اعظم آیات الٰہی کو شاہدہ فرمایا - ناظرین کو معلوم ہوگا کہ پیغمبر کا خواب بھی ایک قسم کی وحی ہوتی ہے - ،،

سال آیندہ (۶۲۲ء) وہ اہل یثرب جنھون نے دین اسلام قبول کرلیا تھا پچہتر شخص مکہ کو پھر آئے اور اپنی بت پرست بھائیون کو بھی اپنے ہمراہ لیتے آئے - اور انحضرت سے عرض کیا کہ ہماری شہر مین تشریف لے چلیئے - گروہ بت پرست اپنی ہمراہیون کے ارادہ سے آگاہ نہ تھے اوس سن سال کی رات کو جب سب دشمنان خدا خواب راحت مین تھے وہ حامیان دین ہمین اوسی پہاڑی کے نیچے جمع ہوے جہبر حلف اول ہوئی تھی -

۵۱ میرے نزدیک سر ولیم سیور صاحب کا یہ قول بالکل صحیح ہے کہ وہ متقدمین نے معراج کو ایک خواب قرار دیا ہے نہ یہ کہ واقعی سفر جسمانی ہو - اور ابن ہشام نے بھی اپنی تاریخ کے صفحہ ۲۶۷ مین بعض احادیث کو نقل کیا ہے جنسے ثابت ہوتا ہے کہ معراج رویا تھا - مگر ہم پوچھتے ہین کہ جب عیسائی اسکی قائل ہین کہ حضرت عیسے اور حضرت الیاس ہمین جسم خاکی دوبارا زندہ ہوکر آسمان پر چلے گئے تو پھر وہ اون مسلمانون کو اپنے سے کم معقول پسند کیون جانتے ہین جو اپنے پیغمبر کے ہمین جسم خاکی آسمان پر چلے جانیکے معتقد ہین ۱۲ مؤلف

۵۲ یعنے یوم اول ویوم ثانی تشریق کی رات کو اور ایام تشریق وہ تین دن ہین جو بعد اولے مناسک حج آتے ہین ۱۲ - مؤلف

آنحضرتؐ اپنے چچا عباس کو ہمراہ لیکر وہان تشریف لیگئے اور عباس گو مسلمان
نہوے تھے مگر ترقی اسلام مین نہایت سرگرم رہتے تھے - عباس نے آنحضرت
شروع کی اور اہل یثرب سے بیان کیا کہ اسلام قبول کرنے سے وہ پیغمبر اسلام
کو اپنے شہر مین بلانے سے کیا کیا ضرر اونکو پہونچین گے اونھون سب نے
یک زبان ہو کر کہا کہ ہم اس دین کو قبول کرتے ہین گو ہم جانتے ہین کہ بہت سے
خطرون مین ہم گھرے ہوے ہین - اونھون نے عرض کیا "یا رسول اللہ
آپ کلام کرین اور اپنے لیئے اور اپنے خدا کے لیے جیسا عہد چاہیے ہمسے لیجئے"
آنحضرتؐ نے اسکے جواب مین حسب دستور چند آیات قرآن مجید تلاوت فرمائے
تب تمام حاضرین کو دین خدا کیطرف دعوت کیا اور دین اسلام کے فضائل کو
بیان کیا - اہل یثرب نے عہد اول کا اعادہ کیا کہ سواے خدائے یگانہ و برحق
کے کسیکی عبادت نکرینگے اور اسلام کے احکام کو بجا لائین گے اور ہر امر حق مین
آنحضرتؐ کا اتباع کرینگے اور آپکو اور آپکے عورتون کو اپنے عیال و اطفال
کیطرح شر اعدا سے بچائین گے - اور اونھون نے عرض کیا کہ "یا رسول اللہ
اگر ہم خدا کی راہ مین شہید ہو جائین تو کیا جزا ہمکو ملیگی" آپ نے فرمایا کہ
"راحت ابدی" - پھر اونھون نے عرض کیا کہ "جب آپکا اقبال یاور ہوگا تو
تو ہمکو چھوڑکر پھر اپنی قوم سے نہ مل جائیگا -" آنحضرتؐ نے مسکراکر فرمایا کہ "
نہین ہرگز نہین - تمہارا خون میرا خون ہے اور مین تمہارا ہون تم میرے ہو"

---

۵۱ تاریخ ابن ہشام صفحہ ۲۹۶ - اور تاریخ ابن الاثیر جلد ۲ صفحہ ۷۶ ملاحظہ ہو ۱۲ - مؤلف
۵۲ تاریخ کاسن ڈی پرسول جلد ۳ صفحہ ۷ ملاحظہ ہو ۱۲ - مؤلف -
۵۳ تاریخ کاسن ڈی پرسول جلد ۳ صفحہ ۷ - اور تاریخ ابو الفدا صفحہ ۲۹ - اور تاریخ ابن الاثیر جلد ۲ صفحہ ۷۷ ملاحظہ ہو ۱۲ - مؤلف -

اونھون نے عرض کیا کہ اچھا تو پھر ہاتھ بڑھائیے اور ہر شخص نے آپ کے ہاتھ مین اپنا ہاتھ دیکر آپ سے بیعت کی۔ ہنوز یہ معاہدہ ختم نہ ہوا تھا کہ ایک شخص نے جو دور سے تماشا دیکھ رہا تھا ایک صدائے مہیب بلند کی جس سے اون نفوس قدسیہ کو جو وہان جمع تھے ایک وحشت اور ہول پیدا ہوا۔ مگر آنحضرتؐ نے ایسے استقلال کے ساتھ کلام کیا کہ اونکا انتشار و اضطرار دفع ہوگیا۔

تب آنحضرتؐ نے اونمین سے بارہ معزز آدمیون کو باستصواب کل قوم اپنا وکیل یا ایلچی منتخب کیا۔ انکو نقباء[1] کہتے ہین۔ پس حلف ثانی عقبہ کا خاتمہ بالخیر اسطرح ہوا۔

اوس جاسوس مکی نے اس شوری کی خبر تمام شہر مین مشہور کردی۔ مشرکین قریش کو آنحضرتؐ اور آپ کے اصحاب کی اس جرأت و جسارت پر سخت تعجب ہوا اور بہت سے لوگ اکٹھا ہوکر اہل یثرب کی کاروان مین گئے اور کہا کہ اون لوگون کا نام ہمین بتاؤ جنہون نے محمدؐ کے ساتھ عہد و میثاق کیا ہے۔ لکن جب کچھ پتا اون لوگون کا نہ لگا جو اس شورے مین شریک ہوے تھے تو اوس کاروان کو جانے دیا اور کچھ تعرض نہ کیا۔ یہ اعتدال و ملائمت جو قریش نے اس معاملہ مین ظاہر کی صرف ایک مقدمہ اوس شدید ظلم و تعدی کا تھا جو اونھون نے بعد ازآن آنحضرتؐ اور صحابہ رضوان اللہ علیہم پر کیا۔ اصحاب وفادار روز بروز خوف اور ہلاکہ مین مبتلا ہوتے جاتے تھے۔ یہانتک کہ آنحضرتؐ کو خوف ہوا کہ

---

[1] ابن ہشام صفحہ ۲۹۷۔ ۳۰۰ ملاحظہ ہو۔ اس حلف مین پچھتّر مرد و زن شریک ہوے تھے اور یہ ماجرا ماہ ذی الحجہ مین گذرا اور اس مہینہ کے باقیماندہ ایام مین اور محرم اور صفر مین آنحضرتؐ نے مکہ مین قیام فرمایا اور ربیع الاول مین مدینہ روانہ ہوے۔ تاریخ ابن الاثیر جلد ۲ صفحہ ۷۱ ملاحظہ ہو ۔ مؤلف۔

ان سب کو قریش یکبارگی قتل کر ڈالیں گے
کہ فوراً یثرب میں جا کر امان لو۔ پس قریب تمام اصحاب کرام ایک بال بچون دو دو
تین تین آدمی کر کے مکہ سے مدینہ کو چلے گئے جہان بڑی گرمجوشی سے لوگون نے اونکا
استقبال کیا۔ اسطرح سے شہر مکہ کے محلے کے محلے اُجڑ گئے اور عتبہ ابن ربیعہ نے
اون ویران محلون کو جو کسی زمانہ مین ایسے آباد تھے دیکھکر ایک آہ سرد دل پُر درد
سے کھینچی اور یہ پُرانا شعر پڑھا۔ "ہر ایک مسکن گو وہ کتنے ہی مدت تک
آباد رہا ہو ایک نہ ایک دن برباد ہو جائیگا۔ اور اوسپر باد خزان چل جائیگی"
پھر اوسنے غمگین ہو کر کہا کہ یہ سب ہمارے بھتیجے نے کیا ہے جسنے ہماری جماعتون
کو پراگندہ کر دیا ہے اور ہمارے امور کو خراب کر دیا ہے اور ہم مین نفاق پیدا کر دیا ہے"
جو حال حضرت عیسیٰ کا ہوا تھا وہی کیفیت حضرت خاتم الانبیاء کی بھی ہوئی صرف
فرق اتنا ہوا کہ حضرت عیسیٰ نے خود فرمایا ہے کہ "یہ نہ سمجھو کہ مین زمین پر صلح
کرنے آیا ہون۔ مین صلح کرنے نہین آیا ہون بلکہ تلوار کرنے کو آیا ہون۔ کیونکہ
مین اسلیئے آیا ہون کہ بیٹے کو باپ سے اور بیٹی کو مان سے اور بہو کو ساس سے
لڑوا دون" مگر حضرت خاتم الانبیاء کو دیکھیے کہ جس شخص نے قبائل عرب میں نفاق
تفرقہ ڈالنے کی تہمت آپ کو لگائی ہے وہ سب مشرکین عرب سے زیادہ سخت عداوت
آپ سے رکھتا تھا۔

اس تمام زمانہ مین قریش کا دریائے غضب جوش مار رہا تھا اور ہر وقت بلکہ
ہر ساعت آپ کے ہلاکت کا خوف تھا مگر آپ نے اوس خوف کو ہرگز نہ مانا۔ سب اصحاب

لہ تاریخ ابن ہشام صفحہ ۳۱۶ ۔ ملاحظہ ہو۔ ۱۲ مؤلف ٢ متی کی انجیل باب ۱۰ آیت ۳۴ و ۳۵
ملاحظہ ہو۔ ۱۲ مؤلف ٣ یعنی عتبہ ابن ربیعہ ۱۲ مترجم ۱۲

یثرب کو روانہ ہو چکے تھے اور آپؐ تن تنہا رہ گئے تھے صرف آپؐ کے جان نثار علیؓ
اور ایک مرد پیر ابو بکرؓ آپؐ کے پاس رہ گئے تھے۔

اس عرصہ مین مکہ کے آسمان پر ابر ظلم چھاتا جاتا تھا۔ باین خوف کہ
مبادا آنحضرتؐ بچکر نکلجائین قریش نے دار الندوہ یعنے مشورہ خانہ مین جمع
ہو کر بہت جلد مشورہ کیا اور اور روسا قبائل کو بھی شریک مشورہ کیا۔ اب
اونکی جان پر آبنی تھی۔ وہ کمیٹی بڑے غضب کی کمیٹی تھی۔ اونکے دل مارے دہشت
کے ہل رہے تھے۔ بحث اسمین ہوئی کہ حبس دوام کی سزا دیجاے یا جلا وطن کیے
بعد اوسکے قتل تجویز ہوا لیکن اگر ایک شخص قتل کرنے کے لیئے تجویز کیا جاتا تو بنی ہاشم
اوس سے اور اوسکے عیال و اطفال سے ضرور انتقام لیتے۔ آخر الامر اس مشکل
کو ابو جہل نے حل کیا۔ اوسنے یہ صلاح دی کہ چند جری آدمی مختلف خاندانون سے
منتخب کرکے بھیجے جائین اور وہ سب یکبارگی آپؐ پر تلوارین مارین تاکہ اس
خون ناحق کا قصاص سب سے لینا لازم آئے لہذا آنحضرتؐ کے اقربا انتقام
لینے سے قاصر رہین۔ یہ تجویز منظور ہوئی اور چند نوجوان عالی خاندان اس
قتل کے لیئے منتخب کیئے گئے۔ جون جون شب تاریک ہوتی گئی وہ قاتل آپؐ کے
بیت الشرف کے گرد جمع ہوتے گئے۔ رات بھر وہ اس انتظار مین رہے کہ
علی الصباح جب آپؐ مکان سے نکلین گے اوسیوقت قتل کر ڈالین گے۔ اور
کبھی کبھی دروازہ کے سوراخ سے جھانک کر دیکھتے تھے کہ آپؐ اسوقت تک بستر مبارک پر

۵۱ تاریخ ابن ہشام صفحہ ۳۲۳ ـ ۳۲۵ - اور تاریخ ابن الاثیر جلد ۲ صفحہ ۷۹ ملاحظہ ہو۔ اور قرآن مجید
سورۃ ۸ - آیت ۳۰ بھی ملاحظہ ہو۔ ابن ہشام لکھتا ہے کہ ابو جہل کے اس تجویز کی تائید ایک اجنبی آدمی کی جو ایک شیخ
کے بھیس مین آیا تھا اور جسکو بعض روایات مین شیطان لعین لکھا ہے ۱۲۔ مؤلف

ہین - لکن اس عرصہ مین اوس عقل حیوانی نے جو آدمی کو اپنے حفظ جان پر آمادہ رکھتی ہے اور جسکی ہدایت سے نبی ناصری الکہ شرا[1] سے بچتے پہرے رسول مکی[2] کو بھی اوس خوف سے آگاہ کردیا - آپ نے چاہا کہ قاتلون کا خیال بستر ہی پر جما رہے اور آپ نے اپنی چادر سبز اپنی جان نثار و فرمان بردار علی[3] کو اوڑھا کر ارشاد کیا کہ یا علی تم میرے بستر پر پڑے رہو - یہ فرما کر آپ اوس حجرہ کی کھڑکی سے نکل گئے جسطرح حضرت داؤد[4] نکل گئے تھے آپ ابوبکر کے مکان پر تشریف لیگئے اور اوس شہر غدار سے اون دونو صاحبون نے ساتھ ہجرت فرمائی - وہ بزرگوار چند روز مکہ کے جنوب مین ایک پہاڑی کی[5] پر ایک غار مین پوشیدہ رہے - اس پہاڑی کا نام جبل الثور ہے -

اب قریش کے طیش کے کچھ حد و پایان نہ تھی - یہ خبر وحشت اثر سنکر کہ قاتل ناکام پھر آئے اور آنحضرت[6] بچکر نکل گئے اونکو آگ لگ گئی اور چارون طرف سوار دوڑا دیے اور آپ کے سر مبارک پر انعام[7] مقرر کیا - ایک یا دو مرتبہ کفار آپ کو ڈھونڈھتے ہوے اتنے قریب آگئے کہ مارے خوف کے مرد پیر ابوبکر کا دل تھرانے لگا - اونھون نے کہا "ہم تو دو ہی آدمی ہین" آپ نے فرمایا - "نہین ہم تین ہین - خدا ہمارے ساتھ ہے"[8] - فی الواقع خدا اونکا حافظ تھا - تین دن کے بعد قریش نے اوس جستجو کو کم کردیا - اس

---

[1] بشپ ملمین صاحب کی تاریخ دین مسیحی جلد ۱ - صفحہ ۲۵۳ ملاحظہ ہو ۱۲ مؤلف [2] تاریخ ابن ہشام صفحہ ۳۲۵ - اور تاریخ ابن الاثیر جلد ۲ - صفحہ ۸۰ ملاحظہ ہو ۱۲ - مؤلف [3] تاریخ ابو الفدا صفحہ ۱۱۲ - ملاحظہ ہو ۱۲ - مؤلف [4] سو اونٹ کا انعام مقرر کیا تھا - تاریخ ابن ہشام صفحہ ۳۲ اور تاریخ ابن الاثیر جلد ۲ صفحہ ۸۱ ملاحظہ ہو ۱۲ - مؤلف [5] قولہ تعالی ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ ھُمَا فِی الْغَارِ اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِہٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا الی آخر قولہ تعالی ۱۲ قرآن مجید

تمام مدت مین عائشہ بنت ابی بکرؓ آنحضرتؐ اور آپؐ کے یار غار کے لیے کھانا
لے آتی تھین جسکو وہ تناول فرماتے تھے ۔ تیسرے دن شب کو وہ بزرگوار
اوس غار سے نکلے اور بڑی مشکل سے دو اونٹ تلاش کر کے ناگزیر راہون سے
یثرب کو گئے ۔ مگر یہ ناگزیر راہین بھی مخوف و مخدوش تھین ۔ آپؐ کے سر مبارک پر
جو القاء کثیر مقرر کیا گیا تھا اوسکی طمع مین بہت سے سوار مکہ سے آئے تھے اور
ابتک آپؐ کو تلاش کر رہے تھے ۔ ایک سوار خونخوار نے اون دو مسافرون کو
دیکھ ہی لیا ۔ اور اونکا تعاقب کیا ۔ ابوبکرؓ کے دل مین پھر ہول سمایا اور چلائے
کہ وہ اب ہم قتل ہوے ۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کیون ڈرے جاتے ہو خدا ہمکو
بچا لیگا ۔ جب وہ بت پرست آنحضرتؐ کے قریب پہونچا تو اوسکا گھوڑا الف
ہوا اور وہ گر پڑا ۔ اوسپر اسقدر ہیبت و خوف طاری ہوا کہ آنحضرتؐ سے
عرض کیا کہ میرے قصور کو معاف فرمائیے کہ مین نے ناحق آپؐ کا تعاقب کیا اور
اوس معافی کی تصدیق بھی کر دیجئے ۔ ابوبکرؓ نے ایک پارۂ استخوان پر اوسکو
معافی لکھدی ۔

وہ دونون مسافر برابر چلے گئے اور کسی نے اونکو نہین ستایا یہانتک کہ
ارض یثرب مین پہونچے ۔ ماہ جون ۶۲۲ء مین ایک روز نہایت شدید گرمی مین
آنحضرتؐ نے ناقہ سے اوتر کے اوس ارض مقدس پر قدم مبارک رکھا جو اوسوقت
سے آپؐ کا وطن اور جاے پناہ ہوگیا ۔ سب سے پہلے ایک یہودی نے ایک
برج پر سے آپؐ کو دیکھا اور اصلاح سے اس آیۂ وافی ہدایہ کی تصدیق و تکمیل

سلہ تاریخ ابن الاثیر جلد ۲ ۔ صفحہ ۸۱ ۔ ملاحظہ ہو ۱۲ سلہ تاریخ ابن ہشام صفحہ ۳۳۱
۔۔۔ اور تاریخ ابن الاثیر صفحہ الف ملاحظہ ہو ۱۲ مؤلف ۔

ہوا کہ[1] وہ لوگ جنکو کتاب دیگئی ہے پہچانتے ہیں اوسکو اسطرح جسطرح اپنے لڑکون کو پہچانتے ہیں آنحضرتؐ اور آپ کے صحابی نے تین[2] روز ایک دیہات قیام فرمایا جسکا نام قبہ تھا اور جو یثرب کے جنوب میں دو میل کے فاصلہ پر واقع تھا اور جسکی خوبصورتی اور سرسبزی و شادابی مشہور تھی - اسی مقام پر حضرت[3] علیؓ آپؐ سے آکر ملے جنکو آنحضرتؐ کی ہجرت فرمانے کے بعد کفار نابکار نے سخت[4] اذیتیں دی تھیں - حضرت علیؓ نے مکہ سے چلکر پیادہ پا سفر کیا اور دن بھر چھپے رہتے تھے اور رات کو سفر کرتے تھے کہ مبادا قریش[5] اونکو گرفتار کر لین -

بنی عمرو ابن عوف نے جو قبہ کے مالک تھے آپؐ سے عرض کیا کہ ہمارے گانون مین تا دیر قیام فرمائیے - مگر آنحضرتؐ کو اپنے فرض کا بڑا خیال تھا لہذا ایک جماعت صحابہؓ کی ہمراہ آپؐ یثرب کو تشریف لیگئے - آپؐ یوم جمعہ ۱۲ ربیع الاول کو وقت صبح یثرب مین داخل ہوے جو بقول کاسن ڈی پرسول[6] مطابق ۲ جولائی سنہ ۶۲۲ء کے تھی -

پس ہجرت مقدسہ کی تکمیل اسطرح سے ہوئی اور اسی واقعہ سے سنہ اسلامیہ یعنی سنہ ہجری شمار کیا جاتا ہے -

---

[1] اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ یَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ
[2] یعنی دوشنبہ و سہ شنبہ و چہار شنبہ و پنجشنبہ
[3] تاریخ ابن ہشام صفحہ ۳۳۵ - اور تاریخ ابن الاثیر جلد ۲ صفحہ ۸۳ - ملاحظہ ہو ۱۲ - مؤلف
[4] تاریخ ابو الفداء صفحہ ۱۱۶ - حاشیہ ۵۹ ملاحظہ ہو ۱۲ مؤلف
[5] تاریخ ابن الاثیر جلد ۲ صفحہ ۸۲ ملاحظہ ہو ۱۲ مؤلف -
[6] تاریخ کاسن ڈی پرسول جلد ۳ صفحہ ۱ - ۲۰ - ملاحظہ ہو ۱۲ - مؤلف
[7] تاریخ ابن ہشام صفحہ ۳۳۵ - اور تاریخ ابو الفداء صفحہ ۲۰ ملاحظہ ہو ۱۲ - مؤلف

حاشیہ متعلقہ باب ۳

سنہ ہجری سترہ برس بعد ہجرت مقدسہ کے خلیفہ ثانی نے جاری کیا تھا مگر یہ سنہ اوسوقت سے نہیں لیا گیا ہے جسوقت آنحضرتؐ نے مکہ سے ہجرت فرمائی تھی یعنی ۸ - ربیع الاول بلکہ سال کی پہلی قمری مہینہ یعنی محرم سے

کی پہلی تاریخ سے سنہ ہجری شروع ہوا ہی اور جس سال یہ سنہ مقرر ہوا تھا اوس سال یکم محرم ۱۵ - جولائی کو پڑی تھی ۱۲ - مؤلف

حاشیہ ۲ متعلقہ باب ۳

بارہ اسلامی مہینے یہ ہین - محرم الحرام (پاک مہینہ) صفر المظفر (سفر وسیاحت کا مہینہ) ربیع الاول (پہلا مہینہ فصل بہار کا) ربیع الثانی (دوسرا مہینہ فصل بہار کا) جمادی الاول (پہلا مہینہ گرمی کا) جمادی الثانی (دوسرا مہینہ گرمی کا) رجب المرجب (معزز مہینہ) شعبان المعظم (درختون مین کلیان نکلنے کا مہینہ) رمضان المبارک (گرمی کا مہینہ) شوال المکرم (ملنے کا مہینہ) ذیقعدہ (استراحت اور صلح کا مہینہ) ذی الحجہ (حج بیت اللہ کا مہینہ) قدیم زمانہ مین عرب سال قمری ۳۵۴ - روز ۸ - گھنٹہ ۴۸ دقیقہ کا رکھتے تھے اور ہر سال کی تقسیم بارہ مہینون پر کرتی تھی اور مہینہ کبھی ۲۹ دن کا ہوتا تھا کبھی ۳۰ دن کا - اور ہر تیسرے سال ایک مہینہ لوند کا اضافہ کرتے تھے تاکہ اونکا سال رومیون اور یونانیون کے سال شمسی کے مطابق ہوجاے اور تاکہ اونکے مہینے ٹھیک موسم مین پڑا کرین - اس لوند کو نسیئی کہتے تھے اور گو یہ حساب ٹھیک نہ پڑتا تھا تاہم اس سے مہینون اور فصول مین ایک توافق رہتا تھا - نسی ہجری سے موقوف کردیا گیا کہ بعض رسوم مذہبی بت پرستون کے لوند کے برسون مین ہوتے تھے اور جب سے نسی موقوف ہوا مہینون کے نامون اور فصول مین کچھ نسبت یا علاقہ باقی نہین رہا ۱۲ - مؤلف

چوتھا باب

جسوقت سے آنحضرت صلعم یثرب مین داخل ہوے اوسوقت سے آپ صلعم کی سوانح عمری خوب مفصل و مشرح معلوم ہوے ہین - اوسوقت سے آپ صلعم رئیس قوم اور مقنن اور حاکم اعلی ہوگئے اور آپ صلعم کی تاریخی حالات اوس سلطنت جمہوری کے حالات کی ساتھ مخلوط ہوگئے جو آپ صلعم کے بدولت قائم ہوئی تھی -

بنی اوس اور بنی خزرج یہ دو قبیلے اپنے کہنہ اور خونریز لڑائیون کو اسلام کے برادرانہ لطف و محبت کی جذبہ مین بھول گئے اور علم اسلام کے گرد جمع ہوکر ایک اسلامی سلطنت جمہوری کے مرکز بنگئے - جو تفرقہ اونمین قدیم سے چلا آتا تھا وہ بالکل رفع ہوگیا

اور لقب انصار سے وہ سب بزرگوار ملقب ہوئے جنہوں نے مصیبت کے وقت
اسلام کی اعانت کی تھی اور دونوں گروہ جنھوں نے اسلام کی محبت سے اپنے وطن کو
ترک کیا تھا اور ہر ایک رشتہ محبت کو منقطع کر کے جلا وطنی اختیار کیا تھا مہاجرین
کے لقب سے ملقب ہوا۔ مہاجرین اور انصار مین زیادہ موانست پیدا کرنے کے لیئے
آنحضرت صلعم نے صیغہ اخوت اونمین قائم کیا جس سے وہ رنج و راحت مین ایک
دوسرے کے وابستہ ہوگئے۔

اب یثرب کا قدیم نام بدل گیا اور مدینۃ النبی یا فقط مدینہ کہلانے لگا۔ اور
فوراً ایک مسجد بنائی گئی جسکی تعمیر مین خود آنحضرت صلعم نے اپنے دست مبارک سے
مدد دی۔ اور مہاجرین کے رہنے کے لیئے برابر مکانات بننے لگے جس زمین پر
مسجد نبی صلعم بنی ہے وہ دو بھائیون کا مال تھا اونھون نے اوسکو ہبہ کرنا چاہا۔
مگر چونکہ وہ دونوں یتیم تھے لہذا آنحضرت صلعم نے اونکو وہی قیمت عنایت کی جو وہ
پائی۔ اس مسجد کی عمارت اور قطع سادی تھی اور اوس بے ریا دین کے نمونہ کے لائق
و مناسب تھی جو آپ نے اپنی امت کو تلقین فرمایا تھا۔ اوسکی دیوارین اینٹ
اور گارے کی تھین اور اوسکی سقف لیف خرما کے تھے۔ ایک حصہ اوس مسجد کا
اون لوگون کے لیئے مخصوص کر دیا گیا جو گھر بار نہ رکھتے تھے۔

اس بے تصنع عبادت گاہ مین جملہ امور نہایت سادگی سے برتے جاتے تھے
آنحضرت صلعم بے فرش زمین پر استادہ ہوکر یا درخت خرما پر تکیہ کر کے موعظہ فرماتے تھے
اور آپ کی جان بخش و جان فزا کلام کو سنکر اصحاب وفادار وجد کر جاتے تھے
آپ فرمایا کرتے تھے کہ وہ جو شخص بندگان خدا سے اور اپنی اولاد سے محبت نہ کریگا
خدا اوسکو دوست نہ رکھیگا۔ اے مسلمانو جو شخص تم مین سے کسی برہنہ کو کپڑے سے پہنائیگا

خداوند عالم اوسکو استبرق بہشت سے ملبوس[1] فرمائیگا -"

ایک خطبہ مین آپ نے انفاق فی سبیل اللہ یعنے خدا کی راہ مین دینے کا ثواب یہ بیان فرمایا -"جب خدا نے زمین کو پیدا کیا تو وہ ڈگمگانے لگی اوسوقت اوسنے پہاڑون کو پیدا کر کے زمین کو قائم کیا - تب فرشتون نے پوچھا خداوندا تیری خدائی مین کوئی چیز پہاڑون سے بھی قوی ہے خداوند عالم نے جواب دیا کہ لوہا پہاڑ سے بھی قوی ہے کہ اوسکو کاٹ ڈالتا ہے - پھر ملائکہ نے پوچھا خدایا کیا تیری مخلوقات مین کوئی چیز آہن سے بھی زیادہ قوی ہے - ارشاد ہوا ہان آتش آہن سے بھی قوی ہے کہ اوسکو پگھلا دیتی ہے - پھر اونھون نے پوچھا کہ کوئی چیز تیری خدائی مین آگ سے بھی قوی ہے - فرمایا ہان پانی آگ سے بھی زبردست ہے کہ اوسکو بجھا دیتا ہے - اونھون نے عرض کی بارالاہا پانی سے زبردست کوئی چیز تیری خدائی مین ہے - فرمایا ہان ہوا پانی پر بھی غالب ہے اوسکو حرکت دیتی ہے - اونھون نے عرض کی الٰہی ہوا سے بھی کوئی چیز قوی تر تیری خدائی مین ہے - ارشاد ہوا ہان وہ مرد نیک جو زکات دیتا ہے - اگر وہ اپنے داہنے ہاتھ سے میری راہ مین دے اسطرح سے کہ بائین ہاتھ کو خبر نہو تو وہ سب چیزون پر غالب آجاتا ہے" آپ نے جو نیکی کی تعریف کی ہے اوسمین ہر قسم کی مہربانی عموماً داخل ہے - آپ فرمایا کرتے تھے کہ "ہر ایک نیک کام نیکی مین داخل ہے - کسی برادر مومن کو دیکھکر مسکرا دینا یہ بھی نیکی ہے - اپنے ہمجنسون کو امور نیک کرنے کی ترغیب دینا زکات دینے کے برابر ہے - گمراہ کو راہ راست بتا دینا نیکی ہے اندھون کو مدد دینا نیکی ہے - راستہ سے پتھر اور کانٹے اور اور موانع کو ہٹا دینا نیکی ہے

[1] یہ حدیث ابوہریرہ سے مشکات کتاب ۲۲ باب ۳ جزو ۱ مین مروی ہے ۱۲ - مؤلف

پیاسے کو پانی[1] پلانا نیکی ہے ۔ ،،

دوسری حدیث مین آپؐ نے فرمایا ہے کہ "آدمی کا سچا ذخیرہ آخرت وہ نیکی ہے جو وہ دنیا مین اپنے ہمجنسون سے کرتا ہے ۔ جب وہ مرجاتا ہے تو پوچھتے ہین کہ کیا مال چھوڑ کر مرا ہے ۔ لکن نکیرین قبر مین اوس سے یہی سوال کرتے ہین کہ کیا نیک کام تو دنیا[2] مین کرکے آیا ہے "

ایک صحابی نے عرض کی "یا رسول اللہ میری مان اُمّ سعد مرگئی ہے سب سے عمدہ صدقہ اوسکی بخشش کے لیئے کیا دون ۔ آنحضرتؐ نے ریگستان کی شدید گرمی کا تصور کرکے فرمایا "پانی" ۔ ایک کنوان اوسکے نام سے کھدوا اور پیاسون کو پانی پلوا " اوس شخص نے اپنی مان کے نام سے ایک کنوان کھدوا کر کہا "یہ کنوان میری مان کے نام کا ہے اسکا ثواب اوسکی روح کو پہونچے"

آنحضرتؐ نے زبان سے کلمۂ خیر کہنے کی بھی بڑی تاکید فرمائی ہے ۔ چنانچہ حدیث مین وارد ہوا ہے کہ ایک شخص ابوجاریہ نامی بصرہ کا رہنے والا مدینہ میں آیا اور آپؐ کو نبی برحق یقین کرکے عرض کیا کہ مجھے کوئی نصیحت فرمایئے کہ اوسپر عمل کرون ۔ آنحضرتؐ نے ارشاد کیا کہ "کسیکی غیبت نہ کیا کر" ابوجاریہ کہتا ہو کہ اوس وقت سے مین نے کسی شخص کو بُرا نہین کہا خواہ وہ حُر ہو خواہ عبد "

اسلام کے احکام معمولی اخلاق پر بھی حاوی ہین ۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ

---

[1] اس حدیث کے راوی ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ ہین ۱۲ ۔ مؤلف [2] یہ حدیث کتاب ۲۲ باب ۲۳ جزو ۲ مین ابوہریرہ سے مروی ہے ۱۲ ۔ مؤلف [3] اس حدیث کو سورۂ هَلْ اَتٰی کے اس آیت سے ملاؤ وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا إِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيدُ مِنْكُمْ جَزَاءً وَلَا شُكُورًا

وو جب کسی گھر مین داخل ہو یا باہر نکلے تو صاحب خانہ کو سلام کرو۔ دوست آشناؤن
اور راہ چلتون کے سلام کا جواب دو۔ سوار کو چاہیئے کہ پیدل پر سلام مین تقدیم
کرے اور چلنے والا آدمی نشستہ کو سلام کرے اور چھوٹا گروہ بڑے گروہ کو اور خرد
بزرگ کو سلام[۲] کرے۔،،

پانچوان باب

سلہ ہجری یعنے از ۱۹- اپریل ۶۲۲ء تا ۷- مئی ۶۲۳ء

مدینہ اور اوسکے قرب وجوار کے یہودیون سے اس نئی سلطنت (اسلامیہ) کو بڑا خوف رہتا تھا۔ پہلے ان یہودیون کو یہ امید ہوئی تھی کہ محمدؐ ہے وہ نبی آخر الزمان ہین جنکے بدولت ہمارے صدہا سال کی آرزوئین بر آئینگی یعنے وہ مسیح آپؐ ہی ہین جسکی خبر توراۃ مین دی ہے اور آپؐ ہی ظالمون سے ہمارا انتقام لینگے۔ مگر آپؐ کے دین کی آزادی دیکھکر اونکو یاس ہوگئے اور طیش آگیا۔ اور آپؐ کے عدو جان ہوگئے۔ مدینہ مین آنحضرتؐ کی تشریف آوری سے خلائق ایسی برانگیختہ ہوئی کہ چند مدت تک یہودیون نے بمجبوری آپؐ کے ساتھ دوستانہ برتاؤ رکھا آپؐ نے چاہا کہ اونکو اپنا شریک اور ہمدرد بنا لین

۱؎ اس حدیث کو اس آیہ قرآنیہ سے ملائو واذا حییتم بتحیۃ فحیوا باحسن منہا او ردوھا اور ان آیات کو بھی ملاحظہ کیجئے یا ایھا الذین امنوا لا تدخلوا بیوتا غیر بیوتکم حتی تستانسوا وتسلموا علی اھلھا ذلکم خیر لکم لعلکم تذکرون فان لم تجدوا فیھا احدا فلا تدخلوھا حتی یوذن لکم وان قیل لکم ارجعوا فارجعوا ھو ازکی لکم واللہ بما تعملون علیم واذا دخلتم بیوتا فسلموا علی انفسکم تحیۃ من عند اللہ مبارکۃ طیبۃ کذلک یبین اللہ لکم الایات لعلکم تعقلون

۲؎ یہ حدیث مشکوٰۃ باب ۲۳- باب الجزو ۱۰ مین ابوہریرہ سے مروی ہے اور کتاب المستطرف مین صحیح ترمذی و مسلم و بخاری سے اسکو نقل کیا ہے۔ مجالس الابرار بھی ملاحظہ ہو ۱۲ مؤلف

آئندہ واقعات سے معلوم ہوجائیگا کہ موسائیون کی قساوت قلب دفع کرنے مین آپ کسقدر کامیاب ہوئے۔

مدینہ مین داخل ہوتے کے ساتھی آنحضرتؐ نے ایک فرمان عام یہود کے نام جاری کیا اور انکے تمام ملکی حقوق کو قائم رکھا اور اپنے رسوم و اعمال مذہبی کو بجالانے کی پوری آزادی انکو بخشی۔ ابتک تو ناظرین نے ملاحظہ کیا کہ آنحضرتؐ صرف ایک واعظ یا ناصح کی حیثیت رکھتے تھے مگر اب دیکھیے کہ آپؐ نے حقوق و فرائض عباد کو خواہ وہ شخصی ہون خواہ نوعی ایسی حذاقت کے ساتھ مقرر فرمایا جس سے ثابت ہوگیا کہ آپؐ کی عقل اکمل عقول تھی اور نہ صرف اپنے زمانہ مین آپؐ خیر البشر تھے جیسا سر ولیم میور صاحب نے تسلیم کیا ہے بلکہ سب زمانون مین تھے۔ اس فرمان کے مضامین عجیب و غریب ہین۔ کچھ قواعد عامہ اسمین سے منتخب کیے درج ذیل کیے جاتے ہین "بسم اللہ الرحمن الرحیم یہ فرمان محمد رسول اللہؐ نے تمام مسلمین کو خواہ وہ قریش ہون خواہ اہل یثرب اور سب لوگون کو چاہے کسی قوم اور مذہب کے ہون جنہون نے مسلمانون سے صلح و آشتی رکھی ہے لکھدیا ہے" بعد اوسکے دیت یعنی خون بہا کے شرائط بیان کرکے اور چند حکیمانہ قواعد اس باب مین مقرر فرماکر کہ مسلمانون کو ایک دوسری کی نسبت کیا فرائض ادا کرنے چاہئین فرمایا ہے کہ "صلح اور جنگ کی حالت سب مسلمانون کے لیئے عام ہوگی اور کسی مسلمان کو یہ اختیار نہوگا کہ اپنے برادران ایمانی کے دشمنون سے صلح یا جنگ کرے۔ یہود جو ہماری حکومت سے تعلق رکھتے ہین تمام ذلتون اور اذیتون سے بچائے جائینگے۔ اور ہماری رعیت کے ساتھ مساوی استحقاق انکو ہماری نصرت و حمایت اور حسن سلوک کا

حاصل رہیگا یہود ان بنی عوف وبنی نجار وبنی حارث وبنی جشم وبنی غالب وبنی اوس اور سب ساکنان یثرب مسلمانون کے ساتھ ملکر ایک قوم سمجھی جاینگی اور وہ اپنے اعمال مذہبی کو ویسی آزادی کے ساتھ بجالائین گے جیسے مسلمان اپنے رسوم دینی کو ادا کرتے ہین - اور یہود کی حفاظت وحمایت مین جو لوگ ہین یا جو اونسے دوستی رکھتے ہین اونکو بھی تحفظ اور آزادی حاصل رہیگی مجرمون کا تعاقب کیا جاے گا اور اونکو سزا دیجایگی - یہود و مسلمانون کی شرکت یثرب کو سب دشمنون سے بچانے مین کرینگے - اور وہ سب لوگ جو اس فرمان کو قبول کرینگے یثرب مین محفوظ ومامون رہینگے - مسلمین اور یہود کے دوست آشناء کا بھی ویسا ہی اعزاز کیا جایگا جیسا خود اونکا کیا جایگا - سب سچے مسلمان اوس شخص سے بیزار رہین گے جو کسی گناہ یا ظلم وناانصافی یا بغاوت کا مرتکب ہوگا اور کوئی شخص کسی مجرم کی حمایت نکرے گا گو وہ اوسکا کیسا ہی عزیز قریب ہو" اسکے بعد کچھ احکام حکومت جدیدہ اسلامیہ کی اندرونی انتظام کی نسبت لکھکر اس عجیب وغریب فرمان کے آخر مین یہ فقرہ لکھا ہے " آیندہ جو تنازعات درمیان اون لوگون کے ہونگے جو اس فرمان کو قبول کرینگے اونکا فیصلہ خداوند عالم کے حکم کے موافق رسول اللہ صلعم فرمائین گے" .

اس فرمان سے وہ قبیح رسم دفع ہوگیا جو ابتک عرب مین جاری تھا کہ مظلوم ظالم سے انتقام لینے مین اپنی ذاتی قوت یا اپنے اعزا کی طاقت پر بھروسا کرتا تھا اور دادرسی اور عدل گستری جنگ وجدل پر موقوف تھی - اس فرمان کیوجہ سے آپ حاکم اعلی اپنے قوم کے بنگئے اور یہ منصب حکومت آپ کو بحیثیت نبوت ورسالت

سلہ اس فرمان کی غرابت کیوجہ سے ہمنے اسکی عبارت کی توضیح کی ہے تاکہ اسکی اصلی عمدگی ناظرین کو خوب معلوم ہوجاے سکو

حاصل ہوا اور اوس عہد و پیمان کی رو سے بھی حاصل ہوا جو آپؐ کی اُمت نے آپ سے کیا تھا

پانچوان باب

سنہ ۲ ہجری یعنی از ۷ مئی سنہ ۶۲۳ء تا ۲۶ اپریل سنہ ۶۲۴ء عیسوی

پہلے اس فرمان میں یہ تین قبائل یہود یعنی بنی نضیر اور بنی قریظہ اور بنی قینقاع داخل نہ تھے جو مدینہ کے گرد و نواح مین رہتے تھے۔ مگر چند مدت کے بعد اونھون نے بھی بطیب خاطر ان شرائط کو قبول کر لیا۔

آنحضرتؐ کی اس عنایت اور فیاضی سے یہود کو کچھ تسکین نہین ہوئی اور اونکو جو ایک عداوت قلبی آپؐ سے تھی اوسمین کچھ خفت نہین ہوئی۔

علاوہ یہود کے آنحضرتؐ کو اور آپؐ کے اصحاب کو مدینہ کے اندر منافقین کا خوف لگا ہوا تھا۔ عبد اللہ ابن اُبی کا فریق جو کسی زمانہ مین دعوی بادشاہت کا رکھتا تھا ایک اجنبی گروہ کو اپنے مین شامل دیکھکر ہمیشہ خار کھاتا تھا اور بت پرستون یعنے مشرکین قریش کے ساتھ شریک ہوکر ہمیشہ یہی کوشش کرتا تھا کہ پیغمبر اسلام کے عالی حوصلون کو خاک مین ملا دے۔ وہ منافقین[1] مشرکین مکہ سے ہمیشہ نامہ و پیام رکھتے تھے اور جو کچھ مدینہ مین گذرتا تھا اوسکی اطلاع اونکو برابر دیتے تھے اور مشرکین قریش کو خوب معلوم ہوتا جاتا تھا کہ اب مسلمانون کے تعداد دگنی ہے۔ اور یہ بھی وہ خوب جانتے تھے کہ یہود نے صرف مصلحت وقت دیکھکر آنحضرتؐ سے صلح کر لی ہے اور اونکو یقین کلی تھا کہ جو ہین وہ ہمکو زیر دیوار مدینہ دیکھین گے آنحضرتؐ سے منحرف ہوکر ہمارے شریک ہو جائین گے[2]۔

---

[1] یعنی اتباع عبد اللہ ابن اُبی ۱۲ [2] اللہ اکبر جب ان یہودیوں سے پوچھا گیا کہ دین اسلام کو پسند کرتے ہو یا کفر (بت پرستی) کو تو انہون نے بیساختہ جواب دیا کہ بت پرستی ہمکو گوارا ہے مگر پیغمبر اسلام کے احکام گوارا نہین ہین ۱۲ مؤلف —

پس اب مشرکین مکہ کو اس امر مین تردد ہوا کہ آیا او سوقت تک توقف کرین جبتک ہمارے کاروان باہر سے واپس آئین یا یکایک مدینہ پر دھاوا کردین - اونھون نے پہلے شق پر عمل کرنا منظور کیا لہذا آنحضرت ؐ پر فرض ہوگیا کہ ایسی تدبیر کرین کہ مشرکین مدینہ پر دفعۃً حملہ نہ کرسکین - اب آنحضرت ؐ صرف اپنی امت کی ناصح ہی نہ تھے بلکہ اونکی جان و مال کے حافظ بھی تھے اور آپ کی بربادی عین اونکی بربادی تھی - پس آپ پر فرض تھا کہ غنیم کو روکنے کی تدبیر کرین قبل اسکے کہ صدہا قبائل مشرکین یکبارگی مسلمانون پر حملہ آور ہون - پس اس غرض سے اور اسواسطے بھی کہ غنیم کے مورچے جو بیرون شہر تھے اونکو شکست کرکے اون قبائل کو اپنا شریک کرلین جو حوالی مدینہ مین رہتے تھے اور جنسے یہ خوف تھا کہ جب کفار باہر سے حملہ کرینگے تو یہ بھی اونکے شریک ہوجائینگے آنحضرت ؐ نے اپنے چچا حمزہ ابن عبدالمطلب اور اپنے چچازاد بھائی عبیدہ ابن حارث اور اور چند سردارون کو تھوڑی تھوڑی فوج لیکر روانہ کیا -

---

۵۱ اس مقام پر مین اس قول مشہور کو اختیار کرتا ہون کہ قریش نے مسلمانون پر حملہ کرنے مین اوسوقت تک توقف کیا جبتک کہ اونکے کاروان شام سے واپس آئین کیونکہ وہ سوچے کہ اوسوقت جو سب ملکر حملہ کرینگے تو مسلمانون کو بالکل تہس نہس کردینگے - میرے نزدیک قریش ایسے غریب و مسکین اور بردبار نہ تھے جیسا اونکی بعض جنبہ دارون نے مثل میور صاحب و ویل صاحب و سپرنگر صاحب کے بیان کیا ہے - قرآن مجید سے زیادہ سچی تاریخ اوس زمانہ کی کوئی نہین ہے - سورۃ ۹ - آیت ۱۳ - مین لکھا ہے کہ "وہ لوگ جنھون نے خود بخود تم پر حملہ کیا" اس آیت مین صلح حدیبیہ کی طرف اشارہ نہین کیا ہے کیونکہ حدیبیہ مین تو کفار نے صرف نقض عہد کیا تھا نہ یہ کہ اہل مدینہ پر حملہ کیا ہو - بلکہ الجبائی کا قول صحیح ہے کہ اس آیت مین تحریک قریش کا مسلمانون پر حملہ آور ہونے کا ذکر ہے - علامہ زمخشری کی تفسیر کشاف مطبوعہ مصر صفحہ ۳۱۴ - اور تفسیر حسینی صفحہ ۲۰۴ - ملاحظہ ہو ۱۲ مؤلف -

۵۲ یعنی بنی ضمرہ اور بنی مدلج اور شعبہ قبیلہ کنانہ کے جو کفار قریش کے شریک ہوکر حملہ کرتے تو سارے مدینہ کو غارت کرڈالتے ۱۲ - مؤلف

جیسا اعراب یعنی صحرائی عربوں کا قاعدہ ہے ویسا ہی ہوا کہ جب ان دو فوجوں کا
مقابلہ ہوا کبھی کشت و خون کی نوبت نہیں آئی بلکہ رجز خوانی کرکے یا چند تیر مار کے
دونو لشکر علیحدہ ہو گئے۔ مگر اتنی مدت بیکار پڑے پڑے قریش تنگ آ گئے۔ وہ اپنے
ارادہ کی اطلاع اسطرح مسلمانوں کو دیچکے تھے کہ اونکے مشہور سردار قرض[1] ابن جابر فہری
نے مدینہ کی سرحد پر حملہ کیا تھا اور شہر کی دیوار تک آکر لوٹ مار کی تھی اور بہت سے اونٹ
بکریاں لے گیا تھا۔ مسلمانوں نے اوسکا تعاقب مقام صفوان تک کیا جو قریب چاہ بدر کے
تھا مگر وہ غارت گر مال غنیمت کو لیکر حدود مکہ میں جا پہونچا[2]

سال آیندہ ماہ رجب میں (نومبر ۶۲۳ع) مدینہ میں خبر آئی کہ اہل مکہ سامان
جنگ کر رہے ہیں۔ مسلمانوں میں سے عبد اللہ ابن جحش کہ بڑا دلیر شخص تھا آٹھ
آدمیوں کے ساتھ دشمن کے سراغ رسانی کو فوراً بھیجا گیا۔ اوس سے زبانی صرف
اتنا کہدیا گیا کہ مکہ کی سمت چلے جاؤ اور ایک سربمہر خط دیکر اوس سے کہدیا کہ اثناء
راہ میں اسکو کھولکر پڑھنا اور جو اسمیں لکھا ہو اوسپر عمل کرنا۔ جب شہر مدینہ سے
دور نکل گیا تو عبد اللہ ابن جحش نے اوس خط کو کھولکر پڑھا اوسمیں لکھا تھا کہ
اپنی فوج کو نخلہ تک لیجانا جو لغنعہ راہ پر مابین طائف اور مکہ واقع تھا اور وہاں سے
دشمن کے حرکات و سکنات کے نگران رہو اور اوسکے ارادوں کو دریافت کرو[3] عبد اللہ
نے مقام نخلہ میں ایک جگہ پوشیدہ ہوکر دیکھا کہ ایک چھوٹا سا کاروان چلا جاتا ہے
وہ اپنی ہمراہی عربوں کی شرارت کو روک نہ سکا اونھوں نے اوس قافلہ پر حملہ کرکے
ایک آدمی کو قتل کیا اور دو آدمیوں کو گرفتار کرکے مع مال غنیمت مدینہ لیگئے —

[1] تاریخ طبری صفحہ ۱۲۶۰ – اور تاریخ ابن ہشام صفحہ ۴۲۱ – ملاحظہ ہو ۱۲ – مؤلف [2] تاریخ ابن ہشام صفحہ ۴۲۳ ملاحظہ
ہو ۱۲ – مؤلف [3] تاریخ ابن ہشام صفحہ ۴۲۳ – اور تاریخ ابن الاثیر جلد ۲ صفحہ ۸۱ – اور تاریخ طبری جلد ۱ صفحہ ۱۲۷۴ ملاحظہ ہو ۱۲ مؤلف

اس فعل سے آنحضرتؐ کو بڑا ملال ہوا اور آپؐ نے عبداللہ کو سخت ملامت کی اور فرمایا کہ "تو نے ایسی حرکت کیون کی - مین نے تجھکو حکم کیا تھا کہ لڑنا نہین" عبداللہ ابن جحش نے جو کفار پر یہ زیادتی کی تو یہود اور مشرکین کو آنحضرتؐ کی غیبت و بدگوئی کرنیکا ایک حیلہ[1] ہاتھ آگیا - جو مسلمان ابتک قریش کے قبضہ مین تھے اونھون نے آنحضرتؐ سے پوچھا کہ اس بدگوئی کا کیا جواب دیا جاے آپؐ نے اسکے جواب مین یہ آیت تلاوت فرمائی - "وہ[2] تجھسے مقدس مہینون کے باب مین پوچھتے ہین - کہہ تو کہ ان مہینون مین لڑائی لڑنا بڑا گناہ ہے مگر لوگون کو خدا کی راہ سے بہکانا اور خدا پر ایمان نہ لانا اور اوسکے بندون کو اوسکے گھر سے نکالدینا اوسکے نزدیک اس سے بھی زیادہ گناہ ہے -" وہ دو قیدی[3] فوراً رہا کردیئے گئے - اس عرصہ مین قریش مسلمانون پر یکبارگی حملہ کرنے کا سامان کر رہے تھے - مکہ کے کاروان سوے وطن مراجعت کر چکے تھے اور اثناے راہ مین تھے سب سے بڑا کاروان شام کا مال اور روم سے اسباب جنگ لیکر عنقریب

---

۱ جیسا اس زمانہ مین مورخین عیسائی کے ہاتھ آیا ہے ۱۲ - مؤلف ۲ يَسْأَلُونَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيهِ قُلْ قِتَالٌ فِيهِ كَبِيرٌ وَصَدٌّ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَكُفْرٌ بِهِ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَإِخْرَاجُ أَهْلِهِ مِنْهُ أَكْبَرُ عِنْدَ اللَّهِ وَالْفِتْنَةُ أَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ وَلَا يَزَالُونَ يُقَاتِلُونَكُمْ حَتَّى يَرُدُّوكُمْ عَنْ دِينِكُمْ إِنِ اسْتَطَاعُوا وَمَنْ يَرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَأُولَئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأُولَئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ قرآن مجید سورۃ البقر آیت ۲۱۴ — اور تاریخ ابن ہشام صفحہ ۴۲۵ — اور تاریخ طبری جلد ۲ صفحہ ۲۷۶ ملاحظہ ہو ۱۲ مؤلف

۳ عبداللہ ابن جحش کے اس معاملہ مین کچھ اور بھی عرض کرنا ضرور ہے - وہ خط اوسکو اسلیے دیا گیا تھا کہ جس سمت مستور رکھا گیا تھا اوسکی خبر کفار کو نہ ہوجاے جیسا کہ خود سید صاحب نے تسلیم کیا ہے (تذکرہ پیغمبر اسلام جلد ۲ صفحہ ۱۷ حاشیہ ملاحظہ ہو) اگر آنحضرتؐ نے عبداللہ کو کاروان قریش پر حملہ کرنے کا حکم دیا ہوتا تو عبداللہ پہلے مشورہ کرکے دلاتا بلکہ صرف آنحضرتؐ کے حکم کی پابندی کرتا - مگر حقیقت یہ ہے کہ آنحضرتؐ نے ابن جحش کو لڑنے کی ممانعت قطعی کی تھی جیسا تاریخ طبری جلد ۲ صفحہ ۳۷۴ مین لکھا ہے ۱۲ - مؤلف

مکہ مین داخل ہونے والا تھا۔ وہ عقل حیوانی جو آدمی کو اپنے نفس کی حفاظت پر آمادہ کرتی ہے مسلمانون کو اسکا باعث ہوے کہ اونھون نے چاہا کہ یہ کاروان ہمارے دشمنون تک کسیطرح نہ پہونچنے پائے چونکہ اہل مدینہ اہل مکہ کو اپنا رقیب[1] جانکر اونکی ترقی تجارت پر حسد کرتے تھے لہذا اونھون نے اس موقع کو غنیمت سمجھکر چاہا کہ ملک شام کی تجارت ہمارے شہر مین آجائے پس اہل مکہ کے ارادون کو باطل کر دینے مین اونھون نے دل سے مسلمانون کی اعانت کی۔ اس کاروان کا قافلہ سالار ابو سفیان ابن حرب تھا اور اسمین ہزار اونٹ تھے تین سے چودہ آدمی مدینہ سے روانہ ہوے کہ اس کاروان کو راہ مین روکین مگر ابو سفیان کو اوسیوقت خبر مل گئی اور اوسنے مکہ سے کمک منگوائی۔ حسب الطلب اوسکی ایک ہزار جوان خوب مسلح و مکمل ہوکر مکہ سے روانہ ہوا۔

اوس کاروان اور اوسکے محافظون کی اُمید مین مسلمان وادی بدر تک چلے گئے مگر اونکی آمد کی خبر سنکر ابو سفیان مکار اوس راہ کو چھوڑ کر دوسرے راستہ سے بحفاظت تمام مکہ پہونچ گیا[2]۔ وہان سے اوسنے ابو جہل کو جو شجاعان مکہ کا افسر تھا ایک قاصد کی زبانی کہلا بھیجا کہ اب وہ کاروان معرض خوف مین نہین ہے لہذا پھر آنا مصلحت ہے۔ ایک فریق نے قریش کے ابو سفیان کی اس مشورہ کو بگوش ہوش سنا مگر ابو جہل مغرور نے کہا کہ پھر جانا کیسا جبتک محمد کو خاک مین نہ ملا لینگے[3]

---

[1] جبسے آنحضرت کے جد امجد ہاشم ابن عبد مناف نے یہ رسم قرار دیا تھا کہ ... بڑے قافلے علاوہ ... چھوٹے قافلون کے تجارت کے لیے ہر سال جایا کرین جاڑون مین ایک قافلہ یمن کو جایا کرے اور گرمی مین دوسرا قافلہ شام کو جایا کرے تب سے قریش کی تجارت مین بے انتہا ترقی ہوئی تھی ۱۲ مولف

[2] تاریخ ابن الاثیر جلد ۲ صفحہ ۹۰ اور تاریخ طبری جلد ۲ صفحہ ۴۸۸ ملاحظہ ہو ۱۲ مولف۔ [3] تاریخ ابن ہشام صفحہ ۴۲۷ اور تاریخ طبری جلد ۲ صفحہ ۴۰۹ اور تاریخ ابن الاثیر جلد ۲ صفحہ ۹۳ ملاحظہ ہو ۱۲ مولف۔

اور اپنی شجاعت و جوانمردی کو اخلاف آیندگان کے لیئے یادگار نہ چھوڑینگے تب تک یہان سے قدم نہ ہٹائینگے - پھر ابوجہل نے کہا کہ "ہم بدر کو بڑھ چلو اور چاہ بدر کے قریب تین[1] روز قیام کرو اور خوب کھاؤ پیو تاکہ تمام عرب کو یہ معرکہ معلوم ہو جاوے اور سب ہمسے ہمیشہ خائف و ترسان رہین " اسطرح سے اپنے فتح کا یقین کر کے وہ بدر پر پہونچا اور وہان اون لوگون کو جما ہوا پایا جو مکہ سے بھاگ آئے تھے - جب آنحضرت صلعم نے دیکھا کہ لشکر کفار اپنے کثرت پر نازان آگے بڑھتا چلا آتا ہے تو آپ نے دست دعا سوے آسمان بلند کیئے جیسا آپ سے پہلے انبیاء بنی اسرائیل نے کیا تھا اور دعا کی کہ "خداوندا اس فوج قلیل کو قتل ہونے سے یا اللہ اپنے وعدۂ نصرت کو فراموش نکر - خداوندا اگر یہ فوج قلیل ہلاک ہوجائیگی تو کوئی تیری عبادت خالص کرنیوالا زمین[2] پر باقی نہ رہیگا - "

تین شخص قریش مین سے آگے بڑھے اور عرب کی رسم کے موافق مبارزطلبی کی یعنی تین شخصون کو فوج اسلام سے اپنے مقابلہ کو لیئے طلب کیا - حمزہ ابن عبدالمطلب اور علی ابن ابیطالب اور عبیدہ ابن حارث اونکے مقابلہ کو میدان مین آئے اور مظفر و منصور پھرے - بعد اوسکے جنگ مغلوبہ ہوئی - پہلے تو فتح مذبذب رہی مگر آنحضرت صلعم نے ایسی فصیح و بلیغ تقریر سے مسلمانون کو جوش دلایا کہ آخر وہی غالب آئے - اوس روز بڑی سخت آندھی آئی اور ایک جھکڑ ہوا کہ اس روز سے ایسا کہ معلوم ہوا کہ مسلمانون کیطرف سے فرشتے آسمان سے اوترکر لڑ رہے ہین - فی الواقع آنحضرت صلعم کو اور صحابہ رضوان اللہ علیہم کو اوس جوش و ولولہ کے عالم مین

[1] تاریخ ابن ہشام صفحہ ۴۴۰ - اور تاریخ ابن الاثیر جلد ۲ صفحہ ۹۲ ملاحظہ ہو - تاریخ طبری جلد ۲ صفحہ ۲۹۱ مین دو تین روز لکھے ہین ۱۲ مؤلف [2] تاریخ ابن ہشام صفحہ ۴۴۴ - اور تاریخ ابن الاثیر جلد ۲ صفحہ ۹۷ ملاحظہ ہو ۱۲ مؤلف

وہ جھکڑ ہوا کا اور وہ گرد و غبار کا بلند ہونا کہ گویا عناصر دشمنان خدا سے لڑ رہے تھے یہی معلوم ہوا کہ گویا ملائکہ[1] ہوا کے گھوڑون پر سوار کفار ناہنجار کو رگید تے چلے جاتے ہین کیونکہ قدیم عیسائیون کیطرح اوس زمانہ کے مسلمانون کو بھی تمام نعمات الٰہی اور تعلقات بشری اور انقلاب روزگار اور گردش زمانہ مین خدا کی قدرت نظر آتی تھی - الغرض مشرکین مکہ نے شکست فاحش کھائی اور بڑا نقصان اوٹھایا - اکثر سردار اونکے مارے گئے اور ابوجہل[2] خود اپنے غرور و نخوت کی نذر ہو گیا بہت سی کفار کو مسلمین نے اسیر کر لیا مگر اونمین سے صرف دو شخص[3] قتل کیے گئے ان دونون کی عداوت قلبی پیروان مذہب جدید سے مشہور و معروف تھی اور عرب مین جو دستور لڑائی کا تھا اوسکے موافق وہ اپنے کردار زشت کی سزا کو پہونچے باقیماندہ اسیران کفار سے مسلمان بڑی انسانیت سے پیش آئے - آنحضرت نے

---

[1] قَدْ كَانَ لَكُمْ آيَةٌ فِي فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَأُخْرَىٰ كَافِرَةٌ يَرَوْنَهُم مِّثْلَيْهِمْ رَأْيَ الْعَيْنِ وَاللَّهُ يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهِ مَن يَشَاءُ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّأُولِي الْأَبْصَارِ وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ بِبَدْرٍ وَأَنتُمْ أَذِلَّةٌ فَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ إِذْ تَقُولُ لِلْمُؤْمِنِينَ أَلَن يَكْفِيَكُمْ أَن يُمِدَّكُمْ رَبُّكُم بِثَلَاثَةِ آلَافٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مُنزَلِينَ بَلَىٰ إِن تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا وَيَأْتُوكُم مِّن فَوْرِهِمْ هَٰذَا يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُم بِخَمْسَةِ آلَافٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مُسَوِّمِينَ وَمَا جَعَلَهُ اللَّهُ إِلَّا بُشْرَىٰ وَلِتَطْمَئِنَّ قُلُوبُكُم بِهِ وَمَا النَّصْرُ إِلَّا مِنْ عِندِ اللَّهِ قرآن مجید سورۂ آل عمران آیات ۱۱ و ۱۱۹ و ۱۲۰ و ۱۲۱ - اور میور صاحب کا تذکرۂ پیغمبر اسلام جلد ۳ صفحہ ۱۰۶ - اور حاشیہ متعلقہ باب ہذا ملاحظہ ہو ۱۲ مولف

[2] تاریخ ابن ہشام صفحہ ۴۴۴ - اور تاریخ ابن الاثیر جلد ۲ صفحہ ۹۶ ملاحظہ ہو - سر ولیم میور صاحب نے لکھا ہے کہ جب ابوجہل کا سر کاٹ کر آنحضرت کے سامنے لائے تو آپ نے بآواز بلند فرمایا کہ "یہ سر مجھکو عمدہ سے عمدہ اونٹ جو تمام عرب مین ہو اوس سے بھی زیادہ پسند ہے" مگر مین نے کسی کتاب مین آپ کا یہ قول نہین دیکھا ہے جہان کہین یہ قول لکھا ہو غلط اور مصنوعی ہے - کیونکہ اگر یہ قول صحیح ہوتا تو ابن ہشام اور ابن الاثیر اور ابوالفدا اور طبری یا کوئی مورخ تو اپنی تاریخ مین اسکو ضرور نقل کرتا ۱۲ - مولف

[3] انمین سے ایک کا نام نضر ابن الحارث تھا جسکا ذکر قرآن مجید سورہ ۸ - آیت ۳۲ - مین اور تاریخ ابوالفدا صفحہ ۸۱ مین بھی ہے - اور دوسرے کا نام عقبہ ابن ابو معیط تھا جو مسلمانون کو

حکم قطعی فرمایا کہ ان مصیبت زدون کی عزت کرو اور انکی حال پر رحم کہا وجن مسلمانون
کے سپرد آپؐ نے اون قیدیون کو کیا تھا اونھون نے اونکی بارے مین آپکے حکم کی تعمیل
دل سے کی - یعنے اپنا خاص کھانا اونکو کھلایا بلکہ اپنی غذا مین سب سے اچھی روٹیان
اونکو کھلا دیتے تھے اور خود چند دانہ[1] خرما پر قناعت کرتے تھے - اونمین سے جو لوگ
متمول تھے اونھون نے قسم کھائی کہ اب مسلمانون سے کبھی نہ لڑین گے اور وہ بھی
رہا کردئی گئی - آنحضرتؐ کے ارشاد کے بموجب اونمین سے جو لوگ کسیقدر ذی علم تھے
وہ اس شرط سے رہا کردیے گئے کہ اطفال مدینہ کو تعلیم دیا کرین -

مال غنیمت کے تقسیم پر لشکر اسلام مین بڑا جھگڑا ہوا - اوسوقت تو آنحضرتؐ
نے رفع نزاع اسطرح کردیا کہ سب پر مال غنیمت برابر[2] تقسیم کردیا - مگر چونکہ ایک غدار
قوم مین اس نزاع سے لامحالہ خرابیان پیدا ہوتین لہذا آنحضرتؐ نے ایک خاص
قانون اموال غنیمت کی تقسیم کے نسبت جاری کیا جو سورہ انفال مین لکھا ہے
تاکہ آئندہ اصحاب مین کبھی جھگڑا نہ ہو - اس قانون کے بموجب مال غنیمت کو تقسیم کرنا
رئیس قوم کی رائے پر موقوف رہا اور خمس یعنے اوسکا پانچوان حصہ بیت المال کے لیے
رکھا گیا - اس خمس سے جسمین رسول اللہ کا حق بھی داخل ہے کہ آپؐ سردار امت تھے

---

[1] تاریخ ابن ہشام صفحہ ۴۵۹ - اور تاریخ کاسن ڈی پرسول جلد ۳ صفحہ ۹۰ ملاحظہ ہو - سیور صاحب فرماتے ہین کہ [illegible] بہ تعمیل حکم آنحضرتؐ اشراف مدینہ نے اور جن مہاجرین پاس مکانات تھے اونھون نے اپنے اسیران کو اپنے گھرون مین رکھا اور [illegible] خاطر و مدارات کی [illegible] کے بعد اونمین سے ایک قیدی نے کہا خدا آباد رکھے اہل مدینہ کو [illegible] اور [illegible] کی روٹی کھلائی اور خود [illegible] کی [illegible] صفحہ ۱۲۲ [illegible] - [2] سیل صاحب [illegible] مقام پر لکھتے ہین کہ یہ عجیب بات [illegible] اصحاب مین [illegible] غنیمت پر کبھی [illegible] نزاع پیدا ہوا [illegible] مال غنیمت پر جھگڑا ہوا تھا - جو لوگ لڑائی مین شریک ہوئے تھے اونھون نے [illegible] اپنے گھرون مین [illegible] مال غنیمت مین کچھ حصہ ملنا چاہیے - [illegible] پیدا کیا گیا [illegible]

غربا و مساکین اور ایتام اور مسافرون کی پرورش کیجاتی ہے -

لہ واعلموا انما غنمتم من شیء فان للہ خمسہ وللرسول ولذی القربی والیتمی و المساکین وابن السبیل ان کنتم امنتم باللہ وما انزلنا علی عبدنا یوم الفرقان یوم التقی الجمعان واللہ علی کل شیء قدیر

سورۃ انفال آیت ۴۲ - ہرچند مال غنیمت کو تقسیم کرنا رئیس قوم کی رائے پر موقوف رکھا گیا تھا لیکن چند رسوم کا ہمیشہ لحاظ رکھا جاتا تھا جو خلفاء راشدین کے عہد مین لظیرین ہوگئین اور جنسے یہ خمس کا قاعدہ اور زیادہ محدود ہو گیا - ایم کو یری صاحب مورخ فرانسیسی کی تاریخ جز ۱ صفحہ ۳۳۵ مطبوعہ شہر پارس ۱۸۷۱ع ملاحظہ ہو ۱۲ - مؤلف

حاشیہ متعلقہ باب ۵

قرآن مجید کے بعض آیات مین یہ مضمون کہ ملائکہ فوج خدا یعنے لشکر اسلام کی کمک کو آسمان سے نازل ہوئے ایسی خوبصورتی اور بلاغت سے لکھا ہے کہ زبور کی بلیغ ترین آیات سے بلاغت مین کسیطرح کم نہین ہے - فی الواقع ایک ہی مذاق شاعری دونون آسمانی کتابون کے ان آیات مین پایا جاتا ہے - زبور داؤد تمام آیت ۲۸ - ملاحظہ ہو - غالباً آنحضرتؐ کو بھی مثل حضرت عیسیٰ اور دیگر انبیاء و مصلحان بنی آدم کو وجود ملائکہ کا اعتقاد تھا جو خدا اور انسان کے درمیان پیامبری کرتے ہین - اگر اس زمانہ کے عقلاء نے وجود ملائکہ کا انکار کیا ہے تو اونکا انکار کرنا اسکی دلیل نہین ہوسکتی کہ ہم اپنے اسلاف اور بزرگان دین کے اعتقادات کی توہین کرین - ہماری یہ بد اعتقادی بھی اوسیطرح وہم اور وسوسہ کی مصداق ہوسکتی ہے جسطرح اونکی اس اعتقاد کو ہم وہم و وسوسہ کہتے ہین - صرف فرق اتنا ہے کہ ہمارا وہم عدم وجود ملائکہ پر جما ہوا ہے اونکا وہم اونکے وجود پر قائم ہوگیا تھا - جن چیزون کو ہم اس زمانہ مین اصول طبیعی سمجھتے ہین اونہین کو اوس زمانہ کے لوگ ملائکہ اور پیامبران آسمانی خیال کرتے تھے - عقل بشری اس امر کے ادراک سے قاصر ہے کہ آیا خدا اور انسان کے درمیان بھی کچھ چیزین اوسیطرح متوسط ہین جیسا اکثر حکیم کا قول ہے کہ انسان اور حیوانات کے درمیان متوسط چیزین موجود ہین -

غالباً آنحضرتؐ بھی مثل حضرت عیسیٰ کے اوس بانی شر یعنے شیطان کے وجود خارجی شخصی کا اعتقاد رکھتے تھے مگر آپکے کلام پاک کو امعان نظر سے دیکھئے تو اوس سے شیطان کا صرف وجود ذہنی مفہوم ہوتا ہے جسکو آپ نے ایسی مناسب و موزون الفاظ سے بیان فرمایا ہے کہ بمقاد کلموا الناس علی قدر عقولهم پیروان حق بین کے سمجھ مین آگیا - چنانچہ ایک شخص نے آپ سے پوچھا کہ یا رسول اللہ شیطان کیا چیز ہے

آپ نے فرمایا انسان کے دل مین۔

وجود ملائکہ اور وجود شیطان کے اعتقاد سے عجیب و غریب قصص و حکایات دین اسلام اور دین مسیحی[۲] دونون مین پیدا ہو گئے ہین۔ عیسائیون کیطرف سے اولیاء مسیحی اور ملائکہ آسمان سے اوتر کر لڑے مگر مسلمانون نے حتی الامکان اولیاء کو تو بالائے طاق رکھا صرف ملائکہ کی حمایت کو دنیاوی لڑائیون مین قبول کیا۔ عیسائی راویون نے اوس یہود فریسی کو جسنے حضرت عیسیٰ کو ورغلانا تھا شیطان مجسم و حقیقی قرار دیا ہے۔ گو بعض جرمنی مورخون نے اوس سنوی کو سردار علماء یہود لکھا ہے اور بلمین صاحب بشپ نے اوسکو سردار علماء یہود اور شیطان لعین دونون بیان کیا ہے مگر یہ حکمت کی ہے کہ ناظرین پر چھوڑ دیا ہے کہ جو چاہو سمجھ لو۔ علی ہذا القیاس روایت ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرتؐ محراب کعبہ مین نماز پڑھ رہے تھے اور کفار آپؐ کو بہت ستا رہے تھے اور آپؐ سورہ والنجم کے تلاوت کرتے کرتے اس آیت پر پہونچے افرأیتم اللات والعزیٰ ومناۃ الثالثۃ الاخریٰ اوسوقت کئی مشرک موجود تھے۔ اونمین سے ایک نے باین خیال کہ مبادا آنحضرتؐ ہمارے بتون کی ہجو کرین یہ کلمات کہے کہ یہ بت ہمارے خدا بزرگ ہین اور انکی شفاعت ہمارے کام آئیگی۔ مسلمانون کو اوسوقت یہ نہ معلوم ہوا کہ یہ کلمات کون کہہ رہا ہے بس وہ سمجھے کہ یہ شیطان لعین ہے جسکی مذمت قرآن مجید مین اکثر مقامات پر کی ہے۔ محدثین اسکو بھول گئے کہ جس چیز کی مذمت آنحضرتؐ نے کی ہے وہ نفس امارہ ہے جو مبداء شرور ہے اور جو اوس مشرک کو ان کلمات کے کہنے کا باعث ہوا تھا اور یہی قرار دے لیا کہ وہ شخص آدمی نہ تھا بلکہ شیطان تھا

سید احمد خان صاحب کی الخطبات الاحمدیہ علی العرب والسیرۃ المحمدیہ صفحہ ۶ ۴۴ سے ۴۷ خطبہ ۲ ملاحظہ ہو

کتاب ہسٹولوجی آف دی اپاسٹولک ایج صفحہ ۱۰۴ ــ ۴۳ ۴۴۔ جلد ۱۔ مین باسناد کثیرہ لکھا ہے کہ حوارین اور تابعین حوارین حضرت مسیحؑ اعتقاد کامل ملائکہ اور شیاطین کے وجود خارجی شخصی کا رکھتے تھے اور کسیقدر اونکے اجسام کو نوری یا ناری جانتے تھے مگر بہمہ وجوہ انسان سے مشابہ سمجھتے تھے۔ یہ اعتقاد حوارین کو لامحالہ خود حضرت مسیحؑ سے پہونچا ہوگا جنکی نسبت رینن صاحب مورخ فرانسیسی لکھتے ہین کہ حضرت مسیحؑ کا اعتقاد ان امور کی نسبت اوس زمانہ کے لوگون سے مختلف نہ تھا۔ رینن صاحب کا تذکرہ حضرت مسیحؑ صفحہ ۲۶۷ مطبوعہ ۱۸۶۳ء ملاحظہ ہو۔ ۱۲ مؤلف۔

حاشیہ متعلقہ باب ۵

یہ روایت بالکل غلط ہے کہ جب عقبہ ابن ابو معیط کو قتل کرنے لے چلے اور اوسنے فریاد کی کہ میرے بال بچونکی اب کون خبر لیگا تو آنحضرتؐ نے یہ جواب ترش دیا کہ وہ آتش جہنم ملا۔ یہ روایت فی نفسہ خلاف عقل ہے اور آپؐ کی آداب و اخلاق کے ایسی خلاف ہے کہ اسکی صحت و اصلیت کی تحقیق کرنا کچھ ضرور نہین ہے کیونکہ

سب اسکے قائل ہین کہ بچون پر شفقت کرنا اخلاق محمدی مین داخل تھا اور آپؐ نے یتیمون پر شفقت کرنی اور اونکی حفاظت وحراست کرنے کو فرض عین قرار دیکر ہمیشہ تاکید اوسکی فرمائی ہے اور فرمایا ہے کہ خدا کو یہ فعل بہت پسند ہے - مگر چونکہ مورخین عیسائی اس روایت پر انگشت بدندان ہین لہذا اسکی اصل کا پتا لگانا ضرور ہے - اسکی اصل یہ معلوم ہوتی ہے کہ آنحضرت صلعم نے عقبہ کی اولاد کو صبیان النار فرمایا تھا - اسکی وجہ یہ ہے کہ عقبہ قبیلہ بنی عجلان سے تھا جسکی ایک شاخ بعض گھاٹیون مین قریب صفراء کے رہتی تھے اور وہ شاخ بنو النار کے لقب سے مشہور تھی - غالباً عقبہ کی اولاد کو صبیان النار آپؐ نے اسیوجہ سے فرمایا تھا -

ایک اور روایت کو بھی معاندین نے بگاڑ کر لکھا ہے - وہ یہ ہے کہ جب مشرکین قریش کی لاشین دفن ہونے لگین اوسوقت آنحضرتؐ نے اونکی بڑی تفضیح کی - طبری نے اس روایت کو یون لکھا ہے کہ آنحضرتؐ اوس گڑھے کے قریب بیٹھ گئے جسمین کفار کی لاشون کو دفن کرنا قرار پایا تھا اور ایک ایک مشرک کی لاش اوسمین ڈالتی جاتی تھی اور اوسکا نام لیتے جاتے تھے اوسوقت آنحضرتؐ نے یہ کلمات فرمائے کہ "وہ ای بنی عم تمنے مجھے جھوٹا کہا درحالیکہ اور لوگ میرا ایمان لاچکے تھے - تمنے مجھکو میرے گھر سے نکالدیا درحالیکہ اور لوگون نے ہمکو قبول کرلیا - پس دیکھو تمھارا کیا انجام ہوا - افسوس ہے خدا کا وعید پورا ہوا" ان الفاظ سے رحم اور ترس ظاہر ہے مگر معاندین نے انکو بغض وعداوت پر محمول کیا ہے ۱۲ - مؤلف

چھٹا باب

سنہ ۲ ہجری مطابق ۶۲۴ عیسوی

کامیابی ہمیشہ ایک بہت بڑا معیار سچائی کا ہوتا ہے اور یہ کچھ اخلاقات پر منحصر نہین ہے - دین مسیحؑ کے ابتدا مین بھی ایک عالم یہود نے یہی کہا تھا کہ "وہ ان عیسائیون کو انکے حال پر چھوڑ دو - اگر یہ جھوٹے ہین تو یہ خود فنا ہوجائینگے ورنہ تم خود غلط ثابت ہوجاؤ گے" اگر قسطنطین اعظم کو جو سب سے پہلا عیسائی بادشاہ تھا یہ وہم نہ ہوا ہوتا کہ مین نے آسمان پر ایک نور کی صلیب دیکھی ہے اور اگر اوس صلیب کی برکت سے

اسکی فتح نہ ہوئی ہوتی اور اوسکو تخت سلطنت نہ مل گیا ہوتا تو خدا جانے دین مسیحی کا کیا انجام ہوتا۔ غزوہ بدر کا فتح ہونا اسلام کے حق مین ویسا ہی اکسیر اعظم ہو گیا جیسا جنگ[1] ملوین برج کا فتح ہونا دین مسیحی کے فروغ کا باعث ہوا تھا۔ اوسیوقت سے دین مسیحی قیاصرہ روم کے تخت سلطنت پر متمکن ہوکر حکمرانی و فرمان روائی کرنے لگا۔

فی الواقع مسلمانون کو جنگ بدر کا فتح ہونا بہت مبارک ہوا۔ اسمین کچھ تعجب کا مقام نہین ہے کہ بنی اسرائیل اور قدیم عیسائیون کیطرح مسلمانون کو بھی بت پرستون پر فتح مبین حاصل کرنے مین خدا کی قدرت دکھائی دیتی تھی۔ اگر مسلمان شکست کھاتے تو فرمائیے اونکا کیا انجام ہوتا۔ سب کے سب مار ڈالے جاتے۔

ہنوز آنحضرتؐ اس جہاد مین مصروف تھے کہ آپؐ کی ایک صاحبزادی حضرت رقیہ نے انتقال کیا جو عثمانؓ سے منسوب تھین جنکو حبش سے مراجعت کئے ہوے چند ہی مدت گذری تھی۔ مگر مشرکین قریش کی آتش غضب ایسی افروختہ تھی اور خواہش انتقام ایسی شدید تھی کہ آپؐ کو رقیہ کا ماتم برپا کرنے کی مہلت نہ ملی۔ جو ہین اسیران قریش اپنے وطن مین صحیح سلامت پہونچے ابوسفیان دو سو سوار ہمراہ لیکر بعزم پیکار مکہ سے نکلا اور قسم کھائی کہ اب مکہ مین پھر کر نہ آؤنگا تاوقتیکہ محمدؐ اور اونکے مہاجرین و انصار سے مقتولین بدر کا انتقام نہ لے لون گا۔ ابوسفیان

[1] یہ لڑائی ۳۱۲ء مین قسطنطین اعظم اور میگزنشیس قیصر مین ہوئی تھی اور قیصر مذکور کو جو اسمین شکست ہوئی اوسکو عیسائی فتح مبین اپنے دین کے سمجھتے ہین۔ گبن صاحب مورخ مشہور نے تاریخ زوال سلطنت روم جلد ۳۔ باب ۲۰ مین اس جنگ صلیبی کی خوب تصحیح کی ہے اور بڑی طبع آزمائی اور خامہ فرسائی اسکے بیان مین کی ہے۔ یہ یادگار لڑائی اوائل قرن مسیحی مین مقام سیکسا رُبرا پر ہوئی تھی جو روم قدیم سے نو میل کے فاصلہ پر ایک چھوٹا سا [illegible] پر واقع تھا جسپر ایک پل بنا ہوا تھا جسکا نام ملوین برج تھا ۱۲ مؤلف

چھپتا ہوا آیا یہانتک کہ مدینہ سے چندمیل کے فاصلہ پر پہونچ گیا اور مسلمانون کو
غافل پاکر حملہ کیا اور لوگون کو قتل کیا اور کھیتون کو تاراج کیا اور نخلہاے خرما کو
جلا دیا جو عرب کی خاص غذا تھی - اہل مکہ نے بورون مین ستو بھرکے رکھ لیا تھا
کہ لڑائی مین کام آئیگا - جونہی مسلمانون نے مدینہ سے نکلکر چاہا کہ قاتلون سے
انتقام لین مشرکین مکہ گھوڑون کی باگین موڑ موڑ کر بھاگے اور ستو کے بورون
کو پھینکدیا کہ گھوڑون کا بوجھ کم ہوجاے - لہذا مسلمانون نے مضحکہ کی راہ سے
اس لڑائی کا نام غزوۃ السویق رکھا ہے -

واشنگٹن ارونگ صاحب مورخ کے اسناد کے موافق اس زمانہ مین ایک اور
واقعہ ایسا گذرا جس سے ثابت ہوا کہ آپؐ بڑے کریم النفس ہین ایک دن آپؐ ایک درخت کے نیچے اپنے
لشکر سے دور تن تنہا سو رہے تھے کہ ایسا غل ہوا کہ آپؐ بیدار ہوگئے تو دیکھا کہ ایک کافر جو آپکا
جانی دشمن تھا شمشیر برہنہ لئے ہوے آپؐ کے سر پر کھڑا ہوا ہے اور کہہ رہا ہے کہ اے محمد اب
آپؐ کو کون بچا سکتا ہے - آنحضرتؐ نے فرمایا خدا بچائیگا - اوسوقت اوس کافر پر
ایسا رعب طاری ہوا کہ اوسکے ہاتھ سے تلوار گر پڑی اور آنحضرتؐ نے اوسکو اوٹھا کر
گھمایا اور فرمایا کہ اب تجھکو کون بچائیگا اے کافر - اوسنے کہا افسوس ہے میرا
بچانیوالا کوئی نہین ہے - آپؐ نے ارشاد کیا کہ - خیر - رحم کرنا مجھسے سیکھ لے -
یہ فرماکر آپؐ نے اوسکی تلوار اوسکو پھیردی - اوس سنگدل کا دل آپؐ کے اس
رحم سے موم ہوگیا اور بعد اوسکے وہ مدت العمر آپؐ کی وفاداری وجان نثاری مین
سرگرم وثابت قدم رہا -

یہ خفیف لڑائی جو مسلمین وکفار مین ہوئی صرف ایک مقدمہ تھا اوس
جنگ عظیم کا جو عنقریب ہونیوالی تھی - مشرکین مکہ انتقام لینے پر ہمہ تن آمادہ تھے -

اونکے اسباب اور جنگ کا سامان کررہے تھے - اونکے قاصدون نے قبیلہ بنی تہامہ اور بنی کنانہ کو بھی اپنا شریک کرلیا - اب افواج کفار کی تعداد تین ہزار تک پہونچ گئی تھی اور سب سپاہی مسلح ومکمل تھے اور اونمین سات سٔو سوار زرہ پوش تھے اور سب کو یہی خواہش تھی کہ مسلمانون سے کسیطرح انتقام لیجئے - یہ فوج باقاعدہ چھوٹے چھوٹے قبائل عرب کے لیئے اوسیطرح بلاے بے درمان تھے جسطرح اردشیر بادشاہ فارس کا بے انتہا لشکر یونانیون کے لیئے ایک آفت عظیم تھی - وہ فوج قاہرہ لبسرداری ابوسفیان لعین بڑھتے چلے آئے اور کسی نے اوسکو نہین روکا یہانتک کہ اوسنے مدینہ کے شمال و شرق مین ایک مقام پر خوب مضبوط مورچہ باندھ لیا اور اوسمین اور شہر مدینہ مین صرف کوہ اُحد اور اوسکی گھاٹی حد فاصل رہگئی - اس مقام پر بحفاظت تمام مورچہ باندھکر فوج کفار نے اہل مدینہ کے کھیتون اور باغون کو تاراج کرنا شروع کیا -

اہل مدینہ کو اپنے باغات وغیرہ کے تاراج ہونے سے بہت غصہ آیا اور صحابہ رضوان اللہ علیہم کو بھی حمیت اسلام دامنگیر ہوئی - اون سب نے ایسا اصرار و الحاح کیا کہ آنحضرت ؐ ہزار آدمی کو ساتھ لیکر کفار کے مقابلہ کو مدینہ سے باہر نکل آئے - یہود نے اپنی عداوت کو ہزار چھپایا مگر نہ چھپ سکے - آخر کو عبداللہ ابن اُبی سردار منافقین تین سٔو منافقین کو لشکر اسلام سے جدا کرکے لے گیا - اونکے چلے جانے سے آنحضرت کی فوج مین گھٹکر کل سات سٔو آدمی رہگئے جنمین کل دو گھوڑے تھے تاہم گروہ مجاہدین برابر قدم بڑہائے چلا گیا - اور نخلہاے خرما مین سے گذر کر کوہ اُحد پر پہونچ گیا رات بھر فوج اسلام اوس پہاڑ کے کہو مین پڑی رہی صبح کو نماز فجر ادا کرکے میدان مین چلی آئی - آنحضرت ؐ نے کوہ اُحد کے نیچے فوج کو صف آرا کیا اور چند تیراندازون کو

عقب لشکر ایک بلندی پر تعینات کرکے اونکو حکم قطعی دیا کہ جو کچھ ہو سو ہو خبردار
تم اپنے مقام سے نہ ہٹنا۔ بلکہ فوج مخالف کے سوارون کا مقابلہ کرنا اور لشکر اسلام
کے میمنہ اور میسرہ کو اونکی حملون سے بچانا۔ مشرکین مکہ کو اپنی کثرت پر بڑا گھمنڈ تھا
اور اپنے بتون کو قلب لشکر مین رکھکر وہ فوراً میدان مین چلے آئے۔ اور اونکے
سردارون کی بیبیان لڑائی کے گیت گاتی جاتی تھین[له] اور ڈھول بجاتی جاتی تھین۔
پہلے تو قریش نے بڑے زور و شور سے حملہ کیا مگر مسلمانون نے بڑی بہادری سے
اونکو پسپا کر دیا۔ حضرت حمزہ لشکر کفار کو منتشر و پریشان دیکھکر مسلمانون کو
لیکر اونکے قلب لشکر مین گھس گئے اور خوب تلوار چلی۔ مسلمانون کے فتح گویا
ہو چکی تھی کہ وہ کماندار آنحضرتؐ کے حکم کو فراموش کرکے اور کفار کے فرار کو
غنیمت جانکر مال غنیمت کے طمع مین مورچہ چھوڑ[له] کر چلے گئے۔ خالد ابن ولید
سردار قریش فوراً اونکی اس غلطی سے آگاہ ہو گیا اور سوارون کو سمیٹ کر
فوج اسلام کے عقب[له] پر آ کر گرا۔ اور لشکر قریش کے پیادے بھی پھر پڑے اور
مسلمانون کو رو برو اور پشت دونون طرف سے گھیر لیا اور جنگ عظیم ہوئی اور بعض
شجاع ترین سرداران فوج اسلام قتل ہوئے۔ یعنے حضرت حمزہ اور اور کئی بہادر
مارے گئے۔ حضرت علیؑ جنہون نے مشرکین کے پہلی رجز کا جواب دیا تھا اور جناب عمرؓ اور

له ابن ہشام نے اپنی تاریخ صفحہ ۵۶۲ مین یہ گیت نقل کیے ہین۔ اونمین سے بعض کا ترجمہ یہ ہے
وہ شاباش ای بنی عبد الدار شاباش ای حامی و مددگار عورتون کے۔ اپنی تلوارون سے دشمن کو قتل کرو۔
دوسرا شعر کیا خوب کہا ہے ہم بیٹیان ابن سہیل صبح کی۔ ہم مخمل کے فرش کو اپنے پائے نازک سے روندتے ہین
مگر دشمن کا مقابلہ مردانہ وار کرو تو ہم تمکو گلے سے لگائین گے اور جو بھاگوگے تو ہم تمسے بیزار ہو جائینگے اور تمسے
نفرت کرینگے۔ تاریخ ابن الاثیر جلد ۲ صفحہ ۱۱۹ بھی ملاحظہ ہو ۱۲ مؤلف له اسی نافرمانی کیطرف اس آیت مین اشارہ ہے
مِنكُم مَّن يُرِيدُ الدُّنْيَا وَمِنكُم مَّن يُرِيدُ الْآخِرَةَ ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ وَلَقَدْ عَفَا عَنكُمْ وَاللَّهُ ذُو فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ

ابوبکر رض بھی زخمی ہوے - مگر کفار کو اصل مطلب آنحضرت صلعم کی ذات خاص سے تھا اور اب چند ہی اصحاب آپ کے گرد رہگئے تھے اور قلب لشکر سے آپ بالکل جدا ہو گئے تھے - پس کفار نے متواتر اور شدید حملے کرنے آپ پر شروع کیے اصحاب وفادار جلد جلد شہید ہوکر آپ کے سامنے گرتے جاتے تھے - گو آپ کے زخمون سے برابر خون جاری تھا مگر اون جان نثارون کو اوس عالم مین بھی آپ نہین بھولے اور اوس وفادار کو دعاے خیر دی جسنے آپ کی پیشانی مبارک سے خون کو پاک کیا - لکن خدا نے فضل کیا کہ حضرت علی ؑ چند بہادرون کو لیے ہوے عالم سراسیمگی مین قلب لشکر مین لڑ رہے تھے اور لڑتے لڑتے اوس پہاڑی پر ایسی مقام پر پہونچ گئے جہان دشمن کے حملون سے محفوظ تھے اور چونکہ اونکو گمان تھا کہ ہمارے آقا شہید ہو گئے ہین لہذا بڑا طیش اونکو تھا - مگر جب اونھون نے دیکھا کہ ہمارے بھائی بند میدان جنگ کے دوسری سمت ابتک لڑ رہے ہین تو وہ قلب لشکر کفار مین گھس گئے اور وہانتک گھسے چلے گئے جہان بعض مجاہدین جان باز ابتک آپ کو کفار کے حملون سے بچا رہے تھے آنحضرت صلعم کو زندہ دیکھکر اونکی جان مین جان آئی اور بڑی جانبازی

سلہ طبری نے لکھا ہی کہ طلحہ ابن عبد اللہ علمدار لشکر کفار کہ نہایت مرد شجاع تہا حضرت علی ابن ابیطالب ؑ کے سامنے آکر اور شمشیر آبدار کو گھما کر کہنے لگا کہ تم مسلمان کہتے ہو کہ ہمارے مقتولین جہنم مین جائینگے اور تمھاری مقتولین بہشت مین دیکھو اب مین تمکو بہشت مین بھیجے دیتا ہون " اسکا جواب حضرت علی ؑ نے یہ دیا کہ وہ بسم اللہ ایسا ہی کرے " اور اون دونون مین تلوار چلنے لگی اور طلحہ زمین پر گرا - اور چلایا کہ اے میری چچا کے بیٹے اب میرے حال پر رحم کر " حضرت علی ؑ نے فرمایا مین تجھپر رحم کرونگا اور تجھکو داصل جہنم نکرونگا" تاریخ طبری جلد ۳ صفحہ ۲۵ - ملاحظہ ہو ۱۲ - مؤلف سلہ تاریخ ابن الاثیر جلد ۲ صفحہ ۱۱۴ - اور تاریخ ابوالفدا صفحہ ۴۴ - مین جنگ اُحد کی تاریخ ۷ - شوال لکھی ہی اور ابن ہشام نے ۱۵ - شوال لکھی ہے اور اور بعض مورخین نے ۱۱ - شوال لکھی ہے - مگر کاسن ڈی پرسول نے اپنی تاریخ عرب جلد ۳ صفحہ ۹۶ - مین ۱۱ شوال کو ترجیح دی ہی کہ تمام رُوات کا اتفاق ہی کہ وہ روز شنبہ ۱۱ - شوال تھی (۲۶ - جنوری ۶۲۵ع) ۱۲ - مؤلف

کر کے وہ آپ کو کوہ احد کے اوپر چڑھا لیگئے۔ اور وہان پہونچ کر پھر دم لیا۔
حضرت علیؓ اپنے سپر مین ایک جھیل سے پانی لائے اور آنحضرتؐ کا روئے مبارک دہویا
اور زخمون پر چہڑکا اور آپ نے اصحاب کو نماز بیٹھے بیٹھے پڑھائی۔ لشکر کفار
قریش لڑتے لڑتے ایسے تھک گئے تھے کہ اپنی فتح کی تکمیل نہ کر سکے یعنے نہ مدینہ پر
حملہ کر سکے نہ مسلمانون کو کوہ احد سے نکال سکے۔ آخر شہیدون کی لاشون کو
بڑی بیرحمی سے پامال کر کے وہ مدینہ کی سرحد سے چلے گئے۔ ہندہ بنت عتبہ زوجہ
ابو سفیان اور اور نسوان قریش نے بڑی بیرحمی و سنگدلی سے مسلمانون سے انتقام
لیا یعنے وہ ملعونہ حضرت حمزہ کے جگر کو چیر کر کھا گئے اور شہداء کے گوش و بینی کو
کاٹ کر اور اونکی ہار بنا کر اپنے گلے[۲] مین پہنے۔

یہ بے ادبیان جو اون اشقیاء نے شہداء کی لاشون سے کین تو مسلمانون کی
آنکھون مین خون اتر آیا۔ یہانتک کہ خود آنحضرتؐ پر ایسی رقت طاری ہوئی
اور ایسا غیظ آیا کہ آپؐ نے مسلمانون کو حکم دیا کہ اب جو تمہاری فتح ہو تو تم بھی
کفار قریش کی لاشون کے ساتھ یہی سلوک کرنا۔ مگر آپؐ ایسے رحمدل تھے کہ
آپؐ کی طبیعت نے اس بیرحمی کو ہرگز گوارا نہ کیا اور جب وہ غصہ جاتا رہا تو یہ

سلہ شاید بعض ناظرین کو یہ نہ معلوم ہوگا کہ آنحضرتؐ خود کبھی کفار سے نہین لڑے۔ کیونکہ آپ اپنی منصب رسالت کی ذلت اسمین سمجھتے تھے کہ اپنے ہاتھ سے کسیکو لڑائی مین قتل کرین۔ چنانچہ غزوات فجار مین آپؐ اپنے چچا کے ساتھ رہے اور صرف اتنا کیا کہ زخمیون کو میدان جنگ سے اٹھا لائے۔ بعد ازآن جو لڑائیان مسلمین اور کفار نابکار مین ہوئین گو اون لڑائیون مین لشکر اسلام کی افسری خود آنحضرتؐ نے کی اور کیسی کیسی سخت اور خونریز لڑائیون مین آپؐ کیسے ثبات و استقلال کے ساتھ کھڑے رہے مگر آپؐ نے خود کبھی تلوار نہین کھینچی۔ جنگ احد مین جسوقت حضرت علیؓ اور اور بعض مجاہدین آپؐ کو مجروح اور خستہ حال دیکھکر میدان جنگ سے اٹھا لیجانے لگے اوسوقت ایک کافر نیزہ تانکر آنحضرتؐ کیطرف دوڑا۔ گو آپؐ بہت ضعیف و ناتوان تھے آپؐ نے اوس شقی کے ہاتھ سے نیزہ چھین لیا۔ اور وہ شقی گھوڑے پر سے گر پڑا اور خود اوسیکا نیزہ اوسکے لیئے تیر اجل ہوگیا ۱۲۔ مؤلف

سلہ تاریخ ابن ہشام صفحہ ۵۸۰ اور تاریخ ابن الاثیر جلد ۲ صفحہ ۱۱۸

...کے زبان مبارک پر جاری ہوئے ۔ وہ ظلم پر صبر کرو تحقیق صبر کرنیوالے

...پس اوس روز سے لاشون کو پامال کرنے کا رسم قبیح جو اگلے

...قومون مین جاری تھا مسلمانون مین قطعاً حرام ہوگیا ۔

...مراجعت کرنے کے تھوڑی عرصہ کے بعد آنحضرتؐ نے اصحابؓ فادا

...دشمن کا تعاقب کیا تا کہ کفار کو معلوم ہو کہ مسلمانون مین اتنی قوت

ہے کہ دشمن کو سزا دے سکتے ہین ۔ ابو سفیان یہ سُنکر مکہ کی سمت بھاگ گیا

...شخصون کو اہل مدینہ مین سے قتل کرتا گیا ۔ پھر اوس شقی نے آنحضرتؐ

...مین عنقریب پھر آکر آپؐ کو اور آپؐ کے پیروان حق بین کو قتل و قمع

...آنحضرتؐ نے کیا جواب دندان شکن دیا ہے کہ توکّلتُ علی اللّٰہ

...لڑائی کا اثر فوراً ظاہر ہو گیا کہ قرب وجوار کے اعراب نے

...حملہ کر کے لوٹنا شروع کیا ۔ گو آنحضرتؐ نے تدبیر کر کے اون

...دفع کیا مگر اونمین سے بعض قبائل بعض صحابہ کو اس حیلہ سے

...کے ہاتھ پر اسلام لائین گے اور اون بیچارون کو قتل کر ڈالا چنانچہ

ایک مرتبہ ستر مسلمان اسیطرح ایک چشمہ کے قریب جسکو بئر المعونہ کہتے ہین قبیلہ بنی عامر

اور قبیلہ بنی سلیم کی عملداری مین شہید ہوئے ۔ ان شہیدان راہ خدا اور مقتولین

لـه وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِہٖ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَھُوَ خَیْرٌ لِّلصّٰبِرِیْنَ قرآن مجید سورۃ النحل آیت ۱۲۷ ۔ اور تاریخ ابن ہشام صفحہ ۵۸۴ - ۵۸۵ ۔ اور تفسیر کشاف علامہ زمخشری مطبوعہ مصر صفحہ ۴۴۴ ۔ ملاحظہ ہو ۱۲ مؤلف ۔ لـه یہودا نے قیدیون کو زندہ جلا دیتے تھے اور مقتولین کی لاشون کو بڑی بیرحمی سے پامال کرتے تھے ۔ اور رومیون اور یونانیون اور فارسیون مین بھی یہی رسم قبیح جاری تھا ۔ دین مسیحی نے بھی اس ہولناک دستور مین کوئی اصلاح نہین کی اور سولھوین صدی عیسوی تک عیسائی زندہ آدمیون کے اعضا کو کاٹ کاٹ کر اونکو مار ڈالا کرتے تھے ۱۲ مؤلف ۔ لـه اَلَّذِیْنَ قَالَ لَھُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَکُمْ فَاخْشَوْھُمْ فَزَادَھُمْ اِیْمَانًا وَّقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ قرآن مجید سورۂ آل عمران آیت ۱۷۳ ۔ اور تاریخ ابن ہشام صفحہ ۵۹۰ ملاحظہ ہو ۱۲ ۔ مؤلف

مارو وغا مین سے دو شخص زندہ رہگئے تھے وہ مدینہ کی سمت بھاگے آتے تھے کہ اون مین سے
ایک نے راستہ مین دو عربون کو دیکھا اور اونکو اپنا دشمن سمجھکر قتل کر ڈالا - یہ
دونون عرب بنی عامر سے تھے اور رسول اللہ صلعم اونکو امان دیچکے تھے مگر یہ امر
اوس مرد مسلمان کو معلوم نہ تھا - پس جب اوسنے مدینہ مین پہونچکر یہ قصہ آنحضرت صلعم
سے بیان کیا تو آپ کا دل بھر آیا اور آپنے بے ساختہ فرمایا کہ ان دونو عربون
کو مین نے امان دی تھی پھر تو نے اونکو کیون مار ڈالا - اوس مسلمان نے
عرض کیا یا رسول اللہ مین اس سے واقف نہ تھا[۱]-

بنی عامر نے آنحضرت صلعم سے کہلا بھیجا کہ ہمارے اہل قبیلہ جنکو آپ کے صحابی
نے قتل کیا ہے اونکی دیت یعنی خون بہا ہمکو دیجئے - آنحضرت صلعم جانتے تھے کہ یہ
میرے اصحاب پر اور ان لوگون پر جنھون نے اوس فرمان[۲] پر عامر کو قبول کر لیا
دیت کا روپیہ دینا واجب ہے - آپ مسلمانون کے ساتھ بنی نظیر اور بنی قریظہ اور
دیگر قبائل یہود کو بھی یہ دیت کا روپیہ دینے مین شرکت کرنا لازم ہوا - آنحضرت
چند اصحاب مخصوصین کو ہمراہ لیکر چلے بنی نظیر پاس تشریف لیگئے اور اون
اونکا حصہ خون بہا کا طلب کیا - اونھون نے ظاہر مین آپ کے ارشاد کو قبول
کرکے عرض کیا کہ کچھ دیر توقف فرمائیے - آنحضرت صلعم ایک مکان کی دیوار سے لگے

[۱] تاریخ ابن ہشام صفحہ ٦٥٠ - اور تاریخ ابن الاثیر جلد ۲ صفحہ ۱۳۱ - ۲۳۱ - اور تاریخ طبری جلد ۳ صفحہ ۴ ملاحظہ ہو ۱۲ - مؤلف [۲] تاریخ ابن الاثیر جلد ۲ صفحہ ۱۳۳ - ملاحظہ ہو - ۱۲ مؤلف [۳] تاریخ ابن الاثیر جلد ۲ صفحہ ۱۳۳ - اور تاریخ طبری جلد ۳ صفحہ ۵۰ ملاحظہ ہو - میور صاحب اور اسپرنگر صاحب نے اس واقعہ کو خوب رنگا ہے - میور صاحب کو کوئی سند اس قول کی نہین ملی ہے کہ یہود پر اوس فرمان کے بموجب اس دیت مین شریک ہونا واجب نہ تھا - الحمد للہ کہ مین اونکو اسکی سند بتلائے دیتا ہون - تاریخ طبری جلد ۳ صفحہ ۵۰ - اور تاریخ ابن الاثیر جلد ۲ صفحہ ۱۳۳ - مین صاف لکھا ہے کہ بیشک یہودان بنی نظیر و بنی قریظہ کو اس دیت مین شریک ہونا

بیٹھے ہوئے تھے کہ آپؐ نے ایسے آثار مشاہدہ فرمائے کہ آپ فوراً جان گئے کہ یہ اشقیاء میرے قتل کے درپے ہین -

ہمکو احوال سابق کا اعادہ کرنا لازم ہے تاکہ یہود کی عداوت کے وجوہ معلوم ہو جائین - سابق مین بیان کیا گیا کہ جبسے آنحضرتؐ مدینہ مین تشریف لائے تھے اوسوقت سے یہود آپؐ سے عداوت قلبی رکھتے تھے اور آپؐ کی تاک مین رہتے تھے اوھنون نے چاہا کہ آپؐ کے اصحاب مین نفاق ڈالدین اور آپؐ کی اور صحابہ کی غیبت و بدگوئی کیا کرتے تھے - چنانچہ لکھا ہے کہ وہ اشقیاء قرآن مجید کے الفاظ کو اسطرح زبان دباکر اور توڑ مروڑکر پڑھتے تھے کہ اونسے مکروہ معنی پیدا ہوتے تھے اور صرف اتنی ہی شرارت نہ کرتے تھے بلکہ چونکہ وہ اعلی درجہ کی تعلیم یافتہ اور عقیل تھے اور فرقہ منافقین سے اتفاق رکھتے تھے اور خود اونمین خوب اتفاق تھا (بر خلاف عرب کے جنمین باہم سخت نا اتفاقی تھی) لہذا وہ ایک نہایت خطرناک قوم اوس سلطنت جمہوری مین تھی جو شارع اسلام کی زیر حکومت قائم ہوئی تھی نا تربیت یافتہ قومون مین شاعرون کا وہی مرتبہ ہوتا ہے اور ویسا ہی اقتدار رکھتے ہین جیسا اہل اخبارات اس زمانہ مین رکھتے ہین - شعرائے یہود چونکہ نہایت ذی علم و ذی شعور تھے لہذا اہل مدینہ پر خوب حاوی ہو گئے تھے - اور اُس قوت کو اوھنون نے اسمین صرف کیا کہ مسلمانون مین نفاق ڈالنے لگے اور اونمین اور فریق مخالف مین بغض و عداوت کو بڑہانے لگے - جنگ بدر مین مشرکین مکہ کا شکست کہانا جیسا اہل مکہ کو شاق گذرا تھا ویسا ہی یہود کو بھی سخت ناگوار ہوا تھا - اس لڑائی کے بعد ایک معزز یہودی کعب ابن اشرف کہ قبیلہ بنی نضیر سے تھا مشرکین قریش کی شکست پر علانیہ اظہار حزن و ملال کرکے مکہ کو روانہ ہوا

اور وہان کے لوگون کو عالم غیظ مین اور کمال ملول و محزون دیکھکر کوئی دقیقہ اونکی تقویت و تحریص کرنے مین فروگذاشت نہین کیا۔ اوسنے آنحضرتؐ اور صحابہؓ کی ہجو کے اور جو اہل مکہ جنگ بدر مین قتل ہوے تھے اونکی مدح و ثنا کی اور اپنے پُر تاثیر کلام سے قریش کی خواہش انتقام کو ایسا برانگیختہ کیا کہ جنگ احد مین اونھون نے مسلمانون سے انتقام لیا۔ جب اوسکا مطلب حاصل ہوگیا تو وہ اپنے وطن کو پھر آیا۔ جس سلطنت جمہوری کا وہ شریک تھا اوسی کے خلاف اوسنے علانیہ کارروائی کرنی شروع کی حالانکہ وہ اوس قبیلہ سے تھا جسنے مسلمانون کے ساتھ عہد کیا تھا اور جسنے یہ حلف کرلیا تھا کہ اس سلطنت کو اندرونی اور بیرونی خطرہ سے بچائینگے۔ جب یہ دغاباز منافق مدینہ مین پہونچا تو قتل کیا گیا۔ ایک اور یہودی ابورافع نامی بھی قتل کیا گیا جو قبیلہ بنی نظیر سے تھا اور جسنے مدینہ کے نواح کے قبائل کو مسلمانون کے خلاف بھڑکایا تھا۔[۱]

ان دونون منافقون کے قتل ہونے سے اور اونکے برادران دینی یعنی قبیلہ بنی قینقاع کے مدینہ کی سرحد سے نکالدیے جانے سے یہودان بنی نظیر کو آنحضرتؐ سے سخت عداوت ہوگئی۔ بنی قینقاع کے جلا وطن ہونے کا حال ایسا دلچسپ ہی کہ رسول اللہ صلعم کے اس مختصر تذکرہ مین اوسکا ذکر کرنا مناسب ہے۔ اور قبائل یہود تو زراعت پیشہ تھے مگر قبیلہ بنی قینقاع ایک کھیت یا نخیل خرما بھی نہ رکھتا تھا۔ اس قبیلہ کے لوگ اکثر اہل حرفہ تھے اور سب قسم کے صناع اور کاریگر تھے۔ اسکندریہ کے یہود کیطرح یہودان بنی قینقاع بھی بڑے

[۱] تاریخ ابن ہشام صفحہ ۴۱۹۔ اور تاریخ طبری جلد ۳ صفحہ۔ اور تاریخ ابن الاثیر جلد ۲ صفحہ ۱۱۰ اور تاریخ کاسن ڈی پرسول جلد ۳ صفحہ ۷۸۔ اور حاشیہ ۲ متعلقہ باب ... مولف
[۲] [illegible]

... اور نہایت فاسق وفاجر تھے - ایک روز ماہ شوال سنہ ہجری (مطابق فروری ۶۲۴ء) مین ایک نوجوان لڑکی مدینہ کے بازار مین دودھ بیچنے کو آئی - نوجوانان یہود نے حرمت نسوان اور مہمان نوازی کے اصول کو بالائے طاق رکھکر اوس نوجوان عورت کی ہتک حرمت اور آبرو ریزی کی - ایک مسلمان راہگیر اوس عورت کا شریک ہو گیا اور خوب مار پیٹ ہوئی اور جو یہودی اوسکی آبرو ریزی کے درپے تھا وہ مارا گیا - تب تمام یہودیون نے جو وہان موجود تھے اکٹھا ہو کر اوس بیچارے مسلمان کو قتل کر ڈالا - غرض ایک ہنگامۂ عظیم برپا ہوا - اور مسلمانون کو اپنے برادر ایمانی کے شہید ہونے سے ایسا غیظ آیا کہ تلوارین لیکر دوڑے اور بہت خونریزی ہوئی اور طرفین کے بہت سے لوگ مارے گئے - جونہی آنحضرتؐ نے اس فساد کی خبر سُنی فوراً اوس مقام پر خود تشریف لیگئے اور آپؐ کی تشریف آوری سے مسلمانون کا طیش کم ہو گیا - آپؐ فوراً سمجھ گئے کہ اگر ایسے ہنگامے اور فسادات جائز رکھے جائینگے تو اسکا انجام بُرا ہوگا - اور مدینہ ایک جنگ گاہ ہو جائیگی جسمین مخالف فرقون کے لوگ بلا مزاحمت اور بلا عقوبت ایک دوسرے کو قتل کرینگے - یہود نے صریحاً اور عمداً شرائط معاہدہ کے خلاف ورزی کی تھی - پس اس پیمان شکنی کا مواخذہ کرنا واجب تھا ورنہ امن وامان اور حفظ مال وجان بخطر تھا - لہذا آنحضرتؐ فوراً محلہ بنی قینقاع مین تشریف لیگئے اور یہود سے فرمایا کہ یا اسلام قبول کر کے امت مرحومہ مین داخل ہو یا مدینہ سے نکل جاؤ - یہود نے بہت سخت جواب دیا - اونھون نے عرض کیا کہ "اے محمدؐ[1] اپنی قوم

[1] تاریخ ابن ہشام صفحہ ۵۴۵ - ملاحظہ ہو - طبری نے جو تقریر بنی قینقاع کی لکھی ہے اوسمین اور اس کلام مین کچھ تھوڑا سا فرق ہے - تمام مورخین کا اتفاق ہے کہ بنی قینقاع کی تقریر خشونت آمیز اور ملال انگیز تھی - نہین معلوم گبن صاحب مصنف نے ایسی نرم تقریر جیسی اونکی تاریخ مین لکھی ہے کہان سے نقل کی ہے ۱۲ - مؤلف -

(قریش) کو شکست دیکر نازان نہ ہو۔ آپ کو ایسے لوگون سے سابقہ پڑا جو فن حرب سے محض ناواقف تھے۔ اگر آپ ہمسے بھی ویسا ہی برتاؤ کیا چاہتے ہین تو ہم آپ کو دکھلا دینگے کہ لڑنیوالے ایسے ہوتے ہین "۔ تب اونھون نے قطعہ شدہ کر آنحضرتؐ کی حکومت کو کچھ نہ مانا۔ اونکو محکوم و مطیع بنا لینا فرض ہی تھا لہذا انکو قلعون کا محاصرہ فوراً کیا گیا۔ پندرہ روز کے بعد وہ صلح پر راضی ہوے۔ پہلے یہ صلاح ٹھہری کہ انکو سخت سزا دینی چاہیئے مگر آنحضرتؐ کا خلق طبیعی اور رحم جبلی مقتضیٔ عدل و انصاف پر غالب آگیا اور بنی قینقاع صرف جلاوطن کر دیئے گئے[1]

یہ سب واقعات یہودان بنی نظیر کے دل مین کھٹک رہے تھے۔ اب وہ اس فکر مین تھے کہ موقع ملے تو پیغمبر اسلام سے کسیطرح اپنا بچا چھڑائین۔ پس آنحضرتؐ کے مدینہ مین داخل ہونے کو وہ بہت غنیمت سمجھے۔ مگر اونکی نیت فاسد کو آنحضرتؐ اپنی چشم بصیرت سے فوراً پہچان گئے جیسا سابق مین بیان کیا گیا اور فوراً وہان سے چلے گئے اور اسطرح تشریف لے گئے کہ یہود کو کچھ شبہ نہین پیدا ہوا ورنہ وہ آپؐ کو اور صحابہ رضؐ کے قتل کی تدبیر کر چکے تھے[2]۔

اب بنی نظیر کی بھی بعینہ وہی کیفیت ہو گئی تھی جیسے پہلے بنی قینقاع کی تھی اونھون نے خود اپنے اعمال زشت سے اپنے تئین اوس فرمان عام کے دائرہ سے

[1] بعض مورخین نے لکھا ہے کہ عبداللہ ابن اُبی ابن ابی سلول کی التجا سے آنحضرتؐ بنی قینقاع سے چند شخصون کو سزای موت دینی سے باز رہے۔ مگر یہ امر طے نہین ہوا ہی گو بعض مورخین لغاری نے آمین بہت قیل و قال کی ہی ۱۲ مولف

[2] اگر آنحضرت یا اصحاب وفادار ذرا بھی شک یا بدگمانی ان یہودیون کی نسبت ظاہر کرتے تو وہ اپنی جان بچا لیجاتے اور جو کرنا تھا وہ کر گذرتے لہذا آنحضرتؐ تنہا چلے گئے اور صحابہ کو وہین چھوڑ گئے جس سے یہود [illegible] نہیں گئی ہین اور جلد پھر آئینگے ۱۲ مولف —

خارج کر دیا تھا۔ لہذا مدینہ مین داخل ہونے کے ساتھہی آنحضرتؐ نے اونکو وہی پیغام کہلا بھیجا جو بنی قینقاع کو کہلا بھیجا تھا۔ منافقین اور عبد اللہ ابن اُبی کی حمایت پر پھر دوسا کر کے بنی النظیر نے جواب ترش دیا۔ مگر جب عبد اللہ ابن اُبی کی مدد سے اور یہودان بنی قریظہ کی کمک سے یاس ہوگئی تو بنی نظیر پندرہ روز کے محاصرہ کے بعد صلح کے ملتجی ہوے۔ جو پیغام اونھون نے پہلے بھیجا تھا وہی پھر دوبارا بھیجا اور اقرار کیا کہ مدینہ کی سرحد سے باہر چلے جائین گے۔ اونکو اجازت دیگئی کہ سواے آلات حرب کے اور سب مال منقولہ اپنے ساتھ لیتے جائین۔ مدینہ سے جانے کے پیشتر اونھون نے اپنے مکانات کو منہدم کر دیا تاکہ مسلمان اونمین نہ رہسکین آنحضرتؐ نے اونکے اراضی کو اور اسباب جنگ کو جسے وہ اپنے ساتھ نہ لیجا سکے تھے انصار کی رضامندی اور استحسان سے مہاجرین مین تقسیم کر دیا جنکے رزق کا دارو مدار اسوقت تک اہل مدینہ کی فیاضی پر تھا۔ باوجودیکہ مہاجرین و انصار مین باہم برادرانہ لطف و محبت تھی مگر آنحضرتؐ خوب جانتے تھے کہ اہل مدینہ کی اعانت سے اونکی بسر اوقات نہین ہوسکتی۔ لہذا آنحضرتؐ نے انصار کو جمع کر کے پوچھا کہ تم مجھکو اجازت دیتے ہو کہ یہود کے مال کو تمھارے غریب نادار بھائیون پر تقسیم کر دون جو مکہ سے میرے ہمراہ آئے ہین۔ اون سب نے بالاتفاق عرض کیا "یا رسول اللہؐ یہود کا مال ہمارے بھائیون کو دیدیجیے بلکہ ہمارے مال کا ایک جزو بھی اونکو دیدیجیے ہم برضا و رغبت آپؐ کو اجازت دیتے ہین" پس آنحضرتؐ نے وہ مال مہاجرین پر تقسیم کر دیا اور انصار مین سے بھی دو شخصون کو

سلہ طبری نے گیارہ روز کا محاصرہ لکھا ہی دیکھو تاریخ طبری جلد ۳ صفحہ ۸۵ ملاحظہ ہو ۱۲۔ مؤلف سلہ تاریخ ہشام صفحہ ۶۵۲۔۶۵۳۔ اور تاریخ ابن الاثیر جلد ۲ صفحہ ۱۲۳ اور تاریخ ابو الفدا صفحہ ۴۹۔ ملاحظہ ہو ۱۲ مؤلف۔

کچھ دیا جو بہت معاش[۵۱] تھے۔

بنی نظیر کی جلاوطنی ماہ ربیع الاول[۵۲] سنہ ۴ ہجری مین وقوع مین آئی۔ باقیماندہ یہ سال اور سال آیندہ کا پہلا جزو اسمین صرف ہوا کہ اعراب[۵۳] خونریز جو مسلمانون پر حملے کیا کرتے تھے اور مدینہ کی سرحد کو لوٹا کرتے تھے اونکو مسلمانون نے زیر و زبر کیا۔

اس عرصہ مین آنحضرت صلعم کے دشمن بیکار اور غافل نہین رہے۔ مشرکین مکہ نے چارون طرف قاصد بھیجے تھے کہ قبائل عرب کو مسلمانون سے مخالفت پر آمادہ کرین۔ یہود نہایت سرگرمی سے یہ کوشش کر رہے تھے۔ بعض یہودان بنی نظیر خیبر کے قریب رہ گئے تھے اور مسلمانون سے انتقام لینے کی امید مین ایک اور سازش[۵۴] کر رہے تھے۔ اس کوشش مین اونکو ایسی کامیابی ہوئی جسکی امید نہ تھی الغرض۔ ایک جماعت کثیر متفق ہو کر مسلمانون سے مقابلہ پر آمادہ ہوے اور دس ہزار فوج جرار بہ سرداری ابوسفیان لعین مدینہ کی سمت روانہ ہوئے

---

۵۱ تاریخ ابن ہشام صفحہ ۶۵۴ - اور تاریخ ابن الاثیر جلد ۲ صفحہ ۱۳۳ - اور تاریخ طبری جلد ۳ صفحہ ۱۴۵۴ ملاحظہ ہو - اوسوقت سے یہ اصول قائم ہوگیا کہ جو مال لڑائی مین نہ حاصل ہوا ہو وہ سلطنت یا رئیس سلطنت کا مال ہے اور جسطرح چاہیے وہ اوسکو صرف کر سکتا ہے۔ دکویری صاحب کی تاریخ اہل اسلام صفحہ ۲۴ ملاحظہ ہو) ۱۲- مؤلف ۵۲ یہ قول ابن ہشام صفحہ ۶۵۳ - اور ابو الفدا صفحہ ۹۴ کا ہے مگر طبری نے جلد ۳ صفحہ ۵۵ مین ماہ صفر لکھا ہے ۱۲- مؤلف ۵۳ اسی قسم کی لڑائی مسلمانون سے اور عیسائی عربون سے مقام دومۃ الجندل مین ہوئی جو بقول ابو الفداء دمشق سے سات روز کی راہ پر جنوب مین واقع تھا۔ ان عرب نصاری نے اہل مدینہ کی تجارت ملک شام سے بند کر دی تھی اور مدینہ پر حملہ کرنے کی دہمکی دی تھی۔ مگر جسوقت مسلمان وہان پہونچے اوسیوقت وہ غارت گر بھاگ گئے اور آنحضرت صلعم نے اونکے رئیس سے معاہدہ کر کے اوسکو اجازت دی کہ اپنی مواشی وغیرہ کو مدینہ کی سرحد مین چرایا کرے بعد اسکے مدینہ کو مراجعت فرمائی۔ تاریخ کاسن ڈی پرسول جلد ۳ صفحہ ۱۲۹- اور تاریخ طبری جلد ۳ صفحہ ۶۰ ملاحظہ ہو ۱۲- مؤلف ۵۴ تاریخ ابن ہشام صفحہ ۶۶۹ - اور تاریخ ابن الاثیر جلد ۲ صفحہ ۱۳۶- اور تاریخ طبری جلد ۳ صفحہ ۶۰ - ۱۶۱ ملاحظہ ہو ۱۲- مؤلف

اثنا راہ مین کوئی اونکا مانع و مزاحم نہ ہوا اور مدینہ سے چند میل کے فاصلہ پر کوہ
اُحد کی اوس سمت جدھر سے مدینہ مین آسانی تمام حملہ ہوسکتا تھا لشکر کفار نے
پڑاو ڈالا - اس فوج کثیر کے مقابلہ کو صرف تین ہزار مسلمان جمع ہوئے[1] سلمانون
نے دیکھا کہ ہماری تعداد قلیل ہے اور مدینہ کے اندر منافقین[2] ہماری مقابلہ کو
موجود ہین لہذا ہمکو جنگ مین سبقت نہ کرنا چاہیئے بلکہ اپنی حفاظت کی فکر کرنی
چاہیئے - پس اس خیال سے اونھون نے ایک عمیق خندق شہر مدینہ کے
غیر محفوظ محلون کے گرد کھودا اور اپنے عیال و اطفال کو محصور و محفوظ مکانات
مین رکھکر بیرون شہر خندق کے سامنے آکر پڑاو ڈالا - اور مدینہ کی دوسری سمت
کی حفاظت کا اونکو یہ خیال رہا کہ بنی قریظہ جنکی چند گڑھیان تھوڑے فاصلہ
جنوب و شرق مین تھین اور جنکو اوس معاہدہ کی رو سے جسکا ذکر سابق مین مکرر
کیا گیا مسلمانون کی حمایت کرنا ہر حال مین اور ہر دشمن کے مقابل مین واجب
تھا اگر ہماری اعانت و حمایت نہ کرینگے تو ہمارے دشمن کی شرکت تو یقیناً نہ کرینگے
مگر یہودان بنی قریظہ کو مشرکین قریش نے سمجھا بجھا کر عہد شکنی پر آمادہ کیا اور اپنا شریک
کر لیا - جو ہین آنحضرتؐ نے بنی قریظہ کے منحرف ہوجانے کی خبر سُنی اوسیوقت آپؐ نے
سعد ابن معاذ اور سعد ابن عبادہ رضی اللہ عنہما کو بھیجا کہ النبی سنت و سماجت کرکے

[1] تاریخ ابن ہشام صفحہ ۶۷۳ - ملاحظہ ہو ۱۲ مؤلف [2] اسی واقعہ کیطرف ان آیات مین اشارہ
ہے - وَإِذْ يَقُولُ الْمُنَافِقُونَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ إِلَّا
غُرُورًا وَإِذْ قَالَت طَّائِفَةٌ مِّنْهُمْ يَا أَهْلَ يَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ فَارْجِعُوا وَيَسْتَأْذِنُ فَرِيقٌ
مِّنْهُمُ النَّبِيَّ يَقُولُونَ إِنَّ بُيُوتَنَا عَوْرَةٌ وَمَا هِيَ بِعَوْرَةٍ إِن يُرِيدُونَ إِلَّا فِرَارًا وَلَوْ
... يُسْأَلُوا الْفِتْنَةَ لَآتَوْهَا وَمَا تَلَبَّثُوا بِهَا إِلَّا يَسِيرًا
قرآن مجید سورۃ الاحزاب آیات ۱۲ و ۱۳ و ۱۴ - ۱۲ مؤلف

انکو راہ پر لاؤ۔ بنی قریظہ نے نہایت درشت جواب دیا اور کہا کہ وہ محمد کون ہین
اور رسول اللہ کیا چیز ہین کہ ہم اونکی اطاعت کرین۔ ہمسے اور اونسے کوئے
عہد و پیمان نہین ہوا ہے"[۵۱]

چونکہ یہ یہود اوس مقام خاص کی کیفیت سے خوب واقف تھے اور
محاصرین کو شہر کے غیر محفوظ مقامات بتا سکتے تھے لہذا مسلمانون کو نہایت انتشار
و اضطرار لاحق ہوا اور ادھر منافقین کی کثرت شہر کے اندر ہوتی جاتی تھی جس سے
مسلمانون کو اور زیادہ خوف و ہراس ہوتا جاتا تھا۔

جب مشرکین قریش اور یہود کی کوئی کوشش اس باب مین کارگر نہوئی
کہ مسلمان کھلے میدان مین آکر لڑین یا یہود جاسوسون کی ہدایت سے شہر پر
شب خون مارین تو اونھون نے یکبارگی حملہ کرنیکا قصد کیا۔ اب محاصرہ کو
بیس روز ہو چکے تھے اور قبائل عرب صحرائی جنھون نے مال غنیمت کی طمع سے
مشرکین قریش اور یہود کا ساتھ دیا تھا اس طولانی محاصرہ سے ہمت ہار گئے تھے۔
ایسے کٹھن وقت مین محاصرین کے سردارون نے کوشش بلیغ کی کہ خندق کو
پھاندکر مسلمانون کی فوج قلیل پر یکبارگی ٹوٹ پڑین۔ مگر آنحضرت کی بیدار مغزی
سے اونکی کوئی کوشش نہ چلی اور محاصرین پر یہ خدا کی مار پڑی کہ اونکے گھوڑے

---

۵۱ تاریخ ابن ہشام صفحہ ۷۰۵۔ اور سر ولیم میور صاحب کا تذکرہ پیغمبر اسلام جلد ۳ صفحہ ۲۵۹
ملاحظہ ہو ۱۲۔ مولف۔ ۵۲ یہ سارا قصہ ایسی فصاحت و بلاغت سے سورۂ احزاب مین بیان کیا ہے
کہ چند آیات اوس سورہ کی نقل کرنا ضرور ہے۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ جَاءَتْكُمْ
جُنُودٌ فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا وَجُنُودًا لَمْ تَرَوْهَا وَكَانَ اللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرًا إِذْ جَاءُوكُمْ مِنْ فَوْقِكُمْ
وَمِنْ أَسْفَلَ مِنْكُمْ وَإِذْ زَاغَتِ الْأَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّونَ بِاللَّهِ الظُّنُونَا هُنَالِكَ
ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُونَ وَزُلْزِلُوا زِلْزَالًا شَدِيدًا وَإِذْ يَقُولُ الْمُنَافِقُونَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ مَا وَعَدَنَا
اللَّهُ وَرَسُولُهُ إِلَّا غُرُورًا

مرنے لگے اور رسد کی قلت ہونے لگی - اور اونمین نفاق پیدا ہوا - اور
اس نفاق کو مسلمانون کے دور اندیش سردار نے اپنے بے مثل و نظیر عقل سے
اتنا بڑھایا کہ آخر کار کفار مین تفرقہ پڑگیا - الغرض - وہ جماعت کثیر کفار
کی جس سے مسلمانون کو خوف ہلاکت و بربادی تھا دفعۃً مثل حباب شکست
ہوگئی - اور اوس شب تیرہ و تار مین جبکہ طوفان کی شدت اور بارش کی طغیانی
تھی ابوسفیان اور اوسکی فوج کثیر اسطرح بھاگی کہ او نکے خیمے اولٹ گئے اور چراغ
گل ہوگئے - اور باقیماندہ سفرورین نے بنی قریظہ[۵۱] سے جاکر امان لی - شب کو
آنحضرتؐ نے اصحاب سے کفار کی فرار کی پیشین گوئی کی تھی اور صبح کو آپ[صلعم] کی
پیشین گوئی پوری ہوئی اور مسلمان[۵۲] شادان و فرحان مدینہ مین پھر آئے -
مگر مسلمانون کی راے مین یہ فتح اوسوقت تک پایۂ اعتبار مین نہ تھی
جبتک کہ بنی قریظہ مدینہ سے اسقدر قریب تھے - ان اشقیاء نے عہد شکنی
کی تھی اور مسلمانون کو دغا دی تھی اور مدینہ پر شب خون مارنے کی فکر مین تھے
جسمین ہر ہر متنفس قتل ہو جاتا - لہذا مسلمان قرین مصلحت اسیکو سمجھے کہ
یہودان بنی قریظہ پر ایک وار کرین قبل اسکے کہ وہ اپنا جعل و فریب پھر
پھیلائین - الغرض - آنحضرتؐ کی ہدایت کی بموجب مسلمان یہود کی گڑھیون
پر دفعۃً چڑھ دوڑے اور پچیس روز کے محاصرہ کے بعد بنی قریظہ نے اونھین
شرائط سے اطاعت قبول کرنے کو کہا جن شرائط سے بنی نظیر نے صلح قبول
کی تھی - یہ عرض اونکی نامنظور ہوئی اور اونسے کہا گیا کہ بلا شرط اطاعت قبول کرو

[۵۱] تاریخ ابن ہشام صفحہ ۶۸۲ - اور تاریخ ابن الاثیر جلد ۲ - صفحہ ۱۴۰ - ملاحظہ ہو ۱۲ - مؤلف -

[۵۲] تاریخ اسلام مین اس لڑائی کا نام غزوۂ خندق ہے ۱۲ مؤلف

بنی قریظہ نے اپنے قدیم دوست بنی اوس کی شفارش پر بھروسا کرکے اپنی شرط اطاعت قبول کی کہ ہمارے لعذیر سعد ابن معاذ رئیس قبیلہ اوس کی راے پر موقوف رکھی جاے - مگر غضب یہ ہوا کہ چونکہ یہ شخص بنی قریظہ کے فریب و دغا سے بہت جھلایا ہوا تھا اور اونکو دشمن قوی دین اسلام کا سمجھتا تھا لہذا اوسنے نہایت سخت سزا کا حکم دیا - یعنے یہ حکم دیا کہ جو لوگ انمین سے سلمانون سے لڑے ہین وہ قتل کیے جائین اور اونکی اولاد و ازواج مع تمام مال کے مسلمانون کے تصرف مین آئین - اس لائق افسوس حکم کے تعمیل پوری پوری ہوئی -

حواشی متعلقہ باب

ابن ہشام نے (صفحہ ۵۸۵) ایک عجب عبرت انگیز واقعہ لکھا ہے کہ جب شہداے احد کی نعشہاے مقدس کی تجہیز و تکفین سے فارغ ہوکر آنحضرت مع اعوان و انصار مدینہ مین داخل ہونے لگے تو اوسوقت ایک عورت بنی دینار مین سے سامنے آئی - اونھون نے اوس سے کہا کہ تیرا باپ اور بھائی اور شوہر سب اس لڑائی مین رسول اللہ صلعم پر تصدق ہو گئے - اوس نیک بی بی نے پوچھا کہ خود رسول اللہ صلعم کیسے ہین - اونھون نے جواب دیا الحمد اللہ خیریت سے ہین - اوسنے کہا مجھے اونکی خدمت مین لے چلو - لوگ اوسکو آپ کی خدمت مین لیگئے تو اوسنے چلاکر کہا کہ یا رسول اللہ آپ سلامت ہین اب مجھے کچھ غم نہین ہے جنگ احد مین ایک سانحہ ایسا گذرا جس سے ظاہر ہوتا ہی کہ شعرا کا کلام

لہ تاریخ ابن ہشام صفحہ ۶۸۶ - ۶۹۰ - اور تاریخ ابن الاثیر جلد ۲ صفحہ ۱۴۱ - اور تاریخ طبری جلد ۳ - صفحہ ۶۸ - اور حاشیہ ۴ متعلقہ باب ہذا ملاحظہ ہو ۱۲ - مؤلف

غیر ترقی یافتہ قوموں پر کیا تاثیر کرتا ہے -

منقول ہے کہ جب قریش اس یادگار لڑائی کا سامان کر رہے تھے تو اونھوں نے ایک شاعر ابو عزی نامے سے کہا کہ قبائل صحرائی مین جا کر گشت کر اور اپنی شعار اور غزلون سے اونکو مسلمانون سے برانگیختہ کر اور اونکو سمجھا بجھا کر اوس سازش مین شریک کر جو اہل مکہ نے محمدؐ اور اونکی اصحاب کو غارت کرنے کے لیے کی ہے اس شخص کو مسلمانون نے جنگ بدر مین گرفتار کر لیا تھا مگر آنحضرتؐ نے اس سے یہ عہد لیکر رہا کر دیا تھا کہ اب کبھی اہل مدینہ سے آمادۂ جنگ نہ ہوگا - باوجود اس عہد کے لوگون کے اغوا سے اوسنے پیمان شکنی کی اور قبائل عرب کو اپنی غزلون سے مسلمانون سے افروختہ کرتا پھرا - اور منقول ہے کہ اوسکو خوب کامیابی حاصل ہوئی - بعد جنگ اُحد کے اوسکو مسلمانون نے پھر گرفتار کرکے قتل کیا -[لہ]

کعب ابن اشرف اور ابو رافع سلمی کے قتل کو مورخین نصاریٰ نے "خون ناحق" کے لفظ سے مطعون کیا ہے - غالباً اسکی وجہ یہ ہی کہ مسلمانون نے جوری یا کورٹ مارشل کا ڈھکوسلہ نہین کیا - یہ مورخین نصاریٰ اس امر کو بھول گئے ہین کہ اوس فرمان عام مین جسکی رو سے رعایا کی ملکی اور مذہبی آزادی کا تحفظ کیا گیا تھا صاف یہ شرط لکھی تھی کہ "ہر ایک مجرم کا تعاقب کرکے اوسکو سزا دیجاے گی" جب کوئی باضابطہ سرکاری جلاد موجود نہ ہو تو ہر شخص قانوناً جلاد بنسکتا ہے - لہذا وہ دونون یہودی جنکو خود اونکی قوم نے دغاباز اور مکار تسلیم کر لیا تھا تعاقب کیے گئے اور اونکو سزا دیگئی - یہ عیسائی مورخ یہ تاریخی واقعہ بھی بھول گئے ہین کہ خود سولن نے جو ایک بہت بڑا مصلح اور مقنن خطۂ یونان مین گذرا اپنے شہر کی

لہ تاریخ ابن ہشام صفحہ ۵۹۱ - اور تاریخ کاسن ڈی پرسول جلد ۳ صفحہ ۴ ملاحظہ ہو ۱۲ - مؤلف

حفاظت کے لیئے شہر اتھنس کے باشندون پر فرض کر دیا تھا کہ جلاوطنی اختیار کرین اور مفسدون کو تلاش کر کے قتل کرین اور جب کوئی غدر یا ہنگامہ رعایا مین ہو تو فریقین مین سے ایک فریق کیطرف ہو جائین - اور یہ بھی وہ بھول گئے ہین کہ انگلستان تو ایک عیسائی ملک ہی پھر اوسکے قوانین کے بموجب ہر شخص کیون اسکا مجاز ہے کہ ہر ایک مفسد و غدار کو پکڑ کر مار ڈالے -

انسان کی طبیعت کا خاصہ یہ ہے کہ چاہے کوئی شخص کیسے ہی جرائم و معاصی کا مرتکب ہوا ہو جب اوس سے کوئی ایسا سلوک کیا جاتا ہے جو ہماری نزدیک سختی اور بیرحمی ہے تو اوسوقت ہمکو خواہ نخواہ ایک نفرت و کراہت معلوم ہوتی ہے - اور ہمارے دل مین عدل کی جگہ رحم لے لیتا ہے - اسمین شک نہین ہے کہ ہماری نظر سے دیکھا جاوے تو بنی قریظہ کو جو تعذیر دیگئی وہ نہایت شدید و سنگین تھی - لکن گو ہمکو کیسا ہی افسوس ہو کہ اون کمبختون کو ایک پُر غیظ سپاہی کے بس مین چھوڑ دیا - اور گو خود اونکی درخواست ایسا کیا گیا تھا اور اگرچہ ہمکو کیسا ہی افسوس ہو کہ اوس سپاہی کے حکم کی تعمیل بلا عذر کیگئی مگر رحم کی خاطر سے ہمکو عدل و انصاف اور ارتکاب جرم سے درگذر نہ کرنا چاہیئے - بلکہ ہمکو یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ یہودی کیسے کیسے شدید جرائم کے مرتکب ہوئے تھے اوبھون نے مسلمانون کو دغا دی تھی اور علانیہ اونسے عداوت کرتی تھے اور اوس عہد و پیمان کو عمداً شکست کیا تھا جسکی پابندی اونکو حلفاً و ایماناً فرض تھی اور مسلمانون کی رفاقت ترک کر دی تھی - قطع نظر اسکی یہ بھی تو خیال کیجئے کہ حالانکہ یہ یہودی خدا پرستی کا دعوی کرتے تھے اور توحید کا دم بھرتے تھے مگر اوبھون نے مشرکین عرب کو ترغیب دی کہ شرک و بت پرستی پر قائم رہین

بعض مسلمان بھی اوس عیسائی واعظ کے ہم مشرب ہونگے جنکا یہ قول ہے کہ وہ
تقریر آنحضرت کا سو مرتبہ قتل ہونا اس سے بہتر ہے کہ وہ بے گناہوں کو اغوا
کر کے اپنا شریک کر لیں[1]" ہمارے برادران اہل اسلام بھی عیسائے اہل کتاب
کو اونکو یہی جواب دینگے صرف اتنی بات اسمین اور بڑھا دینگے کہ وہ ذرا اپنے
دل میں سوچیے تو سہی کہ ہم مسلمانوں کا بلکہ روئے زمین پر ہر قوم کا اس زمانہ
میں کیا حال ہوتا اگر عرب[2] کی تلوار کفار کے قتل میں قصور کرتے۔ عرب کی تلوار
نے گو بیشک بہت سی خونریزی کی مگر وہ کارنمایان کیا جو دنیا کے سب ملکوں کے لئے
ابد تک باعث اکسیر اعظم ہو گیا" اگر عیسائیوں کی یہ دلیل صحیح ہے اور خلاف
مروت نہیں ہے تو مسلمانوں کی دلیل ہرگز ایسی نہیں ہے۔ تاہم بعض مسلمان
شاید قرآن کی اس شدید التعذیر کو بعینہ ویسا سمجھیں گے جیسا کارلائل صاحب مورخ[3]
نے کرامول[4] کے اوس حکم کی نسبت لکھا ہے جسکے موجب آیرلینڈ میں شہر ڈروہیڈا
کے سب باشندے بلا فرق و امتیاز تہ تیغ بیدریغ کئے گئے۔ مورخ موصوف
لکھتا ہے کہ وہ کرامول ایک ہتھیار بند سپاہی تھا جسکو اپنے دل میں بینی و بین اللہ
یقین کلی تھا کہ میں خدا کی راہ میں جہاد کر رہا ہوں۔ اور یہ یقین ایسا ہے کہ
خدا کرے سب سپاہیوں بلکہ تمام بندگان خدا کے دل میں پیدا ہو۔ اوسکا قہر

---

[1] ارنولڈ صاحب کی مواعظ میں موعظہ ہے جسمین بنی اسرائیل کے جدال و قتال کا حال بیان کیا ہے صفحہ ۳ و ۴ ملاحظہ ہو ۱۲۔ مؤلف [2] یہ بھی ایک عالم عیسائی کا قول ہے اور اصل میں عرب کی جگہ بنی اسرائیل کا لفظ لکھا ہے ۱۲۔ مؤلف [3] اس مورخ کو انگلستان کا شیخ سعدی سمجھئے شاید فرق اتنا ہے کہ یہ شاعر نہ تھا اور سعدی شاعر بھی تھے ۱۲۔ مترجم [4] یہ ایک بڑا شخص انگلستان میں گذرا ہے جسنے بادشاہ چارلس اول کو قتل کر کے اوس ملک میں سلطنت جمہوری قائم کی اور بخطاب حافظ الملک بہا لہا سال اور [illegible] میں حکمران رہا۔ یہ شخص اور اسکے اصحاب اور اہل فوج بڑے عابد و زاہد عیسائی اور بڑے خدا ترس اور خدا شناس مشہور ہیں ۱۲۔ مترجم

قہر خدا اور عذاب الٰہی تھا اور اوسنے دشمنان خدا کو عذاب خدا مین مبتلا کیا۔

یہودان بنی قریظہ کے سزا کی نسبت یہ دو قول نقل کیے گئے مگر ہمین ان دونو سے اتفاق نہین کرتا۔ بلکہ میری راے یہ ہے کہ یہ قتل جو مسلمانون نے کیا تو اون قوانین جنگ کی بالکل موافق کیا جو اوس زمانہ کی قومون مین جاری تھی اور بقول ایک انگریز مورخ کے اوںھون نے اوس زمانہ کی قومون کے دستور کا ٹھیک ٹھیک برتاؤ کیا ان یہودیون نے خود اپنے ہاتھ سے اپنا خون کیا۔ اگر سعد ابن معاذ کے حکم کے بغیر بھی وہ قتل کیے جاتے تو بھی اونکا قتل ہونا اوس زمانہ کے اصول جنگ کی بالکل موافق ہوتا۔ مگر اوںھون نے خود سعد ابن معاذ کو اپنا قاضی اور مفتی قرار دے لیا تھا۔ وہ جانتے تھے کہ سعد کا حکم قوانین مسلمۂ جنگ کی ہرگز خلاف نہین ہے پس اوںھون نے کچھ شکایت نہین کی ۔ وہ یہ بھی جانتے تھے کہ اگر ہم فتحیاب ہوتے تو اپنے دشمنون کو ضرور تہ تیغ بیدریغ کرتے ۔ حضرت داؤد نے جو قتل و قمع کیا انہین لوگ یہ تاویل کرتے ہین کہ اوس زمانہ مین یہی دستور تھا۔ خود عیسائیون نے جو اوائل قرن مسیحی مین شدید خونریزیان کین اونمین بھی تاویلین کی ہین پھر مسلمانون نے جو اوس زمانہ مین کفار سے جہاد کیے اونمین وہ تاویلین کیون نہین ہو سکتین ۔ مگر جو کچھ تاویل کیجاے ہر غیر متعصب آدمی غور سمجھ جائیگا

لہ گروٹ صاحب کی تاریخ یونان قدیم جلد ۹ صفحہ ۹۹ ۴ ۔ ملاحظہ ہو ۱۲ = مؤلف ۵۴ زبور داؤد باب ۲ آیت ۹ مین لکھا ہے کہ ۔ وہ داؤد نے امونیون کو شکست دیکر بڑا ظلم عظیم اونپر کیا ۔ اونمین سے بعض کو کلھاڑیون سے اور آرون سے چیر ڈالا اور بعض کو اینٹ کی بھٹی مین زندہ جھونک ڈالا ۔، میلمین صاحب کی تاریخ علوم یہود صفحہ ۲۱ ۔ اور اسٹینلی صاحب کے خطبے دین یہود پر جلد ۲ صفحہ ۹۹ ملاحظہ ہون ۱۲ مؤلف

کہ بنی قریظہ کے قتل کا الزام مسلمانون پر ضرور عائد ہوتا ہے ـ
اب مقتولین کی تعداد کو دیکھیئے تو فوراً معلوم ہوتا ہے کہ اسمین مبالغہ کیا گیا ہے ـ بعض مورخین نے مقتولین بنی قریظہ کی تعداد ۴۰۰ لکھی ہے ـ بعض نے اس سے بھی ترقی کرکے ۹۰۰ لکھی ہے ـ مگر عیسائی مورخون نے اونکی تعداد ۷۰۰ سے ۸۰۰ تک لکھی ہے ـ میرے نزدیک یہ بالکل مبالغہ بیجا ہی ـ ۴۰۰ بھی مبالغہ ہے ـ محدثین کا اتفاق ہے کہ بنی قریظہ کے اسباب جنگ مین ۳۰۰ زرہین اور ۵۰۰ پرتلے اور ۱۵۰۰ تلوارین تھین ـ غالباً مال غنیمت کو زیادہ کرنے کے لیئے ان محدثین نے اس تعداد مین مبالغہ کیا ہے ـ لکن اگر یہی تعداد فرض کیجاے اور یہ خیال کیا جاے کہ آلات جنگ لڑنے والون کی تعداد سے ہمیشہ زیادہ رکھے جاتی تھے تو اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہی کہ لڑنے والون کی تعداد ۲۰۰ ـ یا ۲۵۰ سے زیادہ نہ تھی ـ شاید اس غلطی کا سبب یہ ہوا ہو کہ جتنے یہودیون کو مسلمانون نے گرفتار کرلیا تھا اون سب کی مجموع کو مقتولین مین محسوب کردیا ـ
منقول ہے کہ بقیۃ السیف یہود جب مسلمانون پر تقسیم کیئے گیئے تو ایک زن یہودیہ ریحانہ نامی آنحضرتؐ کی حصہ مین آئی ـ بعض نے لکھا ہے کہ وہ پہلی ہی سے آپؐ کے لیئے مخصوص کرد گئی تھی ـ عیسائی مورخ تو ہمیشہ اسی فکر مین رہتے ہین کہ ذرا سا حیلہ بھی ملجائے تو پیغمبر اسلام پر اعتراض کر بیٹھین ـ چنانچہ اس روایت پر اونھون نے بہت گرفت کی ہے ـ بردہ فروشی یعنے لونڈی غلام بنانے کی مسئلہ کی تحقیق کو باب آیندہ پر موقوف رکھکر اس مقام پر مین صرف اسقدر عرض کرتا ہون کہ ریحانہ کا آنحضرتؐ کی حصہ مین آنا چونکہ اوس زمانہ کے دستورات مسلمہ جنگ کی سراسر موافق تھا لہذا مورخین نصاری کے اعتراضات اس بناء پر

محض بے بنیاد ہین - میرے نزدیک ریحانہ کے ازواج پیغمبر میں داخل ہونے
کی روایت مصنوعی ہے - علی الخصوص جب یہ دیکھا جاے کہ اس سانحہ کے بعد
پھر اوسکا ذکر کہین تواریخ مین نہین ہے حالانکہ دیگر ازواج حضرت کا خوب
مشرح ومفصّل تواریخ مین لکھا ہے - مؤلف

ساتوان باب

سنہ ۶ ہجری مطابق ۲۳ - اپریل ۶۲۷ء سے ۱۲ - اپریل ۶۲۸ء تک

وہ ہولناک سازش جو یہودان بنی النظیر و بنی قریظہ نے مشرکین قریش کے ساتھ
کرکے چاہا تھا کہ مدینہ کی اس سلطنت کو خاک مین ملا دین خود خاک مین مل گئی
اور مسلمانون کا یہ کہنا بجا ہے کہ معجزہ ہوا - مگر مدینہ کے گرد و نواح کے قبائل
صحرائی اوسکی سرحد کو ابتک نہب و غارت کرتے اور مسلمانون کو قتل کر دیتے
پس اس غدر و فساد کو رفع کرنے کے لیئے بہت سخت تدارک کرنا پڑا - ان
غارتگرون کے مقابلہ کو کئی مرتبہ فوج کشی ہوئی مگر وہ اعراب صحرائی مسلمانون
کے پہونچتے ہی غائب ہو گئے - بنی لحیان نے آنحضرت صلعم سے کہلا بھیجا تھا کہ
چند اصحاب کو بھیج دیجئے تو ہمین احکام دین اسلام تلقین کرین - جب چھ صحاب
اونکی سرحد مین پہونچے تو تین کو اونھون نے مار ڈالا اور تین کو اہل مکہ کے
ہاتھ بیچ ڈالا - ان اشقیاء یعنے بنی لحیان کو ابتک کچھ سزا نہ ملی تھی - مگر اب
اونسے انتقام لینے کا وقت آگیا تھا - ماہ جمادی الاول سنہ ۶ ہجری مین آنحضرت
خود کچھ فوج لیکر بنی لحیان کے مقابلہ کو روانہ ہوے مگر وہ غارتگر آنحضرت کی
آمد آمد کی خبر سنکر پہاڑون مین بھاگ گئے اور مسلمان بے نیل مرام

مدینہ[1] کو پھیر آئے۔

اس واقعہ کو چند ہی روز گذرے تھے کہ سردار قبیلہ بنی فزارہ (بنی فزارہ ایک شعبہ خیل الغطفان کا تھا اور یہ ایک گروہ اعراب صحراے کا تھا) کچھ لوگ لیکر سواد مدینہ پر دفعتہً لوٹ پڑا اور بہت سے اونٹ پکڑ لے گیا اور شتربان کو قتل کر کے اوسکی زوجہ کو پکڑ لے گیا۔ مسلمان فوراً اوسکی تعاقب مین روانہ ہوے اور چند اونٹ رہا کر لائے مگر وہ اعراب صحرائی اوس مال غنیمت کے جزء کثیر کو لیکر صحرا[2] مین چلے گئے۔

انسان کی طبیعت کا خاصہ ہے کہ جب کوئی شخص برائی کے بدلے برائی کرنے پر قادر ہو مگر عفو و درگذر جو صفات الٰہی مین سے ہے نہ صرف لوگون کو تلقین کرے بلکہ خود بھی اوسکو عمل مین لائے تو ایسے شخص کی عظمت و جلالت کے سب قائل ہو جاتے ہین۔ آنحضرتؐ کہ اپنے ملک کے پادشاہ اور اپنی امت کے جان و مال اور عزت و آبرو کے حافظ تھے جب عدل کرتے تھے تو بمقتضی انصاف ہر شخص کو جو کسی جرم کا مرتکب ہوتا تھا سخت سزا دیتے تھے۔ آپؐ بیشک نبی اکرم اور مصلح عالم اور فخر بنی آدم تھے اور عدل و انصاف کے ساتھ آپؐ کا خلق اور رحم ایسا وسیع تھا کہ جو سب سے زیادہ آپؐ کی دشمن تھے اونپر بھی لطف و عنایت فرماتے تھے۔ آپؐ کی ذات قدسی صفات مین دو صفتین ایسی جمع تھین جنسے اعلی و افضل کسی صفت کا ادراک عقل انسانی نہین کر سکتے یعنی عدل اور رحم۔

---

[1] تاریخ ابن ہشام صفحہ ۷۱۸ء و ۷۱۸ء اور تاریخ ابن الاثیر جلد ۲ صفحہ ۱۴۳ اور تاریخ طبری جلد ۳ صفحہ ۲ ملاحظہ ہو ۱۲۔ مؤلف [2] تاریخ ابن ہشام صفحہ ۷۲۲ ملاحظہ ہو ۱۲۔ مؤلف

اعراب صحرائی سے جو لڑائیان ہوئین اونمین سے ایک لڑائی مین مسلمان ضمامہ ابن اثحل رئیس قبیلہ بنی حنیف کو گرفتار کرکے مدینہ مین لائے آنحضرتؐ کے لطف وعنایت کا اثر اوسکی دل پر ایسا ہوا کہ یا تو وہ آپؐ کا عدو جان یا اب مشرف باسلام ہوکر بڑا دوست صادق وجانباز آپؐ کا ہوگیا۔ جب وہ اپنے قبیلہ مین پھر گیا تو یمامہ سے مکہ کو بنی حنیف رسد لیجاتے تھے اوسکو اوسنے روک دیا۔ چونکہ اہل مکہ اکثر اشیاء ضروری یمامہ سے لایا کرتے تھے لہذا ضمامہ نے جو اونکی رسد بند کردی تو اونکا حال بہت سقیم ہوگیا۔ جب بنی حنیف سے کہتے کہتے تھک گئے اور اوتھون نے کچھ نہ سُنا تو آخر اہل مکہ نے آنحضرتؐ سے عرض کیا کہ خدا کے واسطے ہماری شفاعت بنی حنیف سے کیجئے کہ رسد کو بند نہ کرین۔ آنحضرتؐ کو اونکے حال پر رحم آگیا اور آپؐ نے ضمامہ سے فرمایا کہ اہل مکہ کو جس چیز کی ضرورت ہو اونکو لیجانے دو۔ پس آپؐ کی حسب الارشاد اوتھون نے اہل مکہ کو پھر یمامہ سے رسد لیجانے دی۔

ایک قبیلہ اعراب نصاریٰ کا لیعنے قبیلہ بنی کلب جو مقام دومۃ الجندل کے قریب بسا ہوا تھا لوٹتا مارتا ہوا مدینہ کی سرحد پر آپہونچا۔ کچھ فوج اسلیئے بھیجی گئی کہ اونکو اسلام کی طرف دعوت کرے اور اونکی اعمال قبیحہ کو اوسنے ترک کرادے جب آنحضرتؐ نے اس فوج قلیل کے سردار کو احکام جنگ دیئے تو ممانعت قطعی کی کہ خبردار فریب ودغا ہرگز ہرگز نہ کرنا اور نہ کسی بچے کو قتل کرنا۔

[illegible]

... سال ماہ شعبان (ماہ نومبر و دسمبر ۶۲۶ع) مین کچھ فوج بنی مصطلق کے ... روانہ کی گئی - یہ لوگ ابتک تو مسلمانون سے موافق رہے تھے مگر اب ... سے اونکے رئیس حارث ابن ابو ضرار نے اونکو اغوا کرکے مسلمانون ... کر دیا تھا اور اونھون نے مدینہ کی سرحد پر لوٹ مار شروع کر دی تھی اس لڑائی مین لشکر اسلام کو فتح مبین حاصل ہوئی اور چند کفار کو گرفتار کیا جنمین ... یہ دختر حارث بھی تھی[۱] -

... چھ برس گذرے تھے کہ مہاجرین نے اپنے گھر بار اور عزیز و اقارب کو صرف اپنے دین کی خاطر سے اور اوس شخص کی محبت مین جسنے اونکے تاریک دلون ... ایمان ڈالدیا تھا اور اونمین باہم محبت و اتفاق اور شفقت برادرانہ پیدا کی تھی چھوڑ دیا تھا - اب یہ کیفیت تھی کہ لوگ تمام اطراف و اکناف عرب سے جوق جوق چلے آتے تھے کہ اوس عجیب و غریب آدمی[۲] کے کلام کو سنین جسنے ایسا کار نمایان کیا تھا اور روزمرہ کے معاملات مین بھی اوس سے اسطرح مشورہ لیتے تھے جسطرح کسی زمانہ مین بنی اسرائیل اوس نبی جلیل صموئیل سے صلاح پوچھا کرتے تھے - یا وہ لوگ صرف آپکی زیارت کو اور آپسے کلام کرنے کو آتے تھے -

مگر مہاجرین کے دل اپنے وطن کے اشتیاق مین ابتک بیچین تھے کہ وہ اپنے وطن سے نکالدیے گئے تھے اور اونکے شہر کا رقیب جو شہر تھا اوسمین آکر پناہ لی تھی - اور یہ بھی قلق اونکو رہتا تھا کہ اوس کعبہ شریف کی حدود مقدسہ سے

[۱] تاریخ ابن ہشام صفحہ ۷۲۵ - اور تاریخ ابن الاثیر جلد ۲ صفحہ ۱۴۶ ملاحظہ ہو ۱۲ - مؤلف

[۲] اسٹینلی صاحب کی خطبات علمائے یہود جلد ۱ - ملاحظہ ہون ۱۲ مؤلف

ہمکو نکالدیا جو ہمیشہ ہمارا قومی معبد اور مرجع خاص و عام اور قبلۂ انام رہا ہے
اور چھہ برس سے ہم حج بیت اللہ سے مشرف نہین ہوسے ہین حالانکہ یہ رسم
حج قدیم الایام سے چلا آتا ہے اور ہمارے اسلاف اسکو کیسا مقدس سمجھا
کیئے ہین۔ خود آنحضرتؐ کو بھی اپنے مولد شریف کی دیکھنے کا کمال اشتیاق تھا
کعبہ کل قوم عرب کا مال تھا اور قریش صرف اوسکے خدام اور کلید بردار تھے
اور اوس ملک کے قانون کے بموجب اسکے مجاز نہ تھے کہ دشمن کو بھی وہان
آنے سے مانع ہون بشرطیکہ وہ نیت خالص سے آئے اور شر و فساد کے
ارادہ سے نہ آئے اور اوسکا مقصود صرف ایک مذہبی فرض کو ادا کرنا ہو۔
اب حج کی فصل آگئی تھی لہذا آنحضرتؐ نے حج کو تشریف لیجانے کے
ارادہ کا اظہار فرمایا۔ اوسیوقت ہزارہا آدمی مستعد ہوگئے اور سامان
حج جلد جلد ہونے لگا۔ الغرض آنحضرتؐ ساتھ سے مہاجرین و انصار کو
جنمین سے کوئی کسی قسم کا ہتھیار نہ باندھے تھا ہمراہ لیکر حج کو روانہ ہوئے
مگر قریش کی عداوت ابتک موقوف نہ ہوئی تھی۔ فوج کثیر لیکر مکہ سے چند میل
آگے بڑھکر اونھون نے مسلمانون کو روکا مگر پھر پیچھے ہٹکر شہر مین چلے آئے
تاکہ مسلمانون کو کسی طرف سے شہر مین داخل نہ ہونے دین۔ مشرکین قریش
نے قسم کھائی کہ اصحاب رسولؐ کو خانہ کعبہ مین داخل نہونے دینگے اور جو قاصد
اونکے پاس بھیجا گیا کہ مسلمانون کو مقامات مقدس کی زیارت سے مشرف ہونے دین
اوسکو اونھون نے بہت ذلیل کیا۔ اور ایک گروہ اہل مکہ کا آنحضرتؐ کی لشکر کی

سلہ تاریخ طبری جلد ۳ صفحہ ۸۴۳۔ اور تاریخ کاسن فی پرسول جلد ۲ صفحہ ۱۹۴۔ ۱۷۵۔ ملاحظہ ہو ۱۲۔ مولف۔
سلہ تاریخ ابن ہشام صفحہ ۷۴۰۔ اور تاریخ طبری جلد ۳ صفحہ ۸۴۹۔ ملاحظہ ہو تاریخ ابن الاثیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۲۔ اور تاریخ

...نے کوشش کی کہ جو مسلمان لشکر سے باہر نکلے اوسکو غافل پاکر قتل کرڈالیں بلکہ یہاں تک نوبت پہنچی کہ اونھون نے آنحضرتؐ پر پتھر اور تیر مارے۔ جب آنحضرتؐ نے دیکھا کہ کفار کسیطرح راضی نہین ہوتے تو آپؐ نے چاہا کہ مسلمانون اور قریش مین رفع فساد کرادین اور آپؐ نے فرمایا کہ جن شرائط سے اہل مکہ مصالحہ منظور کرین ہم اونکو قبول کرلین گے۔ الغرض بڑی مشکل سے مصالحہ ہوا اور یہ اقرار ہوا کہ دس برس تک جدال و قتال بالکل موقوف رہی اور جب کوئی شخص قریش مین سے بلا اجازت اپنے ولی یا سردار کی آنحضرتؐ کی خدمت مین چلا آئے تو وہ قریش کو واپس کردیا جاے اور جو شخص مسلمانون مین سے قریش کی طرف چلا جاے وہ اونکو دے نہ ڈالا جاے اور جو قبیلہ قریش کا مسلمانون کا شریک ہونا چاہے وہ بلا مزاحمت ایسا کرسکتا ہے اور بالفعل مسلمان پھر جائین اور آگے قدم نہ بڑھائین اور سال آیندہ اونکو اجازت دیجاے کہ مکہ مین آکر تین روز قیام کرین مگر اسطرح سے کہ اونکی تلوارین

لہ جب انمین سے بعض اشقیاء کو گرفتار کرکے آنحضرتؐ کی خدمت مین لائے تو آپؐ نے اونکے قصور کو معاف فرماکر اونکو رہا کردیا۔ تاریخ ابن ہشام صفحہ ۷۴۵ ملاحظہ ہو۔ اسی موقع پر مسلمانون نے رسول اللہ سے وہ بیعت کی جسکو بیعت الرضوان اور بیعت الشجرہ بھی کہتے ہین۔ جب عثمانؓ کو قریش پاس بھیجا کہ پھر اوسے کہین کہ مسلمانون کو حج بیت اللہ سے مشرف ہونے دین تو اونھون نے عثمان کو پکڑ رکھا۔ مسلمانون کو عثمان کے مارے جانے کا ایسا خوف ہوا کہ آنحضرتؐ کے گرد آکر جمع ہوگئے اور حلف کیا کہ خون عثمانؓ کا انتقام لینگے۔ تاریخ ابن ہشام صفحہ ۷۴۶ اِتَّخَذُوْا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ قرآن مجید سورہ مجادلہ آیت ۱۷۔ اور میور صاحب کا تذکرہ پیغمبر اسلام جلد ۴ صفحہ ۳۲ ملاحظہ ہو۔

یام مین رہین -[1]

آنحضرتؐ نے اس صلح مین ایسی نرمی اور عالی ظرفی ظاہر فرمائی کہ اصحاب مین سے اون لوگون کے خلاف گذرا جو زیادہ تنگ مزاج تھے اور جنکی دلون [مین] قریش کی زیادتیان اور بیرحمیان ابتک کھٹک رہی تہین - اس مصالحہ کی تیسری شرط یہ تھی کہ جو کافر بلا اجازت اپنے ولی یا سردار کے مسلمانون کا شریک ہوجاے وہ قریش کے حوالہ کردیا جایگا - پس اس شرط کے بموجب قریش نے کئی شخصون کو اصحاب وفادارین سے طلب کیا اور آنحضرتؐ نے فوراً اونکی درخواست[2] منظور کرلی گو بعض مسلمانون نے اسکی شکایت بھی کی -

مدینہ مین مراجعت فرمانے کے بعد آنحضرتؐ کے دل مین یہ آرزو پیدا ہوئی کہ یہ دین مبین تمام بنی آدم اور کل نوع انسان پر حاوی[3] ہوجاے اور اس خیال سے آپؐ نے گرد و نواح کے پادشاہون اور قومون پاس قاصد بھیجے کہ ظلمت کفر سے نکلکر نور اسلام قبول کرین اور رسول عربی نے آب حیات جاودانی کا پیالہ

---

١ اس صلح کا نام صلح الرقیت ہے - تاریخ ابن ہشام صفحہ ۷۴۷ - اور تاریخ ابن الاثیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۹ - اور تاریخ طبری جلد ۳ صفحہ ۷۹ - اور مشکاۃ شریف کتاب الجہاد باب جزء ۱ - ملاحظہ ہو - اسی صلح کے زمانہ مین یہ واقعہ گذرا کہ جب قریش کا قاصد لشکر اسلام مین آیا اور اوسنے دیکھا کہ اصحابؓ وفادار کسقدر اعظام و اکرام آپؐ کا کرتے ہین اور جیسے عاشق زار آپؐ کے ہین تو اوسکو کمال تعجب ہوا اور جب قریش مین پھر گیا تو اوسنے کہا کہ مین نے خسرو ایران اور قیصر روم اور نجاشی حبش کو کیسی کیسی تزک و احتشام شاہانہ سے دیکھا ہے مگر مین نے کبھی کسی شہنشاہ کو نہین دیکھا کہ اوسکی رعیت اوسکی ایسی تعظیم و تکریم اور ایسی اطاعت و فرمانبرداری کرتی ہو جیسے رسولؐ عربی کی امت اونکی بزرگداشت اور فرمان برداری کرتی ہے - تاریخ ابن ہشام صفحہ ۷۴۵ - اور تاریخ ابن الاثیر جلد ۲ - صفحہ ۱۵۴ - اور تاریخ طبری جلد ۳ - صفحہ ۷۶ - اور تاریخ ابوالفدا صفحہ ۱۴۱ - ملاحظہ ہو ۱۲ - مولف

٢ چونکہ اس صلح مین عورتین داخل نہ تھین لہذا کفار قریش نے مسلمان عورتون کو جو طلب کیا تو انکار قطعی کیا گیا کہ عورتین تمکو ہرگز نہ ملینگی ۱۲ - مولف

٣ آیات ذیل مین اسکی تصریح موجود ہے - قُلْ یٰاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ جَمِیْعَا الَّذِیْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ یُحْیٖ وَیُمِیْتُ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ الَّذِیْ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ - قرآن مجید

جو اوسکو عنایت فرمایا ہے اوسکو نوش فرمائین - چنانچہ دو قاصد بہت مشہور
ہین ایک قاصد ہرقل قیصر روم پاس اور ایک خسرو پرویز بادشاہ فارس پاس
بھیجا - اوس زمانہ مین خسرو پرویز رومیون پر فتوح حاصل کرکے بادۂ غرور ونخوت
سے مست تھا - پس جب اوسنے اوس خط مین[1] آنحضرت کی اسم مبارک کو اپنے نام پر
مقدم دیکھا تو اسکو اپنی کسر شان سمجھکر بہت غصہ ہوا اور اوس خط کو چاک کرڈالا
جب اس توہین کی خبر آنحضرتؐ کو پہونچی تو آپؐ نے چپکے سے فرمایا کہ "اسیطرح
کسریٰ کی سلطنت ٹکڑے ٹکڑے ہوجائیگی" اس پیشین گوئی کی تکمیل لوح تاریخ
پر کندہ ہے - مگر ہرقل قیصر روم نے خواہ بمصالح ملکی خواہ تعظیماً وتکریماً آنحضرتؐ کی
قاصد کا بہت اعزاز واکرام کیا - چند مدت کی بعد ایک اور قاصد امیر قبیلہ
بنی غسان پاس بھیجا گیا جو ہرقل قیصر روم کا تابع تھا اور بمقام بصرہ مین دمشق
کے قریب رہتا تھا - بجاے اسکے کہ اوسکو ایلچی سمجھکر اوسکی عزت وتوقیر کرتے
اوس قاصد بیچارے کو ایک اور امیر بنی غسان عامر نامی نے قتل کرڈالا[2] جو ایک
عیسائی امیر تھا اور قیصر روم کا تابع تھا - یہ بےباکانہ اور گستاخانہ اہانت
بہ استخفاف اون فرائض کا جو ایک قوم کو دوسری قوم کی نسبت ادا کرنی چاہیئین
اوس محاربہ کا باعث ہوا جس سے تمام ممالک عیسائی اسلام کے دشمن ہوگئے
اسکا ذکر آیندہ کیا جایگا -

---

[1] منقول ہے کہ اوس خط کی ابتدا مین یہ لکھا تھا - بسم اللہ الرحمن الرحیم من محمد رسول
اللہ الی خسرو پرویز ملک الفارس   الے آخرہ ۱۲ - مؤلف

[2] تاریخ ابن الاثیر جلد ۲ صفحہ ۱۹۳ و ۱۹۴ - ملاحظہ ہو ۱۲ مؤلف

حواشی متعلقہ باب

حاشیہ ۱

جن مورخین عیسائی نے رسول عربیؐ کا تذکرہ لکھا ہے اونپر نصرانیت کا ایسا غلبہ ہوا ہی کہ مجرمون کو جو آنحضرتؐ نے سزائین دی ہین اون سزاؤن کو اونھون نے قتل عمد - اور - سفک دماء اور - ظلم وجور ،، ایسے ایسے مکروہ الفاظ سے تعبیر لیا ہے جسسے ناظرین کو خواہ مخواہ ایک کراہت شدید معلوم ہوتی ہے قبل اسکے کہ ان مورخین کی راست بیانی اور صاف گوئی کو جانچنے کا موقع اونکو ملے - حقیقت حال یہ ہے کہ ایک شخص مسلمانون کی زیر حفاظت تھا اوسنے لوگون کو بغاوت پر آمادہ کیا یا خود مسلمانون مین نفاق پیدا کیا وہ قتل کیا گیا - پس ان مورخین کے نزدیک یہ قتل عمد ہوا - ایک عورت کو جو لٹیرون کے ایک گروہ کے سردار تھے اور جنسے بڑی بڑی ظلم اور بیرحمیان کی تھین مسلمانون نے گرفتار کرلیا - اصحاب رسولؐ مین سے بعض ناشائستہ لوگون نے جنکے خیالات تعزیرات کے شدید یا خفیف ہونے کی نسبت اوس سے زیادہ شائستہ نہ تھے جیسے اوس زمانہ کے مہذب رومیون یا فارسیون یا ہندؤن کے تھے اوس عورت کو بیرحمی سے قتل کرڈالا اور آنحضرتؐ کو مطلق اسکا علم نہ تھا - (یہ واقعہ سر ولیم میور صاحب کے سواے اور کسی مورخ نے نہین لکھا ہے) یہ فعل متعصبین نصاری نے پیغمبر اسلام کے تھوپا ہے اور آپؐ کو اسکا شریک لکھا ہے - اس مورخ نے خود تسلیم کرلیا ہے کہ اس عورت کے قتل ہونے کا علم آنحضرتؐ کو نہین ہوا اور پھر آپکو اوسکے قتل مین شریک گردانتا ہے - اس سزا کی سنگینی کے بارے مین ہم اس مورخ کو یاد دلاتے ہین کہ انگلستان جو عیسائیون کا ملک ہے اوسمین اٹھارویں صدی عیسوی کی اوسط تک یہ ظلم ہوتا تھا کہ چند آنہ کی چوری اسکے کی سزا مردون اور عورتون کو پھانسی دیجاتی ہے - اور یہ مورخ اس یادگار واقعہ کو بھی بھول گیا ہی کہ یورپ کے ممالک عیسائی مین ہزارہا بیگناہون کو شکنجہ مین کھینچکر اور سولی وغیرہ بانواع عقوبات

مارڈالا - مگر ام قرفہ پر عذاب شدید کرنے کی روایت ہمارے نزدیک خلاف قیاس ہے - اس عورت کی قتل ہونے مین تو کچھ شک نہین لیکن یہ ممکن نہین ہے کہ اوسکو دو اونٹون سے چروا ڈالا ہو کیونکہ اس سے لازم آتا ہے کہ دو جلاد موجود تھے حالانکہ یہ تسلیم کر لیا گیا ہے کہ ایک ہی جلاد تھا - اوس جلاد کا نام قیس ابن محسن نہ تھا جیسا سر ولیم میور صاحب نے لکھا ہے بلکہ قیس ابن مُحَسِّر تھا - تاریخ ابن ہشام صفحہ ۹۸۰ ملاحظہ ہو ۱۲ - مؤلف

حاشیہ ۲

جب سرداران فوج اسلام کو آنحضرت صلعم کفار سے لڑنے کی باب مین ہدایت فرماتے تھے تو تاکید اکید فرماتے تھے کہ خبردار ضعفا یعنی کمزورون کو نہ ستانا - چنانچہ جب مسلمانون نے رومیون پر فوج کشی کی تو سپہ سالار لشکر اسلام سے آپ نے یہ ارشاد فرمایا کہ وہ جب تو اون ایذاؤن کا انتقام لے جو مسلمانون کو کفار کے ہاتھ سے پہونچی ہین تو خبردار پردہ نشین اور بیگناہ عورتون کو نہ ستانا بلکہ اونکو ضعیف سمجھکر در گذر کرنا اور شیر خوار بچون اور بیمارون کو بھی ایذا نہ پہونچانا اور جو لوگ تجسے مقابلہ پر آمادہ نہون اونکے مکانات کو منہدم نہ کرنا اور اونکے رزق کو اور اونکے میوہ دار درختون کو غارت نکرنا اور اونکے درختہائے خرما کو ہاتھ نہ لگانا " خلیفہ اول ابو بکر صدیق نے بھی اپنے پیغمبر صلعم کی اقتدا کر کے سردار لشکر اسلام کو یہ ہدایت کی کہ وہ اسے یزید خبردار اپنے لوگون پر ظلم نہ کرنا نہ اونکو بیچین کرنا بلکہ کل معاملات مین اونسے مشورہ کرنا اور خبردار وہی بات کرنا جو امر حق اور قرین انصاف ہو کیونکہ جو لوگ خلاف حق کرتے ہین وہ سرسبز نہین ہوتے جب دشمنون سے مقابلہ ہو تو آدمیت سے نہ گذر جانا اور اپنی پیٹھ نہ موڑنا اور جب تمھاری فتح ہو تو چھوٹے چھوٹے بچون اور بڈھون اور عورتون کو قتل نہ کرنا اور درختہائے خرما کو غارت نہ کرنا نہ اناج کے کھیتون کو جلا دینا - اور میوہ دار درختون کو نہ کاٹ ڈالنا نہ مواشی کو ضرر پہونچانا سوائے اون حیوانات کے جنکو کھانے کی ضرورت سے ذبح کرنا پڑے - جب تم کوئی عہد و پیمان

کرنا تو اوسکو وفا کرنا اور اپنے قول کو نباہنا - اثنا راہ مین تمکو رہبان نصاریٰ ملین گے جو خانقاہون مین رہتے ہین اور اپنے زعم مین عبادت خدا کیا کرتے ہین - خبردار اونکو نہ چھیڑنا اور اونکی خانقاہون کو منہدم نہ کرنا - کامل صاحب کی تاریخ اسلام صفحہ ۴۵ و ۴۶ ملاحظہ ہو - پیغمبر اسلامؐ اور خلیفہ اول کے ان احکام کا مقابلہ ہر سہ فرق نصاریٰ یعنے رومن کیتھولک و پراٹسٹنٹ و گریک کے مقدسین و اولیا سکے ہفوات کے ساتھ کیجیے - ۱۲ مؤلف

آٹھوان باب

سنہ ۷ ہجری مطابق ۱۲ - اپریل سنہ ۶۲۸ع لغایت یکم مئی سنہ ۶۲۹ع

قبائل یہود باوجودیکہ کیسی کیسی شکستین کھا چکے تھے لکن ابتک اونکے فتنہ و شر کا مقام تھا - اور ابتک وہ مسلمانون کو غارت کرنیکی تدبیرین کر رہے تھے - مدینہ کے شمال و مشرق مین تین چار روز کی راہ پر اونکا کچھ ملک تھا جسمین چند مستحکم قلعے تھے - اونمین سب سے زیادہ مضبوط قلعہ القموص تھا جو ایک بے گذر پہاڑی پر واقع تھا - ان قلعون کے مجموع کا نام خیبر تھا - اس لفظ کے معنی لغوی ایک مستحکم مقام ہین - خیبر کی آبادی مین چند شعبے بنی نظیر اور بنی قریظہ کی بھی داخل تھے جنہون نے وہان بھاگ کر پناہ لی تھی - یہودان خیبر نے آنحضرت اور صحابہ کرام سے عداوت قلبی پر کمر باندھی تھی - اور جیسے بنی نظیر اور بنی قریظہ مسلمانون سے شکست کھا کر اونمین جا کر شامل ہو گئے تھے اوسوقت سے اونکی عداوت اور زیادہ شدید ہو گئی تھی - یہودان خیبر اور بنی غطفان اور اور قبائل صحرائی مین قدیم زمانہ سے اتفاق چلا آتا تھا اور یہ سب ہمیشہ اسی فکر مین رہتے تھے کہ ایک اور سازش عظیم مسلمانون کے بیخکنی کے لیئے قائم کرین - مسلمان خوب جانتے تھے

۱؎ تاریخ کامل جلد ۳ ... صفحہ ۱۹۳ - ۱۹۰ ملاحظہ ہو - ۱۲ مؤلف

کہ قبائل صحرائی ہمکو گزند پہونچانے پر قادر ہین پس بہت جلد تدارک کرنا چاہیے
کہ یہود اور مشرکین دوبارا سازش کرکے مدینہ پر پھر چڑھائی نہ کرین - لہذا اول
ماہ محرم سنہ ہجری مین ۱۴۰۰ سپاہ سازوسامان سے خوب درست ہوکر خیبر
روانہ کی گئے - اوسوقت یہود نے اپنے شرکا سے مدد طلب کی اور بنی فرازہ اونکی
کمک کو آئے مگر باین خوف کہ مبادا ہماری غیبت مین مسلمان آکر ہماری بھیڑ
بکریون کو لوٹ لیجائین وہ بہت جلد پھر گئے - پس اب لڑائی کا سارا بار اکیلے
یہودیون پر آپڑا - مسلمانون نے اونکو صلح کا پیغام بھیجا مگر اونھون نے
صلح نہ منظور کی - باوجودیکہ یہود نے مقابلہ شدید کیا مگر اونکی سب قلعے یکے بعد
دیگرے مسلمانون نے مسخر کرلیئے - سب کے بعد قلعہ القموس کی نوبت آئی جو
سب سے زیادہ مضبوط و مستحکم تھا - جنگ عظیم کے بعد یہ قلعہ بھی مسلمانون نے
فتح کرلیا - چونکہ یہ سب سے بڑا قلعہ تھا لہذا اسکے مسخر ہوجانے سے باقیماندہ
قبائل یہود کو یقین ہوگیا کہ اب مسلمانون سے مقابلہ کرنا محض بیکار ہے اور
اونھون نے عفو قصور چاہا اونکی خطا معاف ہوئی - اونکی اراضی اور جائداد
غیر منقولہ کی ضمانت کی گئی - (بشرطیکہ اونکا کردار نیک رہے -) اور
اپنے رسوم مذہبی ادا کرنے کی اجازت اونکو دیگئی اور چونکہ اونسے کوئی باقاعدہ
ٹیکس نہ لیا جاتا تھا اور سلطنت کے خرچ مین شرکت کرنا اونپر فرض نہ تھا
جیسا مسلمانون پر فرض تھا لہذا آنحضرت نے اوس حفاظت کی معاوضہ
مین بجواب اونکو حاصل ہوئے تھے ایک محصول بقدر نصف پیداوار اونکی
اراضی کے اونپر مقرر کیا - جو جائداد منقولہ اون قلعون مین تھی جنکو مسلمانون نے
لڑبھڑ کے اور محاصرہ کرکے فتح کیا تھا وہ ضبط ہوکر لشکر اسلام مین علی قدر مراتب

غازیون پر تقسیم کر دیگئی یعنے تین تین حصے سوارون کو اور ایک ایک حصہ پیادون کو ملا

آخر سنہ ہجری مین رسول اللہ صلعم اور اصحاب پاک اوس مصالحہ کے شرائط

کے بموجب جو سال گذشتہ مشرکین قریش سے ہوا تھا اپنی تمنائے دلی کو برآئے

یعنی حج بیت اللہ سے مشرف ہوئے - اس حج کا نام مورخین اسلام نے

حجۃ التکمیل رکھا ہے - اور عمرۃ القضا بھی اوسکو کہتے ہین - بہ تعمیل شرائط

مصالحہ مسلمان تین ہی روز قیام کرکے مکہ سے چلے آئے - مسلمانون کی ایسی دلی

آرزو کے برآنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ بہت سے لوگ قریش مین سے مشرف باسلام

ہوئے - آنحضرت صلعم کی رحمدلی اور خلق و مروت اور کریم النفسی کا اثر اونکے دل پر

ایسا ہوا کہ بہت سے صنادید قریش نے جو ہمیشہ آپ سے برسر پیکار رہے تھے اور

آپ کی ہجو و مذمت کیا کرتے تھے بڑے خضوع و خشوع سے اسلام قبول کیا -

---

سلہ تاریخ ابن ہشام صفحہ ۷۶۴ و ۷۶۷ - اور تاریخ ابن الاثیر جلد ۲ - صفحہ ۱۲۹ - ملاحظہ ہو - یہ روایت غلط ہی کہ کنانہ پر سخت عذاب کیا گیا کہ پوشیدہ خزانہ کو بتا دے - قریب اسی زمانہ کے متواتر کوشش آنحضرت صلعم کو قتل کرنے کی کیگئی جب آپ خیبر مین داخل ہوئے تو ایک یہودیہ نے براہ بغض و عناد غذائے مسموم آپ کے اور اصحاب کے آگے رکھی چنانچہ ایک صحابی تو ایک ہی لقمہ کھاکر جان بحق تسلیم ہوئے خود آنحضرت صلعم کی جان تو بچ گئی مگر وہ زہر آپکے رگ و پے مین ایسا دوڑ گیا کہ مدت العمر آپ کو اوسکی شکایت رہی اوس یہودیہ کے ایسے جرم عظیم کو بھی آنحضرت صلعم نے معاف فرمایا اور اوسکو اوسی کے خویش و اقربا مین چھوڑ آئے اور کچھ مواخذہ اوس سے نہین کیا - تاریخ طبری جلد ۳ - صفحہ ۱۰۴ - تاریخ ابن الاثیر جلد ۲ صفحہ ۱۷۰ ملاحظہ ہو - ۱۲ مولف

سلہ ایک عجیب و غریب حکایت مورخین اسلام نے لکھی ہے جس سے قریش کی عداوت مسلمانون سے ظاہر ہوتی ہے تین روز تک مسلمان مناسک حج بجالانے مین مصروف رہے چوتھے روز قریش نے آنحضرت صلعم سے کہلا بھیجا کہ جلد مکہ سے چلے جایئے - آنحضرت صلعم نے چاہا کہ قریش کی دعوت دوستانہ کرین - اونھون نے کہا اسکی کچھ ضرورت نہین ہے آپ فوراً مکہ سے چلے جایئن - اونکے اصرار سے آنحضرت صلعم اوسی روز مکہ سے روانہ ہوئے اور شہر سے چند میل کے فاصلہ پر قیام فرمایا - تاریخ طبری جلد ۳ صفحہ ۳ - اور تاریخ ابن ہشام صفحہ ۷۹۰ - اور تاریخ ابن الاثیر جلد ۲ صفحہ ۱۷۴ ملاحظہ ہو ۱۲ مولف

سلہ مثلاً خالد ابن ولید جو غزوہ احد مین سپہ سالار لشکر کفار تھا اور عمرو ابن عاص شاعر ۱۲ مولف

قیصر روم کے ایک صوبہ دار نے جو مسلمانون کے سفیر کو قتل کر ڈالا تو اس کا مواخذہ کرنا اوس سے واجب ہوا - تین ہزار آدمی کی فوج روانہ کی گئی کہ سردار قبیلہ بنی غسان سے اس جرم کے مکافات طلب کرے - قیصر روم کے سرداران نے اس جرم کا انکار نہین کیا بلکہ اقرار کیا اسوجہ سے مسلمانون مین اور خود قیصر مین لڑائی پڑ گئی - قیصر نے اپنی فوجون کو جمع کرکے مسلمانون پر بمقام موتے چڑھائی کیا - موتی ایک دیہ قریب بلقع کے ملک شام مین تھا جہان مسلمانون کا قاصد قتل کیا گیا تھا - انجام یہ ہوا کہ رومیون کی فوج پسپا ہوئی - مگر چونکہ اونکی فوج کثیر تھی اور لشکر اسلام بہت قلیل تھا اسوجہ سے مسلمانون نے مدینہ کو معاودت کی - قریب اسی زمانہ کے قریش اور اونکے شرکاء نے شرائط صلح حدیبیہ کے خلاف ورزی کرکے بنی خزاعہ پر حملہ کیا اور بنی خزاعہ مسلمانون کے زیر حمایت اور اونکے شریک تھے - اونھون نے بہت سے لوگون کو بنی خزاعہ مین سے قتل کر ڈالا اور باقیماندہ کو نکال دیا - بنی خزاعہ نے اس ظلم کی شکایت آنحضرتؐ سے کی اور داد رسی چاہی - اب مکہ مین ظلم و بدعت بہت مدت تک رہ چکی تھی اور خود اہل مکہ نے نقض عہد کیا تھا اور بعض روساء مکہ بنی خزاعہ کے قتل مین شریک ہوئے تھے الغرض آنحضرتؐ نے دس ہزار آدمی کی فوج مشرکین مکہ کے مقابلہ کو فوراً روانہ کی - صرف عکرمہ ابن ابوجہل اور صفوان ابن امیہ نے اپنے اپنے قبیلہ کو ساتھ لیکر مسلمانون کا کچھ خفیف سا مقابلہ کیا اور چند مسلمان شہید ہوئے باقی کسی نے مقابلہ نہین کیا اور آنحضرتؐ بلا مزاحمت داخل مکہ ہوئے -

---

سلہ تاریخ کاسن ڈی پرسول جلد ۲ صفحہ ۲۵۳ - مین اس سردار کا نام شراجیل ابن عمرو بجھنہ عمرو ابن شرجیل ایل جیسا ابوالفدا نے لکھا ہی ۱۲ مؤلف سلہ تاریخ کاسن ڈی پرسول جلد ۳ صفحہ ۲۱۱ - اور تاریخ ابن الاثیر جلد ۲ صفحہ

آخر کار رسول مختار بفتح و فیروزی داخل مکہ ہوئے۔ کیسے کیسے ظلم و ستم کفار کے ہاتھ سے اُٹھا چکے تھے۔ یہانتک کہ ہجرت اختیار کی تھی۔ اب آپ پھر اوسی شہر مین آئے تاکہ اپنی رسالت کو بندگان خدا پر رحم کرکے ثابت کرین۔ آپ نے جو حکم اصحاب وفادار کو دیا تھا کہ اہل مکہ سے نرمی کرنا اوسکی تعمیل بجنسہ کیگئی جن اشقیار نے مسلمانون پر نہایت شدید ظلم کیئے تھے اونمین سے صرف چھ مرد اور چار عورتین جلاوطن کیے گئے[1] اور انمین سے صرف چار شخص قتل کیے گئے باقی اہل مکہ سے نرمی اور عفو و درگذر کیا گیا حالانکہ وہ ہمیشہ مسلمانون کو ستایا کرتے تھے اور چند ہی روز ہوے تھے کہ اونھون نے مسلمانون کو دغا دی تھی مگر اہل مکہ کے بتون کو مسلمانون نے توڑ ڈالا اور ذرا بھی رحم اونپر نہ کیا۔ کفار مکہ اپنے معبودون کا شکست ہونا کیسی نظر یاس سے دیکھ رہے تھے مگر دم نہ مار سکتے تھے آخر الامر حق اونپر ثابت ہوگیا اور اونھون نے دیکھ لیا کہ ہمارے معبود بالکل مجبور و معذور ہین کہ اتنے مین اوس شخص کی صدا اونھون نے سُنی جسپر وہ ہمیشہ تمسخر اور استہزا کیا کرتے تھے کہ بتون کو توڑتا جاتا ہے اور بآواز بلند یہ کہتا جاتا ہے جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا ان قدیم بتون کو نیست و نابود کرکے اور تمام رسوم مشرکین کو دفع کرکے آنحضرتؐ نے ایک خطبہ اون لوگون کے سامنے پڑھا جو اوسوقت جمع تھے۔ اس خطبہ مین پہلے تو آپؐ نے یہ ارشاد فرمایا کہ سب بندگان خدا مین ایک طبیعی مساوات[2] اور مواخات ہے

[1] تاریخ ابن الاثیر جلد ۲ صفحہ ۱۰۸۔ ملاحظہ ہو ۱۲۔ مؤلف [2] تاریخ طبری جلد ۳ صفحہ ۱۳۱ و ۱۳۲ و ۱۳۵۔ اور تاریخ ابوالفدا صفحہ ۷۵ و ۷۶ ملاحظہ ہو ۱۲۔ مؤلف

جیسا قرآن مجید[۱] مین لکھا ہی بعد اوسکے فرمایا کہ "ای اولاد قریش تمہارے نزدیک مجھکو تم سے کیا سلوک کرنا چاہیئے -" اونھون نے عرض کیا "ای ہماری شفیق بھائی اور بھتیجے ہمپر مہربانی کراور رحم کھا" طبری لکھتا ہی کہ قریش کے اس کلام کو سنکر آنحضرت[صلعم] آبدیدہ ہوسے اور فرمایا "مین تم سے اوسیطرح بات کرونگا جسطرح حضرت یوسف نے اپنے بھائیون سے کلام کیا تھا[۲] آج مین تمکو ملامت نکرونگا - خدا تمہارے گناہون کو بخشدے کہ وہ رحمن ورحیم ہے -" اوسوقت وہ تماشا نظر آیا جو ابتدا خلقت عالم سے اوسوقت تک کسی نے کبھی نہ دیکھا تھا - لوگ جوق جوق آآکر اسلام سے مشرف ہونے لگے - اوسوقت رسول اللہ[صلعم] کوہ صفا پر تشریف رکھتے تھے اور لوگون سے وہی عہد لیتے جاتے تھے جو سابق مین اہل مدینہ سے لیا تھا کہ "وہ سواے خداے یگانہ وبرحق کے کسی چیز کی پرستش نہ کرینگے اور سرقہ وزنا اور قتل اطفال شیرخوار کے مرتکب نہ ہونگے - اور جھوٹ نہ بولینگے اور عورتون کی مذمت نہ کرینگے[۳] -" پس قرآن مجید مین جو پیشین گوئی کی گئی تھی وہ اسطرح پوری ہوئی "جب خدا[۴] کی مدد اور فتح آئی اور تو نے دیکھا کہ لوگ گروہ گروہ دین خدا مین آتے جاتے ہین پس حمد وستایش بجالا تو خدا کے اور طلب آمرزش کر اوس سے تحقیق کہ وہ بڑا بخشنے والا ہی" اب آنحضرت[صلعم] کی رسالت کی تکمیل ہوگئی

---

[۱] یَا اَیُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰکُمْ مِنْ ذَکَرٍ وَّاُنْثٰی وَجَعَلْنٰکُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰکُمْ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ قرآن مجید سورۃ الحجرات آیت ۱۳

[۲] تاریخ ابن ہشام صفحہ ۸۲۱ - اور تاریخ طبری جلد ۳ صفحہ ۱۳۴ ملاحظہ ہو قَالَ لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ یَغْفِرُ اللّٰهُ لَکُمْ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ سورہ یوسف آیت ۹۲ - مؤلف -

[۳] تاریخ ابن الاثیر جلد ۲ صفحہ ۱۹۲ - اور تاریخ کاسین ڈی پرسول جلد ۳ صفحہ ۲۳۴ ملاحظہ ہو - مؤلف

[۴] اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ وَرَاَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ وَاسْتَغْفِرْهُ اِنَّهٗ کَانَ تَوَّابًا

بعض اصحاب کبار تمام اطراف واکناف مین بھیجے گئے کہ قبائل صحرائی کو دین اسلام
کی طرف دعوت کریں اور اونکو حکم قطعی دیا گیا کہ سب کو صلح اور نیکی تلقین کریں
البتہ جب کوئی اونپر تشدد اور دست درازی کرے تب اپنے تئین اوسکے شر سے
بچائین۔ اس حکم کی اطاعت سب نے کی سوائے ایک شخص کے۔ خالد بن ولید
جنھے چند روز ہوئے تھے کہ اسلام قبول کیا تھا قبیلہ بنی خزیمہ کے بعض اعراب
صحرائی کو مسلمانون سے آمادہ جنگ دیکھکر حکم دیدیا کہ ان سب کی سر کاٹ ڈالو۔
اوسکے بعض اتباع نے اونمین سے چند اعراب کو قتل کر ڈالا مگر اور مسلمانون نے
بیچ بچاؤ کر کے قتل عام نہ ہونے دیا۔ جب اس ظالمانہ خونریزی کی خبر آنحضرت کو
پہونچی تو آپ کو صدمہ عظیم ہوا اور دست مبارک سوے آسمان بلند کر کے فرمایا کہ
"خداوندا جو کچھ خالد نے کیا اوس سے مین بے قصور ہون" آنحضرت نے
حضرت علی کو فوراً روانہ کیا کہ جہانتک ممکن ہو بنی خزیمہ سے اوس ظلم کے مکافات
کرو جو اونپر خالد نے کیا ہے۔ یہ کام ایسا تھا کہ حضرت علی کی طبیعت کی بالکل موافق
تھا اور اونھون نے اسکی تعمیل ایمانداری سے کی۔ یعنے ہر شخص کے نقصانات
کو تحقیق کر کے پورا معاوضہ اوسکو دیا۔ اور جب ہر ایک نقصان کا معاوضہ
دیچکے تو جو روپیہ حضرت علی اپنے ساتھ لائے تھے اوسمین سے جو کچھ بچا اوسکو
مقتولین کے اقربا اور دیگر بنی خزیمہ پر تقسیم کر دیا۔ راوی کہتا ہے کہ حضرت علی
کے اخلاق اور جود و سخا سے ہر شخص کا دل خوش ہوا۔ اور سب نے اونکو دعائیں
دیں اور جب حضرت علی وہان سے پھر کر رسول اللہ کی خدمت مین حاضر ہوئے تو
آنحضرت نے بھی نہایت مدح و ثنا کی اور بہت شکریہ ادا کیا۔[51]

۵۱ تاریخ ابن ہشام صفحہ ۸۳۴ - ۸۳۵ - اور تاریخ ابن الاثیر جلد ۲ صفحہ ۱۹۵ اور تاریخ طبری جلد ۲

بعض قبائل صحرائی مثل بنی ہوازن اور بنی ثقیف اور دیگر قبائل کے جو مکہ کی سرحد پر اپنے گلے چرایا کرتے تھے اور بعض اور قبائل بھی جو مضبوط و مستحکم قلعے مثل طائف کے رکھتے تھے اسکی متحمل نہوئے کہ مسلمانون کی اطاعت بے لڑے بھڑے قبول کرین۔ پس ان سب نے باہم سازش کرکے چاہا کہ مسلمانون پر یکبارگی حملہ کرین قبل اسکے کہ مسلمان اونکے حملہ کو روکنے کا سامان کرین۔ مگر آنحضرتؐ کی بیدار مغزی سے کفار ہار گئے۔ مقام حنین مین جو ایک عمیق اور تنگ وادی مکہ کے شمال و مشرق مین دس میل کے فاصلہ پر تھا جنگ عظیم ہوئی اور مشرکین نے شکست فاحش کھائی اور نقصان عظیم اُٹھایا۔ فوج کفار منتشر اور پریشان ہوگئی اور اوسکے ایک ٹکڑے نے جسمین اکثر بنی ثقیف تھے شہر طائف مین جاکر پناہ لی اور طائف وہ غدار شہر تھا کہ آٹھ نو برس کا عرصہ گذرا تھا کہ وہان کے لوگون نے آنحضرتؐ کی توہین کرکے آپؐ کو شہر سے نکالدیا تھا۔ باقیماندہ لشکر ہزیمت اثر نے جاکر وادی اوطاس مین مورچہ بندی کی۔ مسلمانون نے اونکے مورچہ کو توڑکر تمام بنی ہوازن کو مع اونکے مال و اسباب اور گلہائے گوسفند وغیرہ کے گرفتار کرلیا۔ بعد اوسکے طائف کا محاصرہ کیا مگر چند ہی روز کے بعد آنحضرتؐ نے محاصرہ کو اٹھالیا کیونکہ آپؐ خوب جانتے تھے کہ مشرکین پر ادبار آیا ہے چند روز مین اہل طائف خود

لہ لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِي مَوَاطِنَ كَثِيرَةٍ وَيَوْمَ حُنَيْنٍ إِذْ أَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْئًا وَضَاقَتْ
عَلَيْكُمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُدْبِرِينَ ثُمَّ أَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِينَتَهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ
وَأَنْزَلَ جُنُودًا لَمْ تَرَوْهَا وَعَذَّبَ الَّذِينَ كَفَرُوا وَذَٰلِكَ جَزَاءُ الْكَافِرِينَ

قرآن مجید سورہ توبہ آیت ۲۵ و ۲۶۔

ٹہ تاریخ کاسن ڈی پرسول جلد ۳ صفحہ ۲۴۹۔ ملاحظہ ہو۔ قاموس مین حنین کو لکھا ہے کہ مکہ اور طائف کے مابین اثنائے راہ مین واقع تھا۔ مگر روڈول صاحب نے اپنے ترجمہ قرآن مجید مین صرف تین میل کا فاصلہ لکھا ہے۔ یہ یقیناً غلط ہے ۱۲۔ مؤلف

ہماری اطاعت قبول کرلینگے پھر خونریزی کرنا کیا ضرور ہے۔ جب آنحضرتؐ اوس مقام پر واپس آئے جہان اسیران بنی ہوازن مقید تھے تو آپؐ نے دیکھا کہ اس عظیم الشان قبیلہ کے چند اشخاص منتظر کھڑے ہین کہ آپؐ سے عرض کرین کہ ہمارے عیال و اطفال کو ہمین پھیر دیجئے۔ چونکہ آنحضرتؐ خوب جانتے تھے کہ اکثر صحابی بڑے تنگ مزاج اور زود رنج ہین لہذا آپؐ نے سفیران بنی ہوازن سے فرمایا کہ ہم مسلمانون پر جبر کرکے مال غنیمت تمکو واپس نہین دلا سکتے اگر تمکو اپنے عیال و اطفال کا واپس کرلینا منظور ہے تو اوّل مراتب اپنے مال و اسباب سے تو دست بردار ہو۔ وہ لوگ اسپر راضی ہوگئے اور دوسرے روز رسول اللہ[1] نماز ظہر پڑھ رہے تھے اور اصحاب با وفا صف بستہ آپؐ کے عقب مین استادہ تھے کہ وہ لوگ حاضر ہوے اور اونھین کلمات سے التجا کی جیسا آنحضرتؐ نے اونکو سمجھا دیا تھا کہ یہ کلمات اوسوقت کہنا۔ "ہم رسول اللہ سے التجا کرتے ہین کہ ہماری شفاعت مسلمانون سے کرین اور ہماری عورات و اطفال کو واپس دلادین۔" آنحضرتؐ[2] نے اسکے جواب مین فرمایا کہ "وہ اسیران بنی ہوازن مین جو میرا حصہ ہے اور بنی عبد المطلب کا حصہ ہے وہ مین تمکو واپس کرتا ہون"۔ پس اصحاب نے اپنے مقتدا کے اقتدا کرکے چھ ہزار اسیران کفار کو ایک لمحہ مین رہا کردیا۔ رسول اللہؐ اور اصحاب پاک کے اس جود و کرم سے بنی ثقیف[3] کے دل بھی موم ہوگئے اور اونھون نے آنحضرتؐ

---

[1] طبری نے نماز صبح لکھی ہے۔ تاریخ طبری جلد ۳ صفحہ ۱۵۵۔ ملاحظہ ہو ۱۲۔ مؤلف [2] تاریخ ابن ہشام صفحہ ۸۷۷ اور تاریخ ابن الاثیر جلد ۲ صفحہ ۲۰۶۔ اور تاریخ طبری جلد ۳ صفحہ ۱۵۵۔ ملاحظہ ہو ۱۲ مؤلف [3] اہل طائف کو بنی ثقیف بھی کہتے تھے۔ سید صاحب نے اپنے تذکرہ پیغمبر اسلام جلد ۲ صفحہ ۱۴۹ مین جو ایک عجیب و غریب روایت آنحضرتؐ کی طرز معاشرت کے باب مین لکھی ہے وہ مصنوعی ہے۔ اسواسطے کہ اولاً تو یہ ملاحظہ کیجئے کہ اس لڑائی مین جو مال غنیمت ہاتھ آیا تھا وہ تقسیم نہین ہوا تھا پس آنحضرتؐ اوسکا کوئی جز کسیکو کیونکر دے سکتے تھے۔ ثانیاً آنحضرتؐ صرف اپنی ذاتی حصہ کو ہبہ کرسکتے تھے مگر تقسیم ہونے سے پیشتر ہی آپؐ اپنا حصہ بنی ہوازن کو بخش چکے تھے۔ لہذا یہ روایت

اطاعت قبول کرلی اور بڑے پکے مسلمان ہوے۔
جب بنی ہوازن کی بھیڑین اور بکریان مسلمانون پر تقسیم ہوئین تو جدید الاسلام اہل مکہ کو اہل مدینہ کے بہ نسبت زیادہ حصے ملے۔ بعض انصار نے اسکو جنبہ داری تصور کرکے شکایت کی اور جب اونکی شکایت آنحضرتؐ کے گوش حق نیوش تک پہونچے تو آپ نے حکم فرمایا کہ سب مہاجرین و انصار جمع ہون۔ جب وہ جمع ہوے تو آپ نے اونسے خطاب کرکے فرمایا کہ "اے گروہ انصار۔ جو تقریر تم آپسمین کیا کرتے ہو او سکو مین نے سُنا۔ جب مین تم لوگون مین آیا تو تم ظلمت کفر مین مبتلا تھے پس خداوند عالم نور اسلام سے تمکو راہ راست پر لایا۔ تم مصیبت مین مبتلا تھے اوسنے تمکو راحت بخشی۔ تم مین باہم عداوت تھی اوسنے تمھارے قلوب مین برادرانہ لطف و محبت القا کی۔ تمہین بتاؤ کہ یہ ہوا یا نہین" اونھون نے عرض کیا "بلے یا رسول اللہ جو آپ فرماتے ہین وہی ہوا۔ فضل و کرم خدا اور اوسکے رسول کا حصہ ہے۔" تب آنحضرتؐ نے فرمایا "لا واللہ۔ تم یہ جواب دے سکتے تھے اور تمھارا یہ جواب سچا ہوتا اور اوسکی سچائی پر مین خود گواہی دیتا اگر تم یہ کہتے کہ آپ ہم لوگون مین اسطرح تشریف لائے کہ لوگ آپ کو مکار سمجھکر آپ کی رسالت سے منکر ہوچکے تھے مگر ہم آپ پر ایمان لائے۔ آپ مکہ سے ہجرت فرماکر ہمارے شہر مین تشریف لائے ہمنے آپ کی اعانت کی۔ آپ غریب الدیار اور آوارہ وطن تھے ہمنے آپ کو پناہ دی۔ آپ بے قرار تھے ہمنے آپ کو تشفی اور دلاسا دیا۔ اے گروہ انصار مال دنیا کیلیے اپنا دل کیون کُڑھاتے ہو۔ تمھاری تسکین کو یہ امر کیا کم ہے کہ اور لوگ تو بھیڑین اور بکریان پائینگے مگر تم سب خود میرے ہمراہ اپنے وطن کو مراجعت کروگے قسم ہے اوس خدا کی جسکے یدِ قدرت مین محمدؐ کی روح ہے۔ مین تمکو

ہرگز نہ ہرگز نہ چھوڑونگا - اگر تمام دنیا ایک سمت ہوجاے اور انصار دوسری سمت تو انصار ہی کا ساتھ دونگا - خدا تمپر رحم کرے اور تمھاری اولاد اور اولاد کی اولاد اور اوسکی اولاد مین برکت عطا فرماے "" راوی کہتا ہی کہ ان کلمات کو سُنکر انصار رض پر ایسی رقت طاری ہوی کہ اونکی محاسن شریف آنسوؤن سے تر ہو گئے اور سب نے بالاتفاق عرض کیا "یا رسول اللہ ہم اپنے اپنے حصون سے خوب راضی ہین - یہ عرض کرکے وہ سب جان نثار خوش اور مسرور پھر گئے -

اسکے تھوڑی مدت کے بعد آنحضرت صلعم نے مدینہ مین مراجعت فرمائی -

نوان باب

سنہ ۹ ہجری مطابق ۲۰ - اپریل سنہ ۶۳۰ع لغایت ۹ - اپریل سنہ ۶۳۱ع

سال نہم ہجرت مقدسہ اسلئے مشہور ہے کہ اس سال مختلف بلاد عرب سے قاصدون اور سفیرون نے آآکر دین حق قبول کیا اور شارع اسلام علیہ الوف التحیہ والسلام سے بیعت کی -

فتح مکہ سے بت پرستی کا خاتمہ سرزمین عرب مین ہوگیا اور مشرکین کے اعمال ورسوم قبیحہ بھی اوسکے ساتھ دفع ہوگئے - جو لوگ ابتک لات و عزی کی پرستش مین منہمک تھے اپنے اس حصن حصین کے مسخر ہوجانے سے وہ بھی خواب غفلت سے بیدار ہوے - اہل مکہ اور بنی ثقیف کے مطیع اسلام ہوجانے کا نہایت قوی اثر قبائل صحرائی پر ہوا - تمام اطراف واکناف سے قاصد آنے لگے اور جو قبائل وحشی اسلام کے عدو سے جان سمجھے اونکی اطاعت اور شرکت کا پیام لانے لگے چنانچہ

سلہ تاریخ ابن ہشام صفحہ ۹۰۶ - او تاریخ ابن الاثیر جلد ۲ صفحہ ۲۰۰ - او تاریخ ابو الفداء صفحہ ... - ملاحظہ ہو ... مؤلفہ ...

[illegible]

سر ولیم میور صاحب اپنے تذکرہ پیغمبر اسلام جلد ۴ صفحہ ۱۸۱- مین لکھتے ہین کہ دو
ان قاصدون اور سفیرون کو آنحضرت نے صنادید اہل مدینہ کے گھرون مین
اُتارا اور وہان اونکی بڑی خاطر و تواضع ہوئی ـــ اور جب وہ رخصت ہوتی تھے
تو اونکو ایک رقم معتدبہ زاد راہ کی لیئے دیدی جاتی تھی اور اونکے درجہ کے
موافق کچھ اور تحفہ بھی اونکے نذر کیا جاتا تھا- اکثر ایک عہدنامہ لکھکر اونکو
دیدیا جاتا تھا جسمین اوس قبیلہ کے مواجب وحقوق کی ضمانت کیجاتی تھی
اور اکثر ایسا بھی ہوتا تھا کہ ایک معلّم اون قاصدون کے ہمراہ کردیا جاتا تھا
کہ جدید الاسلام لوگون کو فرائض واحکام دین تلقین کرے اور یہ دیکھتا رہے
کہ بت پرستی کا کہین نام ونشان بھی نہ باقی رہنے پائے ـــ

اس زمانہ مین رومیون کو بلاد عرب کی تسخیر کرنے کا ویسا ہی خیال خام ہوا
جیسا بانی سلطنت رومۃ الکبریٰ[1] کو ہوا تھا[2] جسنے اوس ملک کو فتح کرنے کے لیئے
فوجین بھیجی تھین ہرقل قیصر روم فارسیون پر فتوح حاصل کرکے خوش وخرم
اپنی سلطنت مین پھر آیا تھا- غالبًا وہ اون عجیب وغریب واقعات سی لاعلم
اور غافل نہ تھا جو ملک عرب مین گذر رہی تھے -اور شاید اوسکو وہ شکست فاش
فراموش نہین ہوگئی تھی جو اوسکی فوج کثیر کو چند عربون نے دی تھی- جبتک
قیصر موصوف کا قیام ملک شام مین رہا اوسنے اپنے صوبہ دارون کو حکم دیا کہ ایک
فوج کثیر عرب کو فتح کرنے کے لیئے جمع کرین ادھر مدینہ مین یہ خبر پہونچی کہ قیصر روم

[1] یعنی اغسطوس قیصر جسکے عہد مین رومیون نے عرب پر فوج کشی کی تھی ۱۲- مولف [2] اس سے روم قدیم یعنے اطالیہ مراد ہے جسکا دار السلطنت روم جو کسی زمانہ مین تقریبًا ایک ثلث دنیا کا پایۂ تخت تھا- ابتک موجود ہی- روم جدید یعنے ٹرکی مراد نہین ہے جسکا پایۂ تخت قسطنطنیہ قسطنطین اعظم کا بنایا ہوا ہے اور جو مسلمانون کی اصطلاح مین سلطنت روم کہلاتی ہے ۱۲- مترجم

مسلمانون پر فوج کشی کرنے کا سامان کر رہا ہے۔ پس آنحضرتؐ نے حکم دیا کہ افواج قاہرۂ روم سے مقابلہ کی تیاری کیجائے۔ ماہ رجب (اکتوبر سنہ ۶۳۰ء) مین رومیون سے لڑائی ٹھہری۔ چونکہ گرمی بہت شدید پڑتی تھی اور صعوبات سفر بہت اوٹھانے پڑتے لہذا اکثر لوگون کا جی نہ چاہا کہ اوس فوج مین شریک ہون جو رومیون کے مقابلہ کو بھیجی جاتی تھی۔ منافقین نے بھڑکا بھڑکا کر مسلمانون کو اس سفر سے اور زیادہ بیزار کر دیا۔ لیکن خیر۔ کوشش بلیغ کرکے تھوڑی سی فوج تیار کیگئی۔ یہ فوج قلیل آنحضرتؐ کے ہمراہ رکاب سرحد کیطرف روانہ ہوئی۔ اثنائے راہ مین مسلمانون پر گرمی اور پیاس کی طغیانی ہوئی اور ایک سفر پر خطر اور دور و دراز کرکے وہ مقام تبوک[۱] مین پہونچے جو مدینہ اور دمشق کے درمیان نصف راہ پر واقع تھا اور وہان اونھون نے قیام کیا۔ مقام تبوک پر پہونچکر آنحضرتؐ کو معلوم ہوا کہ قیصر روم کو اپنے ہی ملک مین اتنے مہم سر کرنے ہین کہ مسلمانون پر فوج کشی کا وہم و گمان بھی اوسکو نہین ہے اور چونکہ اوسوقت کوئی بات ایسی نہین معلوم ہوتی تھی جس سے مدینہ کی سلطنت کو ضرر پہونچنے کا اندیشہ ہوتا لہذا آنحضرتؐ نے حکم فرمایا کہ لشکر اسلام مراجعت[۲] کرے۔ الغرض۔ مقام تبوک مین جہان پانی بھی بافراط ملا اور جانورون کے لیے چارہ وغیرہ بھی بکثرت میسر آیا بیس روز قیام کرکے مسلمانون نے ماہ رمضان[۳] مین مدینہ کو مراجعت کی۔

آنحضرتؐ کی مدینہ مین داخل ہونے کی چندروز کے بعد طائف کی سفیرون نے

---

۱ تاریخ کا سن ڈی پرسول جلد ۳ صفحہ ۲۸۵ و ۲۸۶ ملاحظہ ہو ۱۲ - مؤلف ۲ تاریخ ابن ہشام صفحہ ۹۰۴ - اور تاریخ ابن الاثیر جلد ۲ صفحہ ۲۱۵ - اور تاریخ ابوالفدا صفحہ ۸۵ ملاحظہ ہو ۱۲ - مؤلف
۳ بقول کاسن ڈی پرسول مورخ کی اوس سال ماہ رمضان وسط دسمبر سنہ ۶۳۰ء مین واقع ہوا۔ مقام تبوک مین بہت سے سرداران قریب وجوار نے آنحضرتؐ کی اطاعت قبول کی۔ تاریخ ابن الاثیر جلد ۲ صفحہ ۲۱۵ - ابوالفدا صفحہ ۸۵ ملاحظہ ہو ۱۲ - مؤلف

آپ کی خدمت مین حاضر ہو کر اہل طائف کی اطاعت کا اظہار کیا اور اوسوقت
تک مسلمانون کی عداوت مین جو اونکو اصرار رہا تھا اوسکی معافی چاہی - مگر اس مقام پر
اون واقعات کی کچھ کیفیت لکھنی ضرور ہے جنکے باعث سے اہل طائف کی راے
مین یہ تغیر واقع ہوا - اہل طائف کا سردار عروہ جو حدیبیہ کے معاملہ مین قریش کا
سفیر رہا تھا اوسکو دین اسلام کے برحق ہونیکا ایسا یقین ہو گیا اور بانی اسلام کے
حلم اور شفقت و عنایت نے اوسکے دل پر ایسی تاثیر کی کہ مسلمانون کے مدینہ مین مراجعت
کرنے کے تھوڑے روز کے بعد وہ آنحضرت صلعم کی خدمت مین حاضر ہو کر اسلام سے
مشرف ہوا - چنانچہ سر ولیم میور صاحب تذکرہ پیغمبر اسلام جلد ۴ صفحہ ۲۰۳ و
۲۰۴ مین لکھتے ہین کہ وہ پہلے عروہ کے دل مین یہ آیا کہ طائف کو پھر جاے
اور اپنے اہل وطن سے کہے کہ اون نعمات و برکات مین شریک ہون جو اس دین
جدید نے بندگان خدا کو بخشی ہین - آنحضرت چونکہ اہل طائف کے تعصب اور جہالت
سے خوب واقف تھے لہذا آپ نے عروہ کو مکرر منع فرمایا کہ خبردار طائف مین جانا
مگر عروہ یہ سمجھکر کہ اہل طائف مجھسے بہت راضی ہین اپنے عزم پر قائم رہا وہ شام کے
وقت طائف مین پہونچا اور اوسیوقت اپنی تبدیل مذہب کرنے کا اعلان کیا اور
اہل طائف کو بھی اپنا ہم مذہب بنا لینا چاہا - دوسرے روز صبح کو اوسنے
پھر اہل طائف کی دعوت دین اسلام کیطرف کی مگر اوسکے کلام سے اون جہال کو
ایسا طیش آیا کہ اوس بیچارہ کو شہید کر ڈالا - اوسوقت عروہ نے کہا کہ مین نے اپنی جان
اپنے آقا پر اپنی قوم کے لیے تصدق کی - شکر کرتا ہون اوس خدا کا جسنے مجھکو خلعت
شہادت سے مخلع کیا اور مسلمانون کی منت کی کہ مجھے شہداے حنین کے پہلو مین دفن کرنا -

۵۱ تاریخ ابن ہشام صفحہ ۹۱۴ و ۹۱۵ - اور تاریخ ابن الاثیر جلد ۲ صفحہ ۲۱۶ - ملاحظہ ہو ۱۲ - مؤلف

اس واقعہ کے بعد یہ ہوا کہ جب اہل طائف قبائل صحرائی سے لڑتے لڑتے عاجز آگئے تو اونھون نے وہ سفیر آنحضرت صلعم کی خدمت مین بھیجے جنکا ذکر سابق مین کیا گیا کہ عفو قصور کرائین اور اونکو دائرہ اسلام مین داخل ہونے کی التجا کرین - تاہم اونھون نے اپنے بتون کے لیئے چند مدت کی امان مانگی - پہلے دو سال کی مہلت طلب کی پھر ایک سال کی پھر چھ مہینہ کی - مگر یہ التجا اونکی ہرگز نہ قبول ہوئی تب اونھون نے پھر استغاثہ کیا کہ ایک مہینہ کی مہلت تو ہمکو ضرور عطا ہو - مگر آنحضرت نے یہ بھی نہ منظور فرمایا - کیونکہ اسلام اور شرک کا اجتماع غیر ممکن تھا - تب اونھون نے عرض کیا کہ نماز ہاے یومیہ سے ہمکو بری فرمائیے - آنحضرت نے جواب دیا کہ بغیر عبادت کے دین کوئی چیز نہین ہے[1] آخر کو اونھون نے ملول و محزون ہوکر ان سب تکالیف کو گوارا کرلیا - مگر اس تکلیف سے وہ بری کر دیئے گئے کہ اپنے بتون کو اپنے ہاتھ سے توڑین اور اس کام پر ابو سفیان ابن حرب اور مغیرہ ابن شعبہ مقرر کیے گئے - ادہر تو یہ دو شخص بتون کو توڑتے جاتے تھے اودہر طائف کی عورتین چلا چلا کر رو رہی تھین اور سر پیٹ رہی تھین کہ ہاے ہمارے معبودون کو ستیاناس کیے ڈالتے ہین[2] -

قریب اسی زمانہ کے قبیلہ بنی طی بغاوت پر آمادہ ہوا اور اونکے بت پرست ملاؤن نے اونکی آتش عناد کو اور زیادہ افروختہ کیا - کچھ تھوڑی فوج حضرت علی[3] کے ہمراہ روانہ کیگئی کہ اونکو مطیع اسلام کرلین اور اونکے بتون کو توڑ ڈالین - اوس زمانہ مین قبیلہ بنی طی کا سردار عدی ابن حاتم طائی تھا اور حاتم طائی وہ مشہور و معروف شخص ہے جسکی جود و سخا کی مدح سرائی تمام مشرقی ملکون مین شعرا نے کی ہے -

[1] تاریخ ابن الاثیر جلد ۲ صفحہ ۲۱۷ ملاحظہ ہو ۱۲ مؤلف [2] تاریخ ابن ہشام صفحہ ۹۱۷ - اور تاریخ طبری جلد [3] ... [illegible]

جب حضرت علیؓ وہان پہونچے تو عدی ملک شام مین بھاگ گیا۔ مگر اوسکی بہن اور چند اشخاص بنی طی مسلمانون کے ہاتھ لگے۔ بڑی عزت و توقیر سے اونکو مدینہ مین لائے آنحضرتؐ نے دختر حاتم اور اوسکی ہمراہیون کو فوراً رہا کردیا اور بہت سی بیش بہا تحائف اونکو عنایت فرمائے۔ دختر حاتم نے ملک شام مین جاکر اپنے بھائی عدی سے آنحضرتؐ کی کریم النفسی کی تعریف کی۔ اوس تعریف کا اثر عدی کے دل پر ایسا ہوا کہ فوراً مدینہ کو روانہ ہوا۔ اور وہان پہونچکر آنحضرتؐ کا شکریہ ادا کیا اور مشرف باسلام ہوا۔ پھر جب اپنے قبیلہ مین پھر آیا تو اہل قبیلہ کو سمجھایا کہ بت پرستی سے باز آؤ۔ آخر الامر بنی طی جو اب تک بڑے پکے مشرک تھے بڑی پاک اعتقاد مسلمان ہوگئے

اس سال کے آخر مین ماہ ذیحجہ مین ابوبکرؓ مناسک حج ادا کرنے کے لیئے مکہ معظمہ گئے اور حضرت علیؓ بھی حجاج کے ساتھ رسول اللہؐ کا یہ حکم لیکر روانہ ہوے کہ مکہ مین جاکر منادی کراؤ کہ مشرکین کعبۂ شریف کی حدود مقدسہ مین قدم نہ رکھنے پائین کہ یہ گھر خدائے پاک کا ہے۔ عید الاضحیٰ کو جسے یوم النحر بھی کہتے ہین حضرت علیؓ نے ایک مجمع کثیر مین وہ کلام معجز نظام پڑھا جس سے بت پرستی اور اوسکی ذمائم و رذائل کی بیخ کنی ہوگئی۔ وہ کلمات یہ ہین :- اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرے اور نہ برہنہ ہوکر طواف حرم کرے۔ جس شخص سے رسول اللہؐ نے کوئی عہد و پیمان کیا ہے وہ عہد اوسوقت تک نافذ و قائم رہیگا جبتک کہ اوسکی میعاد ختم ہو۔ باقیماندہ لوگون مین سے

سلہ تاریخ ابن ہشام صفحہ ۹۴۶-۹۴۹- اور تاریخ ابن الاثیر جلد ۲ صفحہ ۲۱۸- اور تاریخ طبری جلد ۳ صفحہ ۱۷۰۱- ۱۷۰۲ ملاحظہ ہو۔ عدی ابن حاتم طائی ماہ ربیع الثانی ۹ سنہ ہجری (جولائی و اگست ۶۳۰ء) مین مسلمان ہوا لہذا اوسکا ذکر قبل جنگ تبوک کرنا چاہیے تھا۔ مگر مین نے اس کتاب کی ترتیب مین مورخین عرب کی تقلید کی ہے۔ شیخ سعدی شیرازی نے بوستان مین چند اشعار آبدار مین دختر حاتم طائی کی حکایت نظم کی ہے۔ ۱۲۔ مؤلف

سلہ اس سے وہ رسم قبیح کنایۃً مراد ہے جو مشرکین عرب مین جاری تھا ۱۲۔ مؤلف

ہر شخص کو چار مہینہ کی مہلت دیجاتی ہے کہ اپنے ملک مین پھر جاے۔ اس میعاد
کے بعد کسی شخص کا کوئی فرض رسول اللہ صلعم پر نہ باقی رہے گا سواے اون لوگون
کے جنسے مصالحہ کر لیا گیا ہے[1]"

یہ فرمان عام رسول اللہ صلعم کا مورخین اسلام کی اصطلاح مین ابراءنامہ کہلاتا ہے
اور اس سے آنحضرت صلعم کی حکمت اور دور اندیشی ظاہر و باہر ہے۔ جو تمدنی اور اخلاقی
حالت عرب کی اوسوقت موجود تھی اوسکا اب باقی رہنا غیر ممکن تھا۔ کیونکہ مشرکین
ہر سال حج کے زمانہ مین مسلمین کے ساتھ خلط ملط ہوتے تھے۔ پس اگر مشرکین
کو اونکے اعمال خبیثہ اور رسوم قبیحہ کے بجالانے کی اجازت دیجاتی تو جو اصلاح اعتقادات
اور اخلاق عامہ مین آنحضرت صلعم نے ایسی مشقت وجانکاہی کرکے فرمائی تھی وہ جلد
ضایع و برباد ہوجاتے۔ تاریخ اس بات پر گواہ ہے کہ ایک برگزیدہ مگر ناشائستہ
شعبہ[2] اوسی قوم کا جس قوم سے عرب تھے مشرکین مین آکر بسنے لگا تھا اور اوس
شعبہ کے پیشواؤن نے بعل کے پوجنے والون کو قتل وقمع کرکے یہوواہ[3] کی پرستش
قائم رکھی تھی۔ مگر وہ فرقہ بالکل محروم و ناکام رہا تھا۔ بنی اسرائیل پر نہ صرف
قرب وجوار کے مشرکین کی مصاحبت و موانست کا اثر ہوا تھا بلکہ بنی اسرائیل
ایسے ایسے قبیح و مکروہ حرکتین کرتے تھے کہ مشرکین سے بھی بدتر ہوگئے تھے۔
پس ہم پوچھتے ہین کہ کیا مقتضی عقل سلیم یہ تھا کہ آنحضرت صلعم ان قدیم بنی اسرائیل
کی تقلید کرتے یا پیروان دین مسیحی کی روش اختیار کرتے جنکی سخافت وخرافت
کا یہ حال تھا کہ صرف اتنی بات پر باہم لڑا مرتے تھے کہ ساری دنیا کو یہ اعتقاد

[1] تاریخ ابن ہشام صفحہ ۹۲۱۔ اور تاریخ ابن الاثیر جلد ۲ صفحہ ۲۲۲۔ اور تاریخ ابو الفدا صفحہ ۸۷ مطبوعہ برلن ۱۲۔ مؤلف [2] یعنی یہود جو اولاد اسحق تھی اور عرب اولاد اسمعیل تھی ۱۲۔ مترجم [3] عبرانی نام اللہ کا ہے ۱۲۔ مترجم

ہوجاے کہ ایک پادری کی دعا پڑھنے سے روٹی اور شراب مقلوب الماہیت ہوکر
حقیقۃً لا مجازاً گوشت اور خون حضرت مسیح کا ہوجاتا ہے۔ نعوذ باللہ من ذالک
رسول اللہؐ نے اپنی طبیعت الہامی سے وہ وسائل اختیار کئے جو بادی النظر
مین البتہ سخت تھی مگر جنکا نتیجہ اور مآل بندگان خدا پر فضل ورحم ہوا۔ الغرض
وہ مجمع کثیر حجاج کا حضرت علیؑ کی اس پُرتاثیر تقریر کو سُنکر اپنے اپنے وطنون کو
پھر گیا اور ہنوز یہ سال ختم نہ ہوا تھا کہ اکثر لوگ اونمین سے مسلمان ہو گئے۔

حاشیہ متعلقہ باب ۹

یہ گمان کرنا بالکل غلط ہے کہ اس موقع پر حضرت علیؑ نے کوئی سورہ قرآن مجید کا تلاوت کیا تھا۔
غالباً اس فرمان یا ابراءنامہ کے مضامین کا ماخذ بعض آیات سورۂ توبہ ہین۔ مگر اس سورہ مین
مختلف واقعات کا ذکر ہے جو مختلف زمانون مین ہوئے تھے لہذا قیاس اسکا مقتضی نہین ہے کہ
حضرت علیؑ نے اس سورہ سے اپنی تقریر اخذ کی تھی۔ سر ولیم میور صاحب اس ابراءنامہ کو عزم جنگ
کا اعلان قطعی سمجھے ہین۔ مگر اس مورخ کو اسلام سے ایسا التعصّب شدید ہے اور غلبۂ نصرانیت اسقدر
ہے کہ یہانتک نوبت پہونچی ہے کہ بعض امور مین اسنے عرب کی شرک عظیم کو اسلام پر ترجیح دی ہے
چنانچہ اس موقع پر یہ مورخ لکھتا ہے کہ۔ وہ جب پیغمبر اسلامؐ صحف سماویہ یعنی توریت وانجیل سے
اپنا اعتقاد ظاہر کرکے یہود ونصاری کو مدت تک فریب دیچکے تو آخرکار اونسے علٰحدہ ہوگئے۔ اسی
زمانہ مین آنحضرتؐ نے اوس زمانہ کے یہود ونصاری کی بدعتون اور شقاوتون پر سخت لعن وطعن
کی تھی اور اونکے رہبان وقسیسین کو قرآن مجید مین بہت درست وصحیح لکھا ہے کہ انّھُم
یاکلون اَموالَ النّاسِ ظُلماً سبحان اللہ۔ اس راست گوئی کو سر ولیم میور صاحب عرماتے
ہین کہ یہود ونصاری کو فریب دیا اور آخر کو اونسے قطع تعلق کیا۔ معاذ اللہ اس تعصب کا
کچھ ٹھکانا ہے ۱۲۔ مؤلف

دسوان باب

سنہ ۱۰ ہجری مطابق ۱۹ اپریل سنہ ۶۳۱ء لغایت ۲۹ مارچ سنہ ۶۳۲ء

سال گذشتہ کی طرح اس سال بھی صدہا سفیر عرب کے ہر صوبہ سے مدینہ مین آئے اور اپنے قبائل اور سرداران قبائل کی اطاعت کا اظہار آنحضرتؐ سے کیا جن اصحاب کو آپؐ نے مختلف صوبجات مین تعلیم و تلقین خلائق کے لیے بھیجا اونکو ہمیشہ یہی حکم دیا کہ ”لوگون سے نرمی کرنا سختی نہ کرنا - اونکی دلجوئی کرنا اور اونکو فضیحت نہ کرنا - اور تمکو بہت سے اہل کتاب[۱] ملین گے اور وہ تمسے پوچھین گے کہ بہشت کی کنجی کیا چیز ہے - تم اونکو یہ جواب دینا کہ کلید جنت وجود باری تعالے کی گواہی دینا اور اعمال نیک کرنا ہے[۲] -“

آنحضرتؐ کی رسالت کی تکمیل اب ہو گئی تھی - ایک ایسی قوم مین جو جہالت وضلالت مین ڈوبے ہوئے تھے ایک نبی مبعوث ہوا تھا جسنے ”اونکو خدا کی نشانیان پڑھکر سنائین تاکہ وہ پاک ہو جائین اور اون لوگون کو کتاب مقدس اور علم سکھایا جو پیشتر بالکل تاریکی مین گھرے ہوے تھے -“[۳] اوس پیغمبرؐ نے اپنی امت کو ایک نہایت ذلیل اور خونخوار شرک و بت پرستی مین مبتلا دیکھا اور اوسنے اونکے قلوب مین خدائے برحق و یگانہ کا اعتقاد ڈالدیا - اوسنے اونمین باہم نفاق اور ہمیشہ جنگ وجدل دیکھا اور اونمین برادرانہ لطف و محبت پیدا کرکے سب کو ایک

[۱] یعنی یہود و نصاریٰ اور غالباً مجوس بھی ۱۲ - مؤلف [۲] تاریخ ابن ہشام صفحہ ۹۰۷ ملاحظہ ہو - مگر اس مورخ نے آنحضرتؐ کی اس ہدایت کا صرف ایک جزو لکھا ہے ۱۲ - مؤلف [۳] هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ قرآن مجید سورہ جمعہ آیت ۲ - ۱۲ مؤلف -

قوم کر دیا - چنانچہ سر ولیم میور صاحب لکھتے ہین کہ "خدا جانے کتنا زمانہ گذر اتھا
کہ مکہ اور تمام جزیرہ نمائی عرب ایک سکتۂ روحانی کے عالم مین مبتلا ہوگیا تھا شریعت
موسوی اور دین مسیحی اور فلسفہ یونان کا اثر عرب کی نفوس پر ایسا ہوا تھا جیسے
کسی جھیل کے پانی کے سطح پر کبھی کبھی کوئی لہر آجاتی ہے - مگر پانی کے نیچے کہین ذرا
سی بھی حس وحرکت نہین معلوم ہوتی - الغرض - عرب کی لوگ کفر وضلالت اور
بیرحمی اور بداعمالی کے دریا مین غرق تھے - چنانچہ یہ رسم قبیح اونمین جاری تھا
کہ سب سے بڑا بیٹا اپنے باپ کے ازواج کو اپنے ترکہ مین محسوب کرکے اونسے شادی
کرلیتا تھا - اور اونکے غرور ونخوت سے دختر کشی کا رسم اونمین بھی اوسیطرح جاری
ہوگیا تھا جسطرح فی زماننا ہنود مین جاری ہے - وہ یہ جانتے تھے کہ آخرت بھی کوئی
چیز ہے اور نیکی کی جزا اور بدی کی سزا عقبی مین ضرور ملیگی -" آنحضرت صلعم کی بعثت کے
چند ہی سال پیشتر تو عرب کی یہ حالت تھی - مگر اللہ اکبر اسی چند سال کے عرصہ مین
کیا انقلاب عظیم واقع ہوا - معلوم ہوتا تھا کہ گویا کسی فرشتہ نے آسمان پر سے
نازل ہوکر اون لوگون کے دلون مین جو پیشتر نہایت اعمال زشت اور نیم وحشیانہ
افعال مین منہمک رہتے تھے برادرانہ محبت وشفقت ڈالدی جو ملک پہلی مکارم
اخلاق سے بالکل معرا تھا اور جہان تمام قوانین اخلاقی اور احکام ربانی کی توہین
اور مخالفت عمداً اور بلا تردد کیجاتی تھی وہی ملک اب منقلب الماہیت ہوکر ایک
خار زار سے گلذار بنگیا - شرک وبت پرستی اور جو فسق وفجور اوس سے پیدا ہوا تھا
وہ سب بالکل دفع ہوگیا - شریعت موسوی اور دین مسیحی مدت سے کوشش کررہے تھے
کہ قبائل عرب سے اونکی خبیث اور شیطانی رسوم ترک کرادین مگر جب اونہون نے

سلہ اس رسم قبیح کو قرآن مجید مین نکاح المقت یعنی حرام نکاح کے لفظ سے تعبیر کیا ہے ۱۲ - مؤلف -

رسول عربی کے پُرتاثیر اور ولولہ انگیز کلام کو سنا تب ہی اونکو اوس خدائے برحق
و یگانہ کے وجود کا ادراک ہوا جسکی قدرت اور رحمت تمام عالم پر محیط ہے - اور تب ہی
اونکو یہ خیال آیا کہ ہمارے اغراض صرف اس دنیائے فانی سے متعلق نہین ہین
بلکہ قبر کے اندر بھی کوئی شئے نہایت برگزیدہ اور نیک و پاکیزہ ہے جو ہمکو عدل و احسان
اور عمل نیک کرنیکا حکم کرتی ہے - ہمارا خدا وہ خدا نہین ہے جو آج ہے اور کل
فنا ہو جائے گا اور جو پتھر اور لکڑی کو تراش کر بنایا گیا ہے بلکہ ہمارا پروردگار
قادر مطلق رحمن و رحیم غیر مرئی اور خلاق عالم ہے - اس جدید خیال اور اس
تازہ ادراک کا باعث خداوند عالم کے حکم سے آنحضرت ہی ہوئے جو عرب کو حیات
ابدی اور نعمات بہشت کی امید اور عقوبات دوزخ کے بیم آپ ہی کے بدولت ہوئی
پس اونھون نے ویسی اطاعت اور ویسا احترام آپ کا کیا جسکے لائق و سزاوار آپ
تھے - اب اونکے دل مین صرف ایک خواہش پیدا ہوئی ہے کہ خدا کی عبادت
سچے دل اور خالص نیت سے کرین اور تمام معاملات دنیاوی مین شرائع و احکام
کی پابندی کرین - وہ سچی باتین اور ٹھیک اصول اور عمدہ تعلیمین جو اس بیس
سال کے عرصہ مین آنحضرت نے اپنے پیروان پاک اعتقاد کو وقتاً فوقتاً کی تھین
اونکے دلون مین مخزون تھین اور اونھین اصول پر اونکا ہر فعل مبنی ہوتا تھا -
شرع اور اخلاق عامہ متحد کر دی گئی - چنانچہ سر ولیم میور صاحب تذکرہ پیغمبر اسلام
جلد ٢ صفحہ ٢٦٩ - مین فرماتے ہین کہ " جب دین مسیحی نے دنیا کو خواب غفلت سے
بیدار کیا تھا اور شرک و بت پرستی سے جہاد عظیم کیا تھا اوس وقت سے حیات روحانی
کبھی ایسی برانگیختہ نہوئی تھی اور نہ ایسا غلو کسی مذہب مین ہوا تھا جیسا دین اسلام
مین ہوا - اس دین کے پیروان خوش اعتقاد نے کیسے کیسے نقصانات صرف اپنے

ایمان کی خاطر سے اوٹھائے اور اون نقصانات کی تلافی مین مال غنیمت کس خوشی سے لے لیا۔،، الغرض۔ اب آنحضرت صلعم کی رسالت کی تکمیل ہوچکی تھی اور آپ کی حین حیات اس کار عظیم کا انجام پاجانا صاف اس امر پر دال ہے کہ تمام انبیاے بنی اسرائیل[a] اور عقلاء ہند و مصر و فارس اور حکماء و فلاسفۂ یونان پر آپ شرف و فضیلت رکھتے ہین۔ یعنی موسیٰ اور عیسیٰ اور زردشت[b] اور ساکیا منی اور افلاطون ان سب کے خیالات ربّ العالمین کے باب مین جداگانہ تھے اور سب کے مزعومات و مظنونات اس باب مین مختلف تھے کہ نفس انسانی سے رذائل کو دفع کرکے ایک تازہ حیات روحانی بخشنے کی کیا سبیل ہے۔ مگر یہ سب اس دنیای فانی سے اسطرح سے رحلت کرگئے کہ انکے عالی حوصلے پورے نہوے اور انکی بلند امیدین نہ برآئین یا یہ ہوا کہ یہ لوگ اپنے ہمجنسون کو اعلیٰ مدارج انسانیت پر پہونچا دینے کا کام اپنے خونخوار و سفاک مریدون اور اپنے شاگرد بادشاہون پر موقوف رکھکر اس دنیا سے چلے گئے۔ یہ بات شارع اسلام ہی کے لئے مخصوص ہے کہ آپ نے اپنی رسالت کی بھی تکمیل کی اور اپنے متقدمین کی رسالت کو بھی کامل کردیا۔ اور صرف آپ ہی کے واسطے یہ ہوا ہے کہ آپ کی حیات مین اصلاح بنی آدم کا کام ختم ہوگیا۔ کوئی بادشاہ آپ کا مرید بنکر آپ کی حمایت کی لیئے نہین آیا اور آپ کے احکام کو فرامین شاہی کے ذریعہ نافذ نہین کیا۔ پس کیا مسلمانون کا یہ کہنا بیجا ہے کہ یہ سارا کام خود خدا وند عالم نے انجام دیا۔

جب تمام اطراف واکناف عرب سے لوگ جوق جوق آکر مشرف باسلام ہوے

---

[b] زردشت بانی دین مجوس اور ساکیا منی یعنی گوتم بانی مذہب بودھ تھا ۱۲۔ مترجم [a] جیسے بنی اسرائیل مین یوشع ابن نون اور پیروان بودھ مین راجہ اسوکا اور پیروان زردشت مین دارا اور عیسائیون مین قسطنطین اعظم

اوسوقت آنحضرتؐ کو معلوم ہوا کہ میرا کام پورا ہوگیا اور آپؐ کو یقین ہوگیا کہ اب موت قریب ہی لہذا آپؐ نے آخری حج یعنے حجۃ الوداع کا عزم فرمایا۔ ۲۵ ذیقعدہ کو رسول اللہؐ ایک انبوہ کثیر مسلمانون کا ہمراہ لیکر مدینہ سے روانہ ہوے۔ اور جب مکہ مین پہونچے تو مناسک حج ادا کرنے سے پیشتر آنحضرتؐ نے جبل العرفات سے مجمع حجاج کیطرف خطاب فرماکر وہ خطبہ پڑہا جسکے کلمات سب مسلمانون کے دلون پر نقش کالحجر ہین۔[له]

"اے ایہا الناس۔ میرا کلام بگوش ہوش سنو۔ اسواسطے کہ مین نہین جانتا کہ مجھے دوسرا سال بھی دیکھنا نصیب ہوگا"

"تمہاری جان اور مال محفوظ ہے اور ایک کا مال دوسرے پر حرام ہے تاوقتیکہ تم خداوند عالم سے ملاقات کرو۔ جسطرح آج کا دن اور یہ مہینہ سب کے لیے حرمت کا مہینہ ہے۔ اور یہ یاد رکھو کہ تمکو خدا کے روبرو حاضر ہونا پڑیگا اور وہ تمسے تمہارے افعال کی بازپرس کریگا۔ ایہا الناس۔ تمہارے حقوق تمہاری بیبیون پر ہین اور تمہاری بیبیون کے حقوق تمپر ہین۔ اپنی بیبیون سے مہربانی کے ساتھ پیش آؤ۔ بتحقیق کہ تمنے خدا کو ضامن دیکر اونکو لیا ہے اور اونکی نفسون کو خدا کے کلام کے بموجب اپنے اوپر حلال کرلیا ہے۔ اب رہے تمہارے لونڈی غلام۔ پس اونکو وہی کھانا کھلاؤ جو تم خود کھاتے ہو اور وہی کپڑا پہناؤ جو تم خود پہنتے ہو۔ اور اگر وہ کوئی ایسا قصور کرین جسے تم معاف کرنا نہ چاہو تو اونکو آزاد کردو کیونکہ وہ خدا کے بندے ہین اور اونسے بدرشتی سے پیش آنا نہ چاہیئے"

"ایہا الناس۔ میرے کلام کو بتوجہ سنو اور اوسکو سمجھو۔ تمکو معلوم ہو کہ سب

له تاریخ ابن ہشام صفحہ ۹۶۶ ۔ اور تاریخ ابن الاثیر جلد ۲ صفحہ ۲۳۰ ۔ ملاحظہ ہو ۱۲ ۔ مولف ۔

مسلمان ایک دوسرے کے بھائی ہین- تم سب ایک برادری ہو- جو چیز دوسرے شخص کی ہو وہ اوسکے بھائی پر حلال نہین ہے اِلّا اینکہ وہ برضا و رغبت خود اوسکو بخشدے - نا انصافی اور حق تلفی کرنے سے اپنے نفس کو بچاؤ۔

"جو شخص یہان موجود ہے وہ اوس شخص سے کہے جو یہان موجود نہین ہے شاید جس شخص سے یہ کلام نقل کیا جاے وہ اوس شخص سے زیادہ اسکو یاد رکھے جسنے اسکو خود سُنا ہی-"

اس خطبہ کے آخر مین جب آنحضرتؐ نے سامعین مین سخت جوش و خروش دیکھا تو آپؐ پر بھی رقت طاری ہوئی اور آپؐ نے باواز بلند فرمایا- "خداوندا مین نے اپنی رسالت کو ادا کردیا اور اپنے کام کو ختم کرچکا" اوس انبوہ کثیر نے جو اوسوقت جمع تھا بالاتفاق چِلّا کر کہا "بلی یارسول اللہ آپؐ تبلیغ رسالت فرما چکے ہین-" تب آپؐ نے فرمایا- "خداوندا مین تجھسے التجا کرتا ہون کہ اسپر گواہ رہنا-"

ان کلمات پر آنحضرتؐ نے خطبہ تمام کیا- منقول ہے کہ یہ خطبہ طویل تھا اور نہایت فصیح و بلیغ اور پُرجوش تھا۔

اسکے تھوڑے ہی عرصہ کے بعد مناسک حج کو بجا لاکر آنحضرتؐ نے مدینہ کو مراجعت فرمائی۔

آنحضرتؐ کی زندگی کا آخری سال مدینہ منورہ مین بسر ہوا- اس سال کے ابتدا مین آپؐ نے اون صوبجات کی انتظام کو درست کیا اور اون قبائل عرب کو مرتب کیا جنسے سلطنت اسلامیہ مرکب ہوے تھے- یہ بھی تیاری ہونے لگی کہ رومیون سے تلافی اوس سفیر اسلام کے خون ناحق کے طلب کیجاے جسکو اونھون نے ملک شام

ۓ تاریخ ابن ہشام صفحہ ۹۶۸ و ۹۶۹- ملاحظہ ہو ۱۲- مؤلف

مین مار ڈالا تھا - مگر آنحضرتؐ ایسے سخت علیل ہو گئے اور ایسے آثار و علامات سوت آپؐ پر طاری ہوے کہ یہ مہم معطل رہا اور اون چند کا ذبین[1] کو سزا دینا بھی ملتوی رہا جو بعض صوبجات مین رسالت کی مدعی ہوے تھے اور اپنے فسق و فجور اور نہب و غارت کو نبوت کہتے تھے - ایک یہودیہ نے جو آپؐ کو خیبر مین زہر دیا تھا وہ آپؐ کی جسم شریف مین ایسا سرایت کر گیا تھا کہ اسکا اوس اثر اب محسوس ہوا -

آنحضرتؐ کی آخر ایام زندگانی مین یہ بات یادگار ہے کہ آپؐ کا نفس مطمئن رہا اور ہوش و حواس بجا رہے اور باوجود شدت ضعف و نقاحت کی اپنی وفات سے تین روز پیشتر تک آپؐ نماز جماعت پڑھایا کیئے - ایک روز نصف شب کو آپؐ اوس مقام پر تشریف لیگئے جہان بعض انصار دفن تھے اور اونکی قبرون پر فاتحہ پڑھکر آپؐ بہت روئے اور اونکے مغفرت کی دعا مانگی - جبتک آپؐ بیمار رہے مسجد نبیؐ کے قریب حضرت عائشہؓ کے گھر مین آپؐ نے قیام فرمایا جبتک قوت نے وفا کی نماز جماعت پڑھایا کئے آخر مرتبہ جو آپؐ مسجد مین تشریف لیگئے تو آپؐ کی دو چچازاد بھائی یعنی علی ابن ابیطالبؓ اور فضل ابن عباسؓ آپؐ کا ہاتھ پکڑ کر لیگئے - اوسوقت حاضرین مجلس نے ایک عجب کریمانہ تبسم آپؐ کی لبہاے مبارک پر ملاحظہ کیا - آپؐ نے منبر پر تشریف لیجا کر اور حمد خدا بجالا کر حضار محفل سے خطاب کرکے فرمایا وو اے مسلمانون - اگر مین نے تم مین سے کسی شخص کا کچھ نقصان کیا ہے تو مین اوسکی جوابدہی کو موجود ہون - اگر مین کسیکا قرضدار ہون تو جو کچھ میرے پاس ہے وہ اوسکا مال ہے - ۷۷ اوسیوقت

[1] ان کاذبین کا پورا حال تاریخ کاسن ڈی پرسوال جلد ۳ صفحہ ۲۰۹ مین لکھا ہے ۱۲ - مؤلف -

ایک شخص نے اوٹھکر عرض کیا یا رسول اللہ میرے تین درہم آپ پر آتے ہین
جو آپ نے فلان سائل کو دلوائے تھے۔ وہ درہم اوسکو فوراً دیدیے گئے اور
آپ نے فرمایا۔ "اس دنیا کی ذلت گوارا ہے عاقبت کی رسوائی گوارا نہین ہے"
تب آنحضرت نے حضار مجلس کے لیے دعاے خیر کی اور اون لوگون پر رحمت
خدا بھیجی جو دشمنان دین کے ہاتھ سے شہید ہوے تھے اور سب لوگون کو
فرائض دینی بجا لانے اور صلح و آشتی اپنا شعار رکھنے کی تاکید فرمائی۔ اور کلام
کو ان آیات قرآن مجید پر ختم فرمایا۔ "اور زندگانی[۱] آخرت ہم اون لوگون
کو بخشین گے جو اس دنیا مین بلند مرتبہ ہونا نہین چاہتے ہین اور جو ظلم نہین
کرتے ہین بتحقیق پرہیزگارون کا انجام بخیر ہوگا۔"

اسوقت کے بعد پھر آنحضرت[۱] کبھی نماز جماعت پڑھانے نہین تشریف لیگئے
اب آپ[۲] کی قوت بہت جلد زائل ہونے لگی اور ۱۲۔ ربیع الاول مطابق ۸ جون
۶۳۲ء کو دوپہر کے وقت آپ نے چپکے سے کچھ دعا پڑھی اور روح مبارک
خلد برین[۲] کو پرواز کر گئی۔

مورخین عرب نے محمد[۳] ابن عبداللہ کے اوصاف حمیدہ اور کمالات عقلی کو
بڑے فخر و مباہات سے بیان کیا ہے۔ بڑے آدمیون سے آپ اخلاق فرماتے تھے

---

[۱] قرآن مجید سورہ ۲۸ - آیت ۸۳ - اور تاریخ ابن الاثیر صفحہ ۲۴۱ - اور تاریخ طبری صفحہ ۲۰۷
جلد ۳ ملاحظہ ہو۔ طبری اور ابن الاثیر دونون کا قول ہے کہ اس کلام کا آخری جزو آپ نے اون لوگون
[illegible] کرکے فرمایا تھا جو عایشہ کے گھر مین آپ کے عیادت کو آئے تھے۔ ابن ہشام اور بعض دیگر مورخین
[illegible] ایسے جنکی تقلید مورخین یورپ نے بھی کی ہے لکھا ہے کہ یہ تقریر آنحضرت نے اوسوقت فرمائی
تھی جبکہ آپ نماز جماعت پڑھانے کے [illegible] ہو چکے تھے اور آپ نے حضرت ابوبکر کو نماز جماعت پڑھانے کے لیے بھیجا تھا
۱۲۔ مؤلف - [۲] تاریخ ابن ہشام صفحہ ۱۰۰۹ - اور تاریخ ابن الاثیر جلد ۲ صفحہ ۲۴۴ - اور تاریخ ابوالفداء
۹۱ - اور تاریخ کاسن ڈی پرسول جلد ۳ صفحہ [illegible] - ملاحظہ ہو ۱۲ - مؤلف -

اور غریبوں سے حلم و فروتنی اور متکبروں سے بزرگانہ برتاؤ۔ یہی وجہ تھی کہ سب
لوگ آپ کا احترام کرتے تھے اور آپ کے مداح و رطب اللسان رہتے تھے
نیک نہادی اور دریا دلی چہرۂ مبارک سے عیاں تھی۔ گو آپ نبی اُمّی تھے یعنی
علوم رسمی سے ماہر نہ تھے مگر حقائق اشیاء اور اسرار کبریا سے خوب واقف تھے
خداوند عالم نے یہ کرامت آپ ہی سے مخصوص فرمائی تھی کہ عالم و جاہل دونوں
پر آپ کے کلام اور صحبت کا اثر برابر ہوتا تھا۔ اور ساتھی اسکے آپ کے چہرۂ مبارک
پر ایسا رعب و دبدبۂ شاہانہ تھا اور ایسے آثار عظمت و جلالت عیاں تھی کہ جو
لوگ آپ سے مشرف ہوتے تھے خواہ مخواہ آپ کا احترام کرتے تھے اور آپ سے
محبت کرنے لگتے تھے۔

دنیا داری کی باتوں سے آپ بالکل ناواقف تھے مگر نہایت طبع رسا اور
ذہن عالی رکھتے تھے اور بڑے نازک خیال اور بلند پرواز اور باریک بین تھے
اور آپ کو لوگ کہتے تھے کہ پردہ نشین عورتوں سے بھی زیادہ حیا رکھتے ہیں۔
اپنے خُردوں کا نہایت پاس و لحاظ فرماتے تھے اور اپنے پستہ قد اور بدقوارہ
غلام پر بھی کبھی خفا نہ ہوتے تھے گو اوسنے کیسا ہی قصور کیا ہو۔ چنانچہ انس ابن ف۱
مالک کا قول ہے کہ میں دس برس رسول اللہ کی خدمت میں حاضر رہا مگر آپ نے
کبھی مجھے اُف تک نہیں کہا۔ اپنے اہلبیتؑ سے آپ بہت محبت رکھتے تھے ایک
صاحبزادہ آپ کا اپنے انّا کے گھر میں جہاں دھواں بہت ہو رہا تھا آپؐ کے
سینہ پر مرگیا اور وہ انّا ایک لہار کی بی بی تھی۔ آپ بچوں کے عاشق زار تھے

ف۱ تاریخ ابن ہشام صفحہ ۱۰۰۹ - اور تاریخ ابن الاثیر جلد ۲ صفحہ ۲۴۴ و ۲۴۵ - اور تاریخ ابو الفدا
صفحہ ۹۱ - اور تاریخ کاسن ڈی پرسول جلد ۳ صفحہ ۳۲۲ - اور حاشیہ ملاحظہ ہو ۱۲ مؤلف۔

راہ میں بچوں کا ... رخساروں پر دست شفقت پھیرتے تھے۔ آپ نے عمر بھر کبھی اپنے ہاتھ سے کسی کو نہیں مارا۔ جب آپ کسی سے کلام کرتے تھے تو سب سے بدتر کلمات جو آپ کی زبان مبارک سے نکلتے تھے یہ تھی کہ "اسکو کیا ہو گیا ہے خدا کرے اسکی پیشانی مٹی سے آلودہ ہو جائے"۔ کسی شخص نے عرض کیا کہ فلاں شخص پر لعنت کیجیے تو آپ نے فرمایا کہ "میں بندگان خدا پر لعنت کرنے کو نہیں مبعوث ہوا ہوں بلکہ رحم کرنے کو آیا ہوں۔"

"آپ بیماروں کی عیادت کو تشریف لیجاتے تھے اور جو جنازہ راہ میں ملتا تھا اوسکے مشایعت فرماتے تھے اور غلام کی دعوت بھی قبول کر لیتے تھے اور اپنے کپڑے اپنے ہاتھ سے سیتے تھے اور بکریوں کا دودھ خود دوہتے تھے اور سارا کام اپنا خود کرتے تھے۔ آپ نے اپنے ہاتھ کو دوسرے شخص کے ہاتھ سے کبھی پہلے نہیں کھینچا اور جبتک دوسرا شخص منھ نہ پھیر لیتا تھا آپ کبھی منھ نہ موڑتے تھے۔" دوسری حدیث میں وارد ہوا ہے کہ آپ سب سے زیادہ سخی اور سب سے زیادہ جری اور سب سے زیادہ صادق القول تھے۔ اور سب سے زیادہ متدین محافظ اون لوگوں کے تھے جو آپ کی زیر حفاظت تھے اور سب سے زیادہ خوش تقریر اور سحر بیان تھے۔ جو لوگ آپ کو دیکھتے تھے فوراً آپ کا احترام کرتے تھے اور جو لوگ آپ کے قریب آتے تھے آپ سے محبت کرنے لگتے تھے اور جو لوگ آپ کی کیفیت بیان کرتے تھے یہی کہتے تھے کہ ہمنے آپ کا مثل و نظیر نہ کبھی دیکھا ہے نہ دیکھیں گے۔ آپ اکثر ساکت رہتے تھے اور جب بات کرتے تھے تو قوت اور متانت کے ساتھ

۱؎ مشکات شریف کتاب ۲۴ باب ۴ جزو ۱۔ ملاحظہ ہو ۱۲۔ مؤلف۔

وجبروت اور لطافت و نفاست دیکھکر اون وحشیون کی آنکھین کھل گئین۔ علی الخصوص وہ تاثیرات جو مسلمانان اندلس کی صحبت سے قرب وجوار کے عیسائی ممالک پر ہوئین وہی اسکا باعث ہوئین کہ یورپ مین عورتون کے باب مین غیرت وحمیت پیدا ہوئی فرانسیس کے بڑے بڑے نامی وگرامی شاعر جنکی عاشقانہ غزلین اور ولولہ انگیز گیت رجز کے طور پر لڑائیون مین گائی جاتی تھے قرطبہ[1] اور غرناطہ اور ملاغہ کے شعرائے اسلام کے شاگرد تھے بلکہ پیٹرارک اور بوکیشیو شعرای اطالیہ نے اور ڈانٹو شاعر جرمنی نے اور چاسر ابو الشعراے انگلستان نے بھی شعرائے اسلام کے زلہ خواری اور خوشہ چینی کی ہے۔ مگر یورپ کی وحشی قومون کی درشت عادات اور وحشیانہ خیالات کی وجہ سے اہل یورپ کی غیرت وحمیت مین بھی ایک نوع کی خباثت آگئی[2]

---

[1] یہ تینون شہر ملک اسپین یعنے اندلس مین مدتہای مدید تک یورپ کی دار العلوم اور خلفای بنی امیہ کی تحت حکومت رہے ہین اور بڑے بڑے جلیل القدر حکما وعلما وشعراے اسلام یہان گذرے ہین جنکا فیض تمام ممالک عیسائیہ مین پہونچا اور جو اکثر اون علوم کے موجد ہوے جو علوم جدیدہ کی اصل وماخذ ہین۔ شہر قرطبہ مین ایک قدیم عمارت اسلامیہ الحمرا نامی کے آثار وعلامات ابتک باقی ہین ۱۲ مترجم

[2] عورتون کے مواجب وحقوق کے باب مین جو احکام شرع ہین اونکو مجالس الابرار مین دیکھیے ۱۲ ۔ مولف

حواشی متعلقہ باب ۱۴

حاشیہ ۱

شاید اس کتاب کے ناظرین انگریز اس بات سے واقف نہ ہون کہ ہندوستان مین علی الخصوص ممالک مغربی وشمالی مین تعدد ازدواج مسلمانون مین آن در کالمعدوم کا حکم رکھتا ہے۔ سو مسلمانون مین بھی بجائے ایک ہی زوجہ پر حصر کرتے ہین۔ رای جمہور عموماً دوسری زوجہ کرنے کی مانع ہوتی ہے۔ اور جو لوگ اپنے ہمچشمون کی رائے کی اس باب مین کچھ وقعت نہین کرتے اونکو یہ خیال کہ ایک دوسرے گھر کا بار اوٹھانا پڑیگا زوجہ ثانیہ کرنے سے مانع ہوتا ہے۔ جس عورت سے نکاح کرنا منظور ہوتا ہے اوسکے اعزا یہ تدبیر نہایت موثر کرتے ہین کہ عقد سے پہلے ہی یہ عہد لیتے ہین کہ اور کسی عورت سے کبھی عقد نہ کریگا۔ اور درصورت عہد شکنی کے وہ ایسا مبلغ خطیر دینے کا اقرار کرتا ہے جو اوسکے مقدور سے باہر ہوتا ہے۔ پس اس وجہ سے وہ دوسری بی بی ہرگز نہین کرسکتا۔

اشراف مسلمانان ہند کی بیبیون کو یورپ کی لیڈیون سے بھی زیادہ اختیارات حاصل ہوتے ہین۔ یورپ مین زوجہ

بالکل اپنے شوہر کے قابو مین ہوتی ہین اور اوسکی سب تلوّن مزاجیون کی اطاعت اوسکو کرنی پڑتی ہے مگر وہانتک جہانتک رای جمہور شوہر کو حد اعتدال سے تجاوز نکرنے دی اور زوجہ اپنے مال کی مالک نہین ہوتی - مگر مسلمانان ہند مین زوجہ بجاے خود فاعل مختار ہوتی ہے اور کوئی قانون اونکا ایسا نہین ہے جس سے زوجہ کا مال بعینہ شوہر کا مال ہوجاے یا اوسکے ساتھہ مخلوط ہوکر ایک جائداد واحد سمجھی جاے - الغرض مسلمانون مین زوجہ اپنے گھر کی مالک اور بادشاہ ہوتی ہے -

حاشیہ ۲ متعلقہ باب ۱۴

اناجیل اربعہ مین سے دو انجیلون مین تو اسکی کوئی وجہ نہین لکھی ہے کہ حضرت عیسیٰ نے اپنے اصحاب کو کیون یہ حکم دیا کہ "وے اپنی بیبیون کو علحدہ کردو" (جیسا مرقس کی انجیل باب ۱۰ - آیت ۱۱ - مین اور لوقا کی انجیل باب ۱۶ آیت ۱۸ - مین لکھا ہی) - اگر وہ احادیث جو ان دو انجیلون مین منقول ہین اون روایات سی زیادہ معتبر سمجھی جائین جو متی کے انجیل مین مروی ہین تو ہم یہ بحث کرتے ہین کہ گو حضرت عیسیٰ نے عمدہ عمدہ خیالات سکھائی اور اعلیٰ درجہ کے اصول اخلاق تعلیم کئے مگر ان الفاظ سے کہ "تم اپنی بیبیون کو دور کرو" اونکا مقصود یہ نہ تہا کہ انسے کوئی ایسا قانون مستنبط کیا جای جو قطعی اور غیر متغیر ہو بلکہ اونکی غرض یہ تہی کہ بیدینی اور فسق وفجور کا دریا جو جوش مار رہا ہی اوسمین کسیطرح خفت ہو - سلطان صاحب نے اپنے رسالہ ترویج مین لکھا ہی کہ حضرت عیسیٰ نے یہ گول گول جواب اسلئے دیا تہا کہ علماے یہود کے دو فرقے جو تھے جنکا نام شمعی اور حلیل تہا اونکو ترجیح نہو کہ ہمارے احکام کے خلاف اس شخص نے یہ حکم کیون دیا - گبن صاحب مورخ نے تاریخ زوال سلطنت روم کی جلد ۴ مین کیا عمدہ حاشیہ اوس یونانی لفظ کے معنی پر لکھا ہی جسکا ترجمہ انگریزی مین "زنا و غیر محصنہ" کیا گیا ہی وہ حاشیہ لائق ملاحظہ ہے ۱۲ - مؤلف

حاشیہ ۳ متعلقہ باب ۱۴

ایم سیڈلاٹ صاحب مورخ فرانسیسی نے بہی اوس شرط طلاق کو بیان کیا ہی جو اہل سنت کے نزدیک ضرور ہی یعنے طلاق دینے کے بعد عورت مرد کو ہم بستر ہونا جائز نہین ہے تا وقتیکہ عورت دوسرے سے نکاح کرکے اوس سے دوسرا طلاق نہ پاے یہ شرط بہت عمدہ ہی کہ اس سے طلاق کمتر وقوع مین آتا ہی - سر میور صاحب نے اپنی تذکرہ پیغمبر اسلام (جلد ۳ صفحہ ۳۰۶) مین شارع اسلام پر طعن کیا ہی کہ ایسی شرط کیون مقرر کردی - میور صاحب نی اس امر سے عمداً خواہ سہواً چشم پوشی کی ہے کہ عرب جیسی مغرور اور حاسد اور زود رنج قوم کے لئے ایسی شرط مقرر کردینا واجب تہا کہ یہ بھی ایک قید منجملہ اون قیود کے ہے جنسے زنان شوہر کا اختیار طلاق مقید و محدود ہوگیا ہی - بلکہ جس عربی مثل کو صاحب موصوف نے نقل کیا ہی اوسی سے اونکو معلوم ہوجانا چاہیئے تہا کہ وہ شخص کیسا ذلیل وخوار ہوجاتا تہا جو اپنی زوجہ پر ایسی مکروہ آزمایش کرتا تہا - مجھے اندیشہ ہی کہ سر ولیم میور صاحب نے پیغمبر اسلام کی عداوت سے یہ امر بہی فراموش کردیا ہی کہ اس شرط سے یہ مقصود تہا کہ اس سے بہی بدتر دستور جو یہود اور مشرکین عرب مین جاری تہا کہ زوجہ کو ذرا ذرا سی بات پر اور بیہودہ غصہ یا تلون مزاجی سے طلاق دیدیا کرتے تھے یہ دستور مقید و محدود ہوجاے - اس قید کی مصلحت یہ بہی تھی کہ عرب سے زیادہ کوئی نازک مزاج اور غیرت دار قوم روی زمین پر نہین ہے جب اس قید سے اونکی آبرو مین بٹہ لگیگا تو وہ خواہ مخواہ طلاق سے گریز و پرہیز کرینگے - سر سیل صاحب کا دیباچہ ترجمہ قرآن مجید صفحہ ۱۳۴

ملاحظہ ہو) سر ولیم میور صاحب یہ بھی دلیل کرتے ہین کہ علماے شیعہ کے نزدیک مطلقہ سے دوبارہ نکاح کرنا اسپر موقوف نہین ہے کہ وہ دوسرے شخص سے نکاح کر چکی ہو۔ (اسلام صاحب کی تاریخ فارسی جلد ۲ صفحہ ۱۲۰۔ اور سورۂ ملاحظہ ہو) مین اس مسئلہ مین شیعون سے اتفاق رائے کرتا ہون کہ جس آیت مین یہ لکھا ہے کہ جب عورتون کو طلاق دو اور اونکو نکالدینے کا زمانہ آجائے تو اونکو فیاضی سے اپنے پاس رہنے دیا اونکو فیاضی سے نکالدو مگر اونکو جبراً اپنے پاس نہ رکھو تاکہ اونپر ظلم ہو۔ اس آیت سے اسکی پیشتر کی آیت بالکل منسوخ ہوگئی ہے جسکے بموجب مطلقہ کو ایک شخص ثانی سے نکاح کرکے پھر اوس سے طلاق لینے کے بعد زوج اول سے دوبارہ عقد کرنا جائز ہے ۱۲۔ مؤلف

پندرھوان باب

بعض اعتبارات سے بردہ فروشی[1] بھی سب قومون مین جاری ہی مگر جب انسان کے خیالات مین تہذیب و ترقی ہوئی یہ رسم بھی خود بخود دفع ہوگیا۔

تعدد ازواج کیطرح بردہ فروشی بھی اون حالات سے خود بخود پیدا ہوگئی ہے جو تکمیل قوای نفسانی اور تکمیل قوای جسمانی کے بعد انسان کے نفس پر طاری ہوئی ہین مگر برخلاف تعدد ازواج کے بردہ فروشی مین ابتدا سے ایک باطنی ظلم و ناانصافی چلی آتی ہے۔ بنی آدم کے وجود کی ابتدائی زمانہ مین جب عقل بشری افراد بشر کے باہمی حقوق و فرائض کے ادراک سے قاصر تھی اوسوقت قوانین کو کل قوم کل قوم کے فوائد کے لحاظ سے نہ بناتے تھے۔ جب ضعفار کل افعال اقویار کے مرضی کے تابع اور اوسی پر موقوف ہوتے تھے اوس زمانہ مین وہ تفاوت تمدنی یا فرق جسمانی یا نفسانی جو خالق عالم نے افراد یا اصناف بشر مین پیدا کردیا ہی ہمیشہ بندہ گری اور بردہ فروشی کے پیرایہ مین ظاہر ہوتا تھا اور ایسا انتظام پیدا ہوجاتا تھا جس سے قوی ضعیف پر اور اعلی ادنی پر حکومت مطلقہ حاصل کرلیتا تھا جب ضعفار اقویار کی بالکل مطیع و منقاد ہوگئی تو اقویا اپنے خدام کی ہدایت کے لیئے قوانین بنانے کی تکلیف سے محفوظ رہے اور اوس آفت سے

[1] لفظ سلیوری جسکا ترجمہ بردہ فروشی کیا گیا ہی اوسکے معنی انگریزی مین بندہ گری یعنی لونڈی غلام بنانا بھی ہی۔ اس کتاب مین

بچلنے جو کسی اگلے زمانہ کے حکیم نے انسان کے سر ڈالی ہے کہ "اپنی عرق جبین سے تو نان جوین کھائیگا یہانتک کہ خاک کا پتلا پہر خاک مین ملجائیگا" جب اقویار کو کچھ محنت نہ کرنی پڑی تو اپنا سارا وقت فرصت اونہون نے عیش و عشرت مین گذارا۔ جیسا ایک مورخ جلیل الشان نے لکھا ہی کہ "وہ بندہ گری کی بنیاد صرف اس امر کی خواہش ہی کہ دوسرے شخص کے قوی جسمانی کو کام مین لاکر خود آرام و آسایش کرین۔ یہ لونڈی غلام بنانیکا دستور ابتداء خلقت انسان سے چلا آتا ہی" پس بردہ فروشی کی دستور کو وجود انسان کا ہمعصر سمجھنا چاہیئے۔ تواریخ سے اس دستور کے آثار و علامات ہر قوم مین پائے جاتے ہین جنکا حال صحیح صحیح معلوم ہوا ہی۔ یہ دستور سوسایٹی یعنے تمدن کے وحشیانہ حالت سے شروع ہوا تھا اور اوس زمانہ مین بھی یہ رسم جاری رہا جبکہ ترقی خیالات اور ترقی تہذیب و شائستگی سے اسکی کچھ ضرورت نہ باقی رہی تھی۔ زمانہ سلف مین یہود اور یونانی اور رومی اور جرمنی قومون کی بردہ فروشی سب قومون سے زیادہ مشہور و معروف تھی۔ ان سب قومون مین لونڈی غلام بنالینے کا دستور جاری تھا مگر مدارج شدت مختلف تھی۔

جبسے قوم یہود پیدا ہوئے اوسیوقت سے دو قسم کی بردہ فروشی اوس قوم مین جاری ہوگئی جب کسی جرم کے مواخذہ مین یا کسی قرضہ کی علت مین غلام بنا ڈالا جاتا تھا تو اوسکی حیثیت غیر قوم کے غلام سے بہتر ہوتی تھی شریعت موسوی کے بموجب اسرائیلی غلام چھہ برس غلامی کرنیکے بعد آزاد کر دیا جاتا تھا الا اینکہ وہ خود اپنے اس حق سے متمتع نہ ہو۔ مگر جب بنی اسرائیل بڑی بیرحمی سے جدال و قتال کرکے غیر قومون کے لوگون کو گرفتار کر لاتے تھے اور لونڈی غلام بنا ڈالتے یا اونکو فریب سے پکڑ لیتے تھے یا خرید لیتے تھے تو ایسے لونڈی غلام اس انتظام کے فوائد سے بالکل محروم رکھے جاتے تھے کیونکہ یہ انتظام نفسانیت و جنبہ داری سے اور غیر قومون سے احتراز کا خیال

۱ مسٹر ہنری مین صاحب کا مجموعہ قوانین سلف صفحہ ۱۰۴ ۔ ملاحظہ ہو ۱۲ ۔ مؤلف ۲ تورات سفر الاستثنا باب ۱۵ آیت ۱۲

کیا گیا تھا - ایسے لونڈی غلامون پر ہمیشہ بڑی بڑی جفائین ہوتی تھین اونسے کھیتی کرائی جاتی تھی یا گھر کا کام لیا جاتا تھا اور وہ نہایت ذلیل و حقیر سمجھے جاتے تھے اور اونکے ناخداترس آقا ہمیشہ اونسے بہت سخت مشقت لیا کرتے تھے -

حضرت عیسیٰؑ کے احکام جو عیسائیون کی روایات مین منقول ہین اونمین بہت کم عبارتین ایسی ہین جنسے بردہ فروشی کی کراہت مفہوم ہوتی ہو - البتہ حضرت مسیحؑ نے کچھ اس باب مین فرمایا ہے کہ غلامون کو اپنے آقاؤن کی نافرمانی نہ کرنی چاہیئے اور اونکے مالکون کو اونکی حق رسانی کرنی چاہیئے بلکہ برخلاف اسکے ان عبارات سے یہ ثابت ہوسکتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ اور اونکے حوارین کا یہ منشا نہ تھا کہ بردہ فروشی کو انسانیت کے خلاف جانکر اوسکی ممانعت کرین -

قدیم رومیون مین بردہ فروشی کا دستور ابتدا سے چلا آتا تھا اور ہر قسم کے غلامون کو خواہ رومی ہون خواہ اور کسی قوم کے اور خواہ لڑائی مین گرفتار کر لیئے گئے ہون خواہ خریدے گئے ہون اثاث البیت مین داخل سمجھتے تھے اور اونکے آقاؤن کو اونکو مار ڈالنے کا اختیار ہوتا تھا - مگر جب رومیون کے قوانین مین تدریجاً ترقی ہوتے ہوتے یہ نوبت پہونچی کہ قوانین الواح[۱] دوازدہ گانہ متروک ہوگئی اور ہیڈرین[۲] قیصر نے ایک وسیع اور عظیم مجموعہ قوانین کا بنایا اوسوقت غلامون کے حال مین کچھ اصلاح ہوئی - اور سزاے موت کا اختیار اور سنگین سزاؤن کا اختیار غلامون کے مالکون سے لے لیا گیا تاہم رومیون کی اصلاح یافتہ قانون کے بموجب بھی کوئی غلام اسکا مجاز نہ تھا کہ اپنے مالک یا مالکہ سے کوئی معاہدہ کرسکے -

پس قبل اسکے کہ حضرت عیسیٰؑ کے نصائح و احکام کی برکت سے دنیا مین سب بنی آدم سے برادرانہ سلوک کرنیکا مسئلہ جاری ہوا مگر افسوس ہے اس مسئلہ عظیم کو اونکے حوارین کچھ خاک بھی نہ سمجھے سلطنت قاہرہ رومۃ الکبریٰ کے آئین و قوانین متعلقہ بردہ فروشی کی تکمیل بمقابلہ اوس زمانے

[۱] یہ روم قدیم کے قوانین بارہ تختیون پر کندہ تھے جیسا سابق مین لکھا گیا ہے ۱۲ مترجم [۲] تواریخ ہیڈرین قیصر ملاحظہ طلب

طریقہ کہ جو ان مہذب و شائستہ قوموں میں جاری تھا جو رومیوں سے پیشتر گذری تھیں بخوبی ہو چکی تھے
جب سلطنت قاہرہ رومتہ الکبری میں دین مسیحی جاری ہوا تو اس دین کا اثر
بردہ فروشی پر صرف وہاں تک ہوا جہاں تک علماے دین یعنے پادری لوگ متعلق تھے
جب کوئی غلام رہبانیت اختیار کر لیتا تھا اور تین سال کے اندر اوسکا کوئی دعویدار نہوتا تھا
تو وہ آزاد ہو جاتا تھا[۵۱] - مگر عیسائی سلطنت میں بھی لوگوں کے گھروں میں لونڈی غلام
اونہی مختلف اقسام کے ہوتے تھے جتنے مشرکین کی عملداری میں ہوتے تھے - اوس مجموعہ قوانین
میں جو ایک عیسائی بادشاہ[۵۲] کے حکم سے تالیف ہوا تھا بردہ فروشی کو لکھا تھا کہ قانون[۵۳] قدرت
کے موافق ہے - اور اس مجموعۂ قوانین میں غلاموں کے زیادہ سے زیادہ قیمت اون پیشوں
کے موافق مقرر کی تھی جو پیشے اونسے کرانی منظور ہوتی تھی - لونڈی غلاموں میں باہم شادی
بیاہ کرنا جائز نہ تھا اور لونڈی یا غلام کا نکاح آزاد مرد یا عورت کے ساتھ کر دینا حرام مطلق تھا
اور نہایت شدید سزائیں اس جرم کے مقرر تھیں[۵۴] - اسکا نتیجہ ضروری و لابدی یہ ہوا کہ
خانگی پن بے تکلف ہونے لگا اور خود پادری لوگ حرام کاری[۵۵] کو جائز سمجھکر کرنے لگے -

پس سب سے زیادہ مہذب و معقول قوانین سلف کے موجب بھی بردہ فروشی کی یہ کیفیت تھی
جیسے بیان کیگئی - یہ قوانین تیرہ سے برس کی عقل و حکمت کے مظہر تھے اور جب درجۂ کمال
کے قریب پہونچے تو ایک نہایت جلیل القدر ناصح[۵۶] اور مصلح بنی آدم کے بعض احکام کی کچھ
خفیف سی فروع و جزئیات بھی اونمین شامل کر دیئے گئے -

۵۱ بشپ ملمین صاحب کی تاریخ دین مسیحی جلد ۱ صفحہ ۳۵۸ ملاحظہ ہو ۱۲ - مؤلف ۵۲ یعنی جسٹنین قیصر ۱۲
مؤلف ۵۳ انتخاب قوانین جسٹنین قیصر ملاحظہ ہو ۱۲ - مؤلف ۵۴ اس جرم کے متعدد سزاؤں میں سے ایک
سزا یہ تھی کہ اگر کوئی آزاد عورت کسی غلام سے نکاح کر لیتی تھی تو وہ عورت قتل کیجاتی تھی اور وہ غلام زندہ جلا دیا جاتا
تھا - بشپ ملمین صاحب تاریخ دین مسیحی جلد ۲ میں وہ باب ملاحظہ ہو جسمین بردہ فروشی کے جواز کے اقدار بارہ
شرح سے طول سے بیان کیے ہیں ۱۲ - مؤلف ۵۵ بشپ ملمین صاحب کی تاریخ دین مسیحی جلد ۲ صفحہ ۳۶۹ - اور
ڈاکٹر بنچ کے رسالہ میں حرام کاری کا بیان ملاحظہ ہو ۱۲ - مؤلف ۵۶ شاید اس سے حضرت عیسیٰ مراد ہیں ۱۲ - مترجم

جب سلطنت رومۃ الکبری کے زوال کے بعد مغرب اور شمال سے وحشی قومون نے آکر اوس سلطنت پر تسلط حاصل کیا اور نئی نئی ریاستین بنالین تو ان جدید ریاستون مین ایک نیا طریقہ رئیسون اور تعلقدارون کی غلامی کا جاری ہوا جو رومیون کو بھی نہ معلوم تھا۔ ان چھوٹی چھوٹی ریاستون کے ذرا ذرا سے رئیس جو مختلف حقوق اپنے ماتحتون اور رعایا پر رکھتے تھے اونھین حقوق سے اونکی شرارت اور بدکرداری اسقدر ظاہر ہے کہ نعوذ باللہ العظمۃ ان وحشی قومون کے قوانین مین بھی رومیون کے قوانین کیطرح غلامی کی حالت ایک معمولی حالت انسان کی قرار دیگئی تھی اور غلام کا کچھ تحفظ کیا گیا تھا تو صرف اس حیثیت سے کیا گیا تھا کہ وہ ایک ملکیت یا جائداد اپنے مالک کی تھی اور حاکم وقت کے سواے اوسکو مار ڈالنے کا اختیار صرف اوسکے آقا کو ہوتا تھا۔ پس اس سے ظاہر ہے کہ دین مسیحی بردہ فروشی کو موقوف کرنے سے یا اوسکی قباحت و اضرار کو کم کردینے سے بالکل قاصر رہا۔ خود کلیسا ے مسیحی مین غلام موجود تھے اور خود اہل کلیسا اس رسم قبیح کے جواز کے علانیہ قائل تھے۔ اسی دین کی برکت سے یورپ کی بڑے بڑے حکام ملکی نے بردہ فروشی کو جائز رکھا ہی بلکہ اسکو ایک مفید دستور بیان کیا ہی کہ یہ فقر و فلاکت اور سرقہ کا مانع ہوتا ہی۔[2]

شرع اسلام نے بردہ فروشی کے رسم قبیح پر بھی ایک وار کیا اور یہ وار ضرور چل جاتا اور جب وہ نسل گذر جاتی جس نسل مین یہ رسم رائج تھا تو یہ رسم بالکل نیست و نابود ہو جاتا اگر اسنے عرب کی قرب وجوار کے ملکون مین مضبوط جڑ نہ پکڑے ہوتی اور اگر انسان کا نفس خلقت سے شرارت اور کجروی کیطرف مائل نہوتا۔ احکام شرع شریف بردہ فروشی کے باب مین دو طرح سے لائق غور ہین۔ ایک حیثیت سے تو یہ ثابت ہوتا ہی کہ اسلام نے اس رسم کو بالکل موقوف

[1] ڈی جولیس مورخ فرانسیسی کی تاریخ اور اسٹیون صاحب کی شرح قوانین انگلستان جلد ۲۔ باب ۲۔ ملاحظہ ہو۔ مؤلف
[2] پوفنڈارف صاحب کا قانون قدرت واقوام جلد ۶۔ باب ۳ دفعہ ۱۰۔ اور کتاب الرکس ہیو گروشس لور پانچیس صاحب کی کتاب اسپیشل سرویم اور گروشس کی کتاب بیوبیل جلد ۱۔ باب ۲۔ دفعہ ۲۴۔ ملاحظہ ہو ۱۱۔ مؤلف۔

کردیا۔ دوسری حیثیت سے یہ معلوم ہوتا ہی کہ اس رسم سے ایسے شدید فرائض اور تکالیف متعلق کردئے کہ تدریجاً یہ خود بخود بالکل فنا ہو جاوے۔ یہ استدلال صحیح ہی کہ چونکہ کُل بیس برس کے عرصہ مین تمام قوانین وحدود و احکام اسلام شائع ہوئے تھے لہذا قیاس اسکا مقتضی ہے کہ اکثر رسوم جو قبل شیوع اسلام یعنے زمانۂ جاہلیت مین جاری تھے اور آخر کو موقوف کردیے گئے ابتدا مین اونکی اجازت بفحوای دیدی گئی تھی یا وہ صریحاً جائز رکھی گئی تھی۔[۵۱] چنانچہ بردہ فروشی کا حکم بھی انھین احکام مین داخل ہے۔ یہ رسم قبیح اوس قوم کی نہایت پوشیدہ تعلقات مین پیچیدہ ہوگیا تھا جس قوم مین آنحضرتؐ مبعوث ہوے تھے۔ اور اسکو فنا کردینا صرف حکیمانہ اور رحیمانہ قوانین کے ذریعہ سے ممکن تھا اسطرح ممکن نہ تھا کہ جتنے غلام اوسوقت موجود تھے وہ سب یکقلم آزاد کردیے جاتے کیونکہ یہ بات عقلاً اور اخلاقاً محال تھی۔ لہذا صدہا اوامر ونواہی اس باب مین اس غرض سے جاری کئے گئے کہ بردہ فروشی تدریجاً بالکل موقوف ہوجاوے۔ اگر اسکے خلاف حکمت عملی اختیار کی جاتی تو سلطنت اسلامیہ کہ صغیر السن تھی بالکل فنا ہو جاتی۔ شارع اسلام نے اپنے اصحاب کو متواتر ترغیب دی ہی کہ تمکو اوسی خدای پاک کی قسم ہے جسنے مجھے بنی آدم کی اصلاح حال کے لیے مبعوث برسالت کیا ہی غلامون کو آزاد کردو" کہ اس سے زیادہ کوئی فعل خدا کے نزدیک مقبول نہین ہے،، اور آپ نے یہ بھی فرمایا ہی کہ بعض معاصی کا کفارہ عتق رقبات یعنی غلامون کو آزاد کرنا ہی۔ اور یہ بھی حکم فرمایا ہی کہ غلام محنت کرکے جو اجرت حاصل کرے اوسکو دیکر اپنے تئین خرید سکتا ہی اور اگر کوئی کمبخت غلام بالفعل کوئی ذریعہ انتفاع کا نہ رکھتا ہو اور کسی اور خدمت کے ذریعہ سے اپنی آزادی کو خرید لینا چاہیے تو اس مضمون کا ایک اقرار نامہ[۵۲] لیکر وہ خدمت اوس سے چھوڑوا دیجاوے جو وہ اوسوقت کر رہا تھا۔ اور بعض حالات مین بلادست اندازی اپنے مالک کی بلکہ اوسکی مرضی کے خلاف بھی

[۵۱] تہذیب الاخلاق مطبوعہ ۱۵ رجب ۱۲۸۹ ہجری صفحہ ۱۱۸ ملاحظہ ہو ۱۲ مؤلف [۵۲] قرآن مجید سورہ ۲۴ آیت ۳۳ وغیرہ

غلام آزاد ہو سکتا تھا - اور جس عہد نامہ یا اقرار نامہ مین ذرا بھی شک و شبہ معلوم ہوتا تھا
او سمین غلام کے مطلب کے موافق تاویل کیجاتی تھی اور او لئے سا اقرار یا وعدہ جو مالک کر لیتا تھا
وہ بھی غلام کو آزاد کرنے کے لیے فرض سمجھا جاتا تھا - پس غلامون کو تدریجاً آزاد کر دینے کے باب مین
احکام شرع ایسے تھے - اون اخلاقی قواعد مین جو اوس زمانہ کے غلامون سے سلوک کرنے کے
باب مین مقرر کئے گئے تھے شارع اسلام نے آقا اور غلام کے باہمی فرائض و تکلیفات کو اوس طرح
نہین مقرر کیا ہی جس طرح اور ملل و ادیان مین ہی کہ صریحاً مالک کی جنبہ داری کیگئی ہے[۱] -
شارع اسلام اور سب شارعین کے بہ نسبت انسان کی طبیعت سے صحیح تر اور تمام تر واقفیت رکھتے
تھے - لہذا آپ کو معلوم ہوگیا کہ اون فرائض کو مقرر کرنا ایسا ضرور نہین ہے جو ضعفا کو
اقویا سے بجالانے چاہئین جیسا اون فرائض کو مقرر کر دینا لازم ہی جو اقویا کو ضعفا کی
نسبت ادا کرنی چاہئین - مالکون کو آپ نے منع کر دیا کہ اوس سے زیادہ اپنے غلامون سے
کام نہ لیا کرین جتنا مناسب اور قرین انصاف ہو - اور اونکو حکم فرمایا کہ اپنی لونڈی اور غلام
کو عبد یا امۃ یا جاریہ کے لفظ سے نہ پکارا کرو کہ اس سے اونکی توہین ہوتی ہے بلکہ اس شفقت آمیز
نام سے پکارا کرو یا عبد اللہ یا امۃ اللہ - اور یہ بھی حکم فرمایا کہ سب غلامون کو وہی کپڑا پہنایا
جای اور وہی کہانا کھلایا جاے جو اونکے مالک کھاتے اور پہنتے ہون - علاوہ اس سب کے
آنحضرت نے فرمایا کہ مائین اپنے بچون سے نہ چھڑائی جائین نہ بھائی بھائی سے چھڑایا جای نہ
باپ بیٹے سے اور نہ ایک عزیز دوسرے عزیز سے جدا کیا جاے - اخبار محمڈن سوشل ریفارمر
(مصلح تمدن اہل اسلام) مین ایک لائق و فائق شخص نے یہ مضمون لکھا ہی کہ قرآن مجید
کے الفاظ بردہ فروشی کے باب مین فقط اوس زمانہ کی لونڈی اور غلام بنانے سے متعلق ہین

[۱] اسکا ثبوت ... اول حوار یین ... باب ۳ آیت ۲۲ ... اور باب ۶ آیت ۱ ... ملاحظہ ہو ... مولف ... اور ... پیش ... کرنا کچھ ضرور نہین ہے کیونکہ یہ موافق و مخالف سب کے نزدیک مسلم ہین - لیکن اگر ناظرین کو اسناد دیکھنے کا شوق ہو ... اور صحیح بخاری اور بحار الانوار ملاحظہ کرین - بحار الانوار مین بہت ... [illegible]

زمانہ آیندہ سے کچھ تعلق نہین رکھتی ہین۔ ہم آیمین کچھ بحث نہین کرتے بلکہ اپنا اعتقاد بیان کرتے ہین کہ ہمکو یقین واثق ہے کہ احکام مصرحۂ بالا سے اور جس لفظ سے غلام اور غلامی کو تعبیر فرمایا ہے اوس لفظ کے معنی سے بھی بخوبی ثابت ہوتا ہی کہ خود شارع اسلام اس رسم کو چند روزہ سمجھتے تھی اور خوب جانتے تھے کہ جب خیالات مین ترقی ہوگی اور زمانہ کے حالات بدل جائینگے تو یہ رسم بالکل موقوف و معدوم ہوجایگا۔ قرآن مجید مین ہر مقام پر عبید و اماء کو ان کلمات سے تعبیر کیا ہی اَوْمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ یعنی وہ چیز جسپر تمہارا دہنا ہاتھ قابض ہو یا وہ چیز جو تمہارے قبضہ مین آگئی ہو۔ ہم اون نتایج سے تعرض نہین کرتے جو ان کلمات کے معانی مین ادنے تاویل کرنے سے پیدا ہونگے۔ ہماری ذاتی رائے یہ ہی کہ غلامون کی یہ تعریف جو کی ہے کہ وہ لوگ جنپر تمہارے دہنے ہاتھ قابض ہون یا جنکو تمنے گرفتار کرلیا ہو اس سے یہ مراد ہی کہ لونڈیون اور غلامون کے حاصل کرنے کے ذریعہ کو بالکل محدود و مقید کردیا ہی۔ یعنے صرف ایک طور سے اونکو حاصل کرنا جائز تھا کہ جب جہاد راہ خدا مین اونکو مسلمان گرفتار کرلیتے تھے۔ سب وحشی قومون مین دستور ہوتا ہی کہ اسیرون کو خودغرضی سے رہا کردیتے ہین یعنے اسلیے کہ اونکی فروخت سے یا اونکے محنت و مشقت سے خاص اوس شخص کے جسنے اونکو گرفتار کیا ہی یا کل قوم کے مال و دولت مین افزونی ہو۔ جیسا اگلے زمانہ کی اور قومون کا دستور تھا اوسیطرح زمانۂ جاہلیت مین عرب کا دستور تھا کہ طمع مال سے اسیرون کی جان بخشی کرتے تھے آنحضرتؐ نے یہ رسم اپنی قوم مین رائج پایا۔ بعوض اسکے کہ آپؐ کوئی عقلی مسئلہ گھڑتے یا کوئی حکم مبہم و متشابہ اس باب مین صادر فرماتے آپؐ نے احکام قطعی اپنی امت کی ہدایت کے لیئے مقرر کردیے اور یہ حکم دیدیا کہ صرف وہی لوگ لونڈی اور غلام بنائے جائین جو جہاد مین گرفتار کیئے گئے ہون اور اوس وقت تک

سلہ لیشیلین صاحب کی تاریخ ذین جی جلد ۲ صفحہ ۳۰۷۔ ملاحظہ ہو۔ زمانۂ سلف مین بعضین قیدی کو غلام بنالینے کے حق کو اوسکو مار ڈالنے کے حق پر مبنی سمجھتے تھے۔ اکثر متاخرین کا بھی یہی قول ہی۔ مانٹسکیو پہلا وہ فقیہ ہی جسنے قیدیون کو مار ڈالنے کی اس موہوم حق کا انکار کیا ہی الا اوسکہ ضرورت شدیدہ یا حفاظت نفس اس فعل کے داعی ہو۔ ایک مقنن نے اسکا بھی انکار کیا ہی کیونکہ وہ کلیا

لونڈی یا غلام رہین جبتک دیت دیکر رہا کرا لیے جامین یا قیدی خواہ مرد ہو خواہ عورت
کچھ مزد حاصل کرے اور اوسکو دیکر اپنے تئین آزاد کرالے - لکن جب یہ عیب و مسائل نہ بہم
پہونچتے تھے تو مسلمانون کے رحم اور خدا پرستی سے استغاثہ کیا جاتا تھا اور ہر طرح یہ تھا کہ ایک
پر بہت شدید تکالیف اور ذمہ داریان غلام کی بابت مقرر کردیگئی تھین ان دونون
باتون کا نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ غلام آزاد کردیے جاتے تھے - بردہ فروشی یعنے لونڈی غلام کے بیع
وشرا ممالک عیسائی مین جائز رکھے گئے تھے اور یہود مین بھی مقدس و مشروع سمجھے جاتے تھے
مگر شرع اسلام مین مکروہ و مذموم کردی گئی - بردہ فروشی کو انسانیت سے خارج کردیا ہے
یا ملعون لکھا ہے[1] عتق رقبات یعنی بردہ کو آزاد کرنا سنت موکدہ اور باعث ثواب عظیم واجر
جزیل لکھا ہے - اور یہ بھی بہ تاکید اکید لکھا ہے کہ مسلم اور مسلمہ غلام اور لونڈی کبھی نہ بنائے جائین
اکثر مسلمانون پر جو اپنے تئین سنت سنیہ کا پیرو کہتے ہین یہ دھبہ قیامت تک باقی رہیگا کہ
اپنے پیغمبر کے ظاہر احکام پر تو عمل کرتے ہین یا عمل کرنیکی کوشش کرتے ہین مگر بواطن احکام
سے بالکل چشم پوشی کرتے ہین اور بردہ فروشی اور غلامی کو جائز رکھکر صریحًا احکام نبی کی خلاف
کرتے ہین بنصوص قرآنی کے بموجب لونڈی اور غلام رکھنا اس شرط سے مشروط تھا کہ راہ خدا
مین اور حفاظت نفس کے لیے مشرکین وکفار سے بہ نیت خالص جہاد کیا جاے اوسمین جو
کفار گرفتار کیے جائین وہ بھی اس شرط سے غلام بنائے جائین کہ اونکی حفاظت و حرمت
کامل کیجاے - جب وہ جہاد کی حالت نہ باقی رہے جسمین مسلمان ابتدا مین قرب وجوار کی
اقوام اور قبائل کی عداوت کیوجہ سے مبتلا ہوگئے تھے تو بردہ فروشی اور بندہ گری خود بخود
اسطرح سے موقوف ہوجاتی کہ آیندہ لونڈی غلام نہ بنائے جاتے اور جو اوس وقت غلامی کی
حالت مین تھے وہ آزاد کردیے جاتے مگر ایسا نہین ہوا بلکہ یہود و نصاری کیطرح اہل اسلام نے
بھی بردہ فروشی کو جائز رکھا اور اسقدر اجتک جائز ہی - اسکی وجہ یا تو یہ ہوئی کہ مسلمانون نے ایشیا

[1] اس مضمون کی ایک حدیث حضرت امام جعفر صادق ع سے بحار الانوار مین منقول ہے ۱۲ - مؤلف

اور یورپ کی بد اخلاق قوموں سے مراسم رہے اور شمال کے وحشی قوموں سے تعلقات رہے جنمیں بردہ فروشی کا رسم جاری تھا یا غالباً اسکا سبب یہ ہوا کہ ابھی وہ وقت نہین آیا ہی کہ ان مفید قوانین واحکام کے پورے نتائج پیدا ہوں۔ اگر وحشی ترکمان بندگان خدا کو پکڑ پکڑ کر لونڈی غلام بنا ڈالتے ہین تو اونکو بھی ویسا ہی مسلمان سمجھنا چاہئیے جیسا امریکای جنوبی مین ایک وحشی قوم جسکا نام گوا گو ہے یہی فعل ناپسندیدہ کرتی ہے اور پھر عیسائی کہلاتی ہے۔ تعدد ازواج کی رسم کیطرح بردہ فروشی کا دستور بھی تمام عالم مین انسان کی ترقی کی کسی نہ کسی درجہ مین ضرور جاری رہا ہے اور اقل مراتب اون قوموں مین جو مہذب و شائستہ ہونیکی مدعی ہین یہ دستور اون ضرورتون کے رفع ہوجانیکے بعد بھی جاری رہا ہے جن ضرورتون سے یہ کسی زمانہ مین جائز کردیا گیا تھا لکن آیندہ ضرور موقوف ہوجائیگا۔ دیر آید درست آید۔ پس معلوم ہوا کہ اسلام نے بردہ فروشی کو مقدس و متبرک رسم نہین بنادیا ہے جیسا لوگون نے غلطی سے گمان کیا ہی بلکہ اسلام نے اس رسم کو قطعاً موقوف و مسدود کردینے کا تدارک یہ کیا ہی کہ غلام بنانے کے ذرائع و اسباب کو بالکل محدود کردیا ہی۔ اس اہم مسئلہ مین اسلام نے کچھ تلون و تزلزل نہین ظاہر کیا ہی۔ اسلام نے نہایت تاکید اکید سے اس امر کا اعلان کیا ہی کہ سب بنی آدم بالطبع مساوی ہین مگر انجام کار کا خیال کرکے سب مردون اور عورتون کو قید غلامی سے دفعتہً آزاد نہین کردیا کیونکہ اس سے اوس زمانہ مین بڑی بڑی خرابیاں پیدا ہوتین جبکہ انسان ایسے عظیم الشان عقلی اور اخلاقی آزادی حاصل کرنے کی قابلیت و استعداد نہ رکھتا تھا۔ اب وہ زمانہ آگیا ہی کہ سب بنی آدم کو لازم ہی کہ باآواز بلند کہیں کہ غلامی کا رسم چاہیے وہ کسی پیرایہ مین ہو اور کسی لفظ سے تعبیر کیا جای قطعاً موقوف کردیا جاے۔ علی الخصوص مسلمانون کو اپنے پیغمبر کی عزت کا خیال کرکے یہ کوشش کرنی واجب ہے کہ اس سیاہی کو صفحہ تاریخ سے بالکل دھوڈالین کہ یہ سیاہی کبھی نہ لگتی اگر وہ اپنے پیغمبر کے احکام

کرتے تھے اور آپ نے فقرا کو کوئی کبھی نہ بھولتا تھا ،، ...

اور نفس کشی اور جود و سخا آپ کی محاسن اخلاق مین داخل تھے اور یہ اوصاف

سب کے دل کو آپ پر فریفتہ کر لیتے تھے۔ ماتم داروں اور غمزدوں کے ساتھ

نہایت شفقت و ہمدردی فرماتے تھے اور گرانی غلہ کے زمانہ مین بھی آپ اوروں

کو اپنے کھانے مین شریک کر لیتے تھے۔ اور ہر شخص کی راحت و آرام کا آپ کو بہت

خیال رہتا تھا۔ آپ غربا و مساکین سے اُنس رکھتے تھے اور اونکی عزت کرتے تھے

اکثر وہ لوگ جو گھر بار نہ رکھتے تھے شب کو آکر اوس مسجد مین سوتے تھے جو آپ کے

بیت الشرف کی متصل تھے۔ آپ کا دستور تھا کہ ہر روز شام کو آپ اونمین سے

بعض غربا کو طلب فرما کر اپنے نان جوین مین شریک کر لیتے تھے۔ اور باقیماندہ

غربا صحابۂ کرام کے مہمان ہوتے تھے جو آپ کے جانی دشمن تھے اونکی ساتھ بھی

آپ رفق و مدارا فرماتے تھے۔ البتہ جو لوگ سلطنت اسلام کے دشمن تھے اونپر

آپ سخت گیری کرتے تھے مگر کیا کیا ذلتین اور اہانتین اور ظلم و ستم آپ پر ہوے

اور کیسی کیسی سخت آزمائشین آپ کی ہوئین جب ادبار رفع ہوا اور اقبال کا زمانہ

آیا تو اون سب شدائد اور ظلمون کو آپ نے اپنے دل سے بھلا دیا اور سب سے بدتر

مجرم کے جرم کو بھی معاف کر دیا۔ ،،

۵۱ یہ احادیث ہمنے ڈوش صاحب کے رسالہ سے جو اونھون نے اسلام پر لکھا ہے اور جو اخبار کوارٹرلی ریویو
مین چھپ گیا ہے نقل کئے ہین اور اسوجہ سے نقل کیے ہین کہ ان احادیث کو مصنف مذکور نے نہایت فصیح و بلیغ
عبارت مین لکھا ہے اور یہ بھی ہمکو بیان کرنا منظور تھا کہ اس مورخ کی رائے آنحضرت کی باب مین کیا ہے کہ یہ
اعاظم و اجلائے محققین یورپ سے ہے۔ ان احادیث کی تصدیق بھی ہمنے کر لی ہے اور جن کتابون سے نقل
کیے گئے ہین اونکا حوالہ بھی جا بجا دیدیا ہے۔ تاریخ ابو الفدا صفحہ ۹۴ بھی ملاحظہ ہو ۱۲ مولف ۵۲ سر ولیم میور
کا تذکرہ پیغمبر اسلام جلد ۴ صفحہ ۳۰۵ ملاحظہ ہو ۱۲ مولف ۵۳ تاریخ ابو الفدا صفحہ ۴۲ اور تاریخ کاسن ...
پرسوال جلد ۳ صفحہ ۳۳۴ ملاحظہ ہو ۱۲ مولف ۵۴ میور صاحب کا تذکرہ پیغمبر اسلام جلد ۴ صفحہ ۴۰۰–۴۱۰

آپؐ کے عادات مین غایت درجہ سادگی تھی۔ آپؐ کی ماکول و مشروب اور لباس اور اثاث البیت مین مرتے دم تک وہ سادگی رہی جو اولیاء و انبیاء اور خاصان خدا کا شعار تھا۔ ابو ہریرہ سے روایت ہی کہ رسول اللہ اکثر اوقات بے طعام رہتے تھے اور چند دانہ خرما اور ایک کاسئہ آب پر قناعت فرماتے تھے۔ آپؐ کی معاش ایسی قلیل تھی کہ مہینون گھر مین آگ نہ سلگتی تھی۔ چنانچہ مورخین اسلام کا قول ہے کہ خداوند عالم نے تمام خزائن دنیا کی کنجیان آپؐ کو عنایت کین مگر آپؐ نے اونکو نہ قبول کیا

گیارھوان باب

اصول اوّلیہ دین اسلام کو کماحقہ سمجھنا اسپر موقوف ہی کہ لفظ اسلام کے معنی حقیقی بیان کیئے جائین۔ کیونکہ علم دین جس چیز کا نام ہی اوسکے اہم مسائل اسی لفظ پر موقوف و مبنی ہین۔ پس واضح ہو کہ اسلام سَلم سے مشتق ہے اور سَلم کے پہلے معنے لغوی بے فکر ہونا۔ چین سے رہنا۔ اپنا فرض ادا کر دینا۔ صلح کامل کی حالت مین رہنا ہے اور دوسرے معنی یہ ہین کہ اپنے تئین اوسکے سپرد کر دینا جسکے ساتھ صلح ہوئی ہے۔ اس سے جو اسم نکلا ہے اوسکے معنے صلح۔ خوشخبری۔ سلامتی۔ نجات[۱] ہین۔ اور اس لفظ کے معنی اصطلاحی خدا کی مرضی پر بالکل چھوڑ دینا ہی اور لفظ مسلم سی اصطلاحاً وہ شخص مراد ہے جو اپنی ذاتی قوت سے حق کا جویا اور طالب ہو۔

اصول اولیۂ اسلام کا محصل اور لب لباب سورۂ بقر کے ابتدائی آیات مین موجود ہی[۲]
ذٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ وَالَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِمَا أُنزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنزِلَ مِن قَبْلِكَ وَبِالْآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ أُولَٰئِكَ عَلَىٰ هُدًى مِّن رَّبِّهِمْ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

[۱] قاموس دیکھیے ۱۲۔ مؤلف [۲] قرآن مجید سورہ بقر آیت ۱ - ۶ - ۱۲ مؤلف

"اس کتاب مین کچھ شک نہین ہے - ہدایت ہی واسطے پرہیزگارون کے جو بے دیکھے چیز کا یقین کرتے ہین اور نماز پڑھتے ہین اور خیرات دیتے ہین اوس چیز سے جو ہمنے اونکو بخشی ہے - اور وہ لوگ جو ایمان لائے ہین اوس چیز پر جو تجھپر نازل کی گئی ہے اور اوس چیز پر جو تیرے پیشتر نازل کیگئی تھی اور جو روز قیامت کا یقین کرتے ہین تحقیق کہ وہ رستگار ہین" - پس تمام سلسلۂ قوانین اسلامیہ ان اصول ضروریہ پر مبنی ہے -

(۱) اعتقاد کرنا توحید باری تعالے کا اور اوسکی مجرد عن المادہ اور قوی و قادر اور رحمن و رحیم اور رزاق ہونے کا -

(۲) بندگان خدا سے نیکی کرنا اور برادرانہ برتاؤ رکھنا -

(۳) نفس امارہ یعنے خواہشہای نفسانی کو مغلوب رکھنا -

(۴) خداوند عالم کے نعمات متکاثرہ کا شکر بخضوع و خشوع بجالانا -

(۵) اپنے اعمال و افعال کا عاقبت مین ذمہ دار اور جوابدہ ہونا -

قرآن مجید مین خداوند عالم کی قدرت اور لطف کے مضامین لطیف و عالی کو کس خوبی سے بیان کیا ہے جسکا عدیل و نظیر نہین ہے - سب سے زیادہ فصیح و بلیغ اور ولولہ انگیز وہ آیات ہین جنمین توحید باری تعالے اور جسم و جسمانیت سے اوسکا بری ہونا اور احکم الحاکمین اور ارحم الراحمین ہونا بیان کیا گیا ہے یہ آیات روحانیت و حقانیت اور لوازم عرفان سے مملو و مشحون ہین - مگر انمین ادلۂ حکمیہ و منطقیہ کا کہین نام و نشان بھی نہین ہے بلکہ فقط حس قلبی اور ادراک باطنی اور وجدان سلیم کا حوالہ دیا ہے -

اس مقام پر اون مختلف مذاہب وادیان کی کیفیت مختصر بیان کرنا جو اوس

زمانہ مین عرب مین رائج تھے فائدہ سے خالی نہوگا تاکہ بخوبی واضح ولائح ہوجاے کہ پیغمبر اسلام نے جو کچھ حقیقت اور صفات باری تعالے کے باب مین فرمایا ہے اوسمین اور دیگر بانیان مذاہب کے اقوال مین کیا فرق ہے۔

پس واضح ہو کہ مشرکین عرب مین الوہیت کا اعتقاد ہر شخص یا ہر قبیلہ کی تہذیب وشائستگی کے اعتبار سے مختلف تھا۔ بعض لوگ عجائب مخلوقات کو خدا جانتے تھے اور بعض نرے بُت پرست ہی تھے لیعنے آٹے اور لکڑی اور پتھر کے پتلون کی پرستش کرتے تھے۔ بعض آخرت کا اعتقاد رکھتے تھے اور بعض یہ بھی جانتے تھے کہ عقبیٰ کیا چیز ہے۔ اہل شام اور اہل فینیشیہ کیطرح مشرکین عرب بھی درختون کو پوجتے تھے اور درختون سے اخبار غیب پوچھتے تھے اور اونکے بتخانون کے خدام عورتین ہوتی تھین۔ فحش آمیز پرستش بھی اونمین رائج تھی (جیسا بعض ہنود مہادیو کا لنگ پوجتے ہین) اور اجرام فلکیہ کیطرح قوائے طبعیہ کی تصویرین بھی پتھر اور لکڑی کی بنا بناکر اونکو پوجتے تھے۔ مگر اوس زمانہ مین بھی اعراب صحرائی کو کچھ خیال اسکا رہتا تھا کہ ایک دست غیب اون طوفانہاے عظیم کو ہنکاتا ہے جو بڑے بڑے وسیع قطعات زمین کو بہالیجاتے ہین یا کوئی دست غیب اون اغوال بیابانی کو بناتا ہے جو صحرا مین مسافرون کو بہکاکر ہلاک کرتے ہین۔ مگر ان سب چیزون سے بہتر وبرتر وہ ایک خدا کو جانتے تھے اور اوسکو ربّ العالمین سمجھتے تھے گو اونکا یہ اعتقاد نہایت مبہم اور ضعیف تھا[لہ]

غالباً اس اعتقاد مین مشرکین کے معین یہود ہوے ہون کیونکہ عموماً مورخین کے نزدیک توحید کا اعتقاد اگر باقی رہا تھا تو یہود مین باقی رہگیا تھا۔ مگر یہود کے

لہ شہرستانی کے ملل ونحل اور تاریخ کاسن ڈی پرسول صفحہ ۲۴۹-۳ ملاحظہ ہو ۱۲۔ مؤلف

افعال سے خود ثابت ہوگیا کہ کیا انقلاب عظیم اوس قوم کے خیالات مین واقع ہوتا ہے جسکے عقائد مذہبی مین عقل اور نقل دونو کو دخل نہین ہوتا۔ یہود متواتر انقلابات کی وجہ سے باوقات مختلفہ عرب مین چلے آئے تھے۔ ظاہر ہے کہ جب مختلف گروہ یہود کے جلاوطن گوارا کرکے عرب مین آکر غنیمت گزین ہوسے اور اوس ملک مین بستیان بسائین تو اونکے خیالات مین بھی اختلاف عظیم ہوگا۔ اور جن[۵۱] لوگون کو اہل بابل نے مار کر نکال دیا تھا اونکا اعتقادات مین باری تعالے کا بشکل انسان مجسم ہونا یا خواہشہای نفسانی بشری رکھنا زیادہ تر دخل ہوگا بہ نسبت اون لوگون کے خیالات کے جنکو وسپیشین[۵۲] یا ٹرجن یا ہیڈرین قیصران روم نے بھگا دیا تھا۔ بنی اسرائیل کے خواص طبیعی کچھ ایسے تھے کہ جس زمانہ مین انبیاء و مرسلین اونکے تنبیہ و تادیب کو موجود تھے اور جب وہ اپنے وطن اصلی[۵۳] مین تھے تب بھی وہ کئی بار مرتد ہوگئے تھے اور بت پرستی اختیار کی تھی پس ایسے لوگون سے کیونکر توقع ہوسکتی ہے کہ مشرکین عرب کی بت پرستی نے اونپر اثر نہ کیا ہوگا۔ البتہ ابراہیم کے خدا کا اعتقاد وہ رکھتے تھے مگر اوس خدا مین ایک قسم کی مادیت بھی شریک کردی تھی۔ اسکی دلیل یہ ہے کہ اونھون نے ایک تصویر حجری حضرت ابراہیم کی اور قربانی کے دنبہ کے بناکر عین کعبہ[۵۴] مین رکھے تھے۔

سب کے بعد جو یہود عرب مین آکر بسے اونمین فرقہ شمعی کے لوگ بکثرت تھے ان لوگون نے شریعت موسوی کی پابندی کو بت پرستی کی حدتک پہونچا دیا تھا اور اونکے

[۵۱] یعنے یہود ۱۲۔ مترجم [۵۲] یہ تینون قیصر رومۃ الکبرے کے بادشاہ تھے اور بت پرست تھے اور عیسائیون پر انھون نے بڑے بڑے ظلم کیے اور بڑی بڑی اذیتین پہونچائین جسکی کیفیت دیکھنے سے عبرت ہوتی ہے ۱۲۔ مترجم [۵۳] یعنی یہودیہ یا کنعان یا فلسطین ۱۲۔ مترجم [۵۴] مولوی سید احمد خان صاحب الخطبات الاحمدیہ علی العرب والسیرۃ المحمدیہ خطبہ ۳ صفحہ ۱۱ ملاحظہ ہو۔ مؤلف

احبار اور رہبانین گویا الوہیت کا دعویٰ کرنے لگے تھے۔ ان علماے یہود کو یہ یقین تھا کہ اولیاء امت اور حافظ توراۃ و احادیث موسوی ہمین ہین۔ اور حضرت موسیٰ کی امت مین ائینہ شریعت نما ہمین ہین اور ہمارا ہی طرز معاشرت شریعت موسوی کے بالکل موافق ہے[۵۱]۔ اور اس امت کی جان وروح اور مایہ وبساط ہمین ہین اور عوام کے زعم ناقص مین بڑے خدارسیدہ اور غیب دان تھے[۵۲] فی الواقع یہ علماء یہود اپنے تئین مقربان خدا اور خاصان کبریا سمجھتے تھے اور اونکے پیروان خاص بھی اونکو ایسا ہی جانتے تھے[۵۳]۔ چنانچہ یوسفس مورخ یہود لکھتا ہے کہ یہودی حضرت موسیٰ کا احترام اسقدر کرتے ہین کہ خدا کے بعد بس اونھین کو مانتے ہین۔ مگر بادشاہان کیانی کے عہد سلطنت مین یہ احترام اونھون نے حضرت موسیٰ سے سلب کر کے عزرا نبی کیطرف منتقل کر دیا اور اونکو اپنی قوم کا مصلح اور شریعت موسوی کا محیی یعنے زندہ کرنے والا سمجھنے لگے[۵۴]۔

قطع نظر اسکے عوام یہود نے غالباً طرافیم کی عبادت کبھی نہین ترک کی اور طرافیم ایک قسم کا دیوتا بہ شکل انسان تھا جس سے وہ تمام اوقات مین تفاول اور استخارہ کرتے تھے اور جبکو شاید وہ اپنا حافظ ونگہبان بھی سمجھتے تھے[۵۵]۔ اس دیوتا کی پرستش مشرکین عرب کی مخالفت سے اور زیادہ مضبوط ہو گئے تھے

مگر عیسائیون کا ہادی ورہنما اس سے بہتر وبرتر تھا۔ نبی ناصری کے احکام وہدایات اونکے پاس موجود تھے۔ پس چاہئے تھا کہ اونکا اعتقاد بارئ تعالے

---

[۵۱] قرآن مجید مین اسی کی طرف اشارہ ہے اتخذوا احبارهم ورهبانهم اربابا من دون الله۔ مترجم
[۵۲] ڈاکٹر النجر صاحب کی تاریخ مشرکین ویہود جلد ۲ صفحہ ۳۰۸ ملاحظہ ہو ۱۲ مؤلف [۵۳] یوسفس کی تاریخ یہود جلد ۱۷ صفحہ ۲۴ ملاحظہ ہو۔ مؤلف [۵۴] صحیفہ عزرا باب ۷۔ آیت ۱۰۔ ملاحظہ ہو ۱۲ مؤلف
[۵۵] ... القضات باب ۱۸ آیت ۱۴ ملاحظہ ہو ۱۲ مؤلف۔

کے باب مین خالص اور پاک و پاکیزہ ہوتا - لکن حضرت عیسیٰؑ کو چھ سے برس
گذر چکے تھے اور اس عرصہ مین ایسے ایسے افسانے اور حکایات گڑھ لیئے گئے
جو خود حضرت مسیح ؑ کے کلام کی مخالف تھے اور جنسے وہ حضرت نہ صرف مظہر
کبریا بلکہ شریک الوہیت و کبریائی قرار دیے گئے - اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ عوام
کا الانعام نے جب فیثاغورث اور افلاطون اور دیگر فلاسفہ یونان اور علماء
یہود کے اقوال کو حضرت عیسیٰؑ کے احکام کے ساتھ مخلوط دیکھا اور اس عجیب غریب
مسئلہ تثلیث کی فہم و ادراک سے قاصر ہوے تو اونھون نے حضرت مسیح اور حواریین
کے تبرکات کی پرستش شروع کردی اور مادر عیسیٰؑ کی تصویر[له] کو گوٹے کے کپڑے پہنا کر
پوجنے لگے - مگر صرف نصاریٰ عرب ہی کی عقل اس تثلیث مین خبط نہین ہو گئی تھی
بلکہ جب قسطنطین قیصر کے عہد مین سر آمد علماے نصاریٰ کی مجلس مقام نیس پر منعقد
ہوئی اور مسئلہ تثلیث مین کئی روز تک نہایت شدید و غلیظ مباحثہ و مطارحہ رہا
اور حضرت عیسیٰؑ کی ماہیت مشخص و متعین کردیگئی تو بعض حضرات پادریین او سوقت
ایسے بھی تھے جنکی یہ راے قرار پائی کہ خدا کے علاوہ جو باپ ہی اور دو خدا بھی ہین
یعنی مسیح ؑ اور مریم[عه] -

[له] فرقہ کالرڈین حضرت مریم کو خدا کا قائم مقام گردانکر اونکی پرستش کرنے لگے اور ایک قسم کی شیرمال اونپر نذر چڑہاتے تھے - سیل صاحب کی تمہید ترجمہ قرآن مجید صفحہ ۳۵ - اور گبن صاحب کی تاریخ جلد ۱ - صفحہ ۲ - ۴ ملاحظہ ہو ۱۲ مؤلف

[عه] موشیم صاحب کی تاریخ دین مسیحی جلد ۱ - صفحہ ۴۳۲ مین لکھا ہی کہ فرقہ رومن کیتھولک یعنی نصاریٰ قدیم اب تک مادر عیسیٰ کو متمم ماہیت تثلیث سمجھتے ہین - اور ہالیم صاحب کی تاریخ انگلستان باب ۲ صفحہ ۵۷ بھی ملاحظہ ہو - متن کی عبارت سے ظاہر ہے کہ علماء نصاریٰ کا یہ قول کچھ بھی سچا ہی کہ اسلام مین جتنی باتین اچھی ہین وہ سب یہود و نصاریٰ کے مذہب سے اخذ کرلی ہین - چنانچہ ڈوشیج صاحب مورخ فرماتے ہین کہ اب یہ دستور ہوگیا ہی کہ جو باتین اسلام مین اچھی ہین اوسکو دین مسیحی کیطرف منسوب کردیتے ہین - مگر ہمارے نزدیک یہ قول متعصبین نصاریٰ کا اون نتائج کے خلاف ہے جو بعد تحقیق انتہا متقدمین و متاخرین کے اقوال سے نکالی گئے ہین - اسواسطے کہ پیغمبر اسلام کے زمانہ مین جو حال دین مسیحی کا عرب مین تھا وہ ناگفتہ بہ ہی چنانچہ ایک عالم کا قول ہے کہ عرب مین جو کیفیت دین مسیحی کی تھی اوسکے مقابلہ مین قرآن مین اونکی حالت بنسبت ... خالص اور پاک و پاکیزہ ہین گو اونکی کیفیت بھی بہت حیرت انگیز ہے - کوارٹرلی ریویو اخبار نمبر ۲۵۴ صفحہ ۳۱۵ - ملاحظہ ہو ۱۲ - مؤلف

... کی کوشش کرتے دم بہت ہی بڑی لڑائی واہیات وخرافات باتوں کو ... جنکا ذکر سابق میں کیا گیا۔ اوس صداے حقانی سے جو خداوند عالم کی ساتھ ... سے پیدا ہوی تھے آنحضرتؐ نے ایک جانب بت پرستان عرب سے اور ... جانب یہود ونصاری سے جو اپنی اصلی دین سے گمراہ ہوگئے تھے خطاب فرمایا ایسی فصیح و بلیغ تقریر فرمائی کہ آپؐ کو افصح العرب سچ کہا ہے مگر کسی تقریر میں آپؐ نے کوئی امر کبھی خلاف عقل نہیں بیان فرمایا بلکہ یہود ونصاری کے اعتقادات کی خرافت وسخافت ثابت کرکے اونکو شرمندہ وسرنگون کردیا۔ وہ ... جلوہ ... باری تعالے کی توحید کو دنیا کے پردہ پر قائم کیا صفحہ تاریخ پر عجب شان سے نظر آتا ہے کہ مشرکین کو توحید کا راستہ بتا رہا ہے اور انسان ضعیف البنیان نے جو خالق عالم وعالمیان کے ساتھ اور چیزون کو شریک گردانکر ترقی معکوس کی تھی کس شان وشوکت سے اوس سے لڑ رہا ہے

اکثر آیات قرآن مجید میں کس جوش وولولہ سے توحید باری تعالے کو ثابت اور تثلیث کو رد کیا ہے۔ انہیں سے چند آیات تمثیلاً نقل کیے جاتے ہین۔

وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِيْ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ

له اصل اصول دین مسیحی کا حضرت عیسیٰ کا شریک الوہیت اور ابن اللہ ہونا ہے۔ اس مہمل ومزخرف عقیدہ کی تردید جو آنحضرتؐ نے اس شد ومد سے کی ہے تو آپؐ کو یہ تنقیح کرنا کچھ ضرور نہ تھا کہ آیا خدا اور انسان کے درمیان کسی تیسرے شخص کے واسطہ ہونے کی ضرورت ہے یا نہیں ہے اور وہ تیسرا شخص اقنوم ہے یا کلمہ ہے یہ کلمہ ایک عجب مجہول الحقیقت چیز ہے بلکہ مجموعۂ اضداد ہے یعنے بشریت اور الوہیت اور افسانہ ودرایت یہ سب اضداد اوسمیں جمع کردیے ہین۔ آنحضرتؐ نے صرف حضرت عیسیٰؑ کی تاریخی حالات پر نظر فرماکر اونکی الوہیت ...

كُلِّ دَابَّةٍ وَتَصْرِيفِ الرِّيَاحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَتَّخِذُ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَنْدَادًا يُحِبُّونَهُمْ كَحُبِّ اللَّهِ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِلَّهِ وَلَوْ يَرَى الَّذِينَ ظَلَمُوا إِذْ يَرَوْنَ الْعَذَابَ أَنَّ الْقُوَّةَ لِلَّهِ جَمِيعًا وَأَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعَذَابِ

ان آیات سے کیسی ہمدردی اون گمراہون کے ساتھ ظاہر ہوتی ہے۔ پھر یہ آیات ملاحظہ کیجیے۔ هُوَ الَّذِي يُرِيكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَطَمَعًا وَيُنْشِئُ السَّحَابَ الثِّقَالَ وَيُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهِ وَالْمَلَائِكَةُ مِنْ خِيفَتِهِ وَيُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ فَيُصِيبُ بِهَا مَنْ يَشَاءُ وَهُمْ يُجَادِلُونَ فِي اللَّهِ وَهُوَ شَدِيدُ الْمِحَالِ لَهُ دَعْوَةُ الْحَقِّ وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ لَا يَسْتَجِيبُونَ لَهُمْ بِشَيْءٍ إِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ إِلَى الْمَاءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهِ وَمَا دُعَاءُ الْكَافِرِينَ إِلَّا فِي ضَلَالٍ وَلِلَّهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ طَوْعًا وَكَرْهًا وَظِلَالُهُمْ بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ قرآن مجید سورہ رعد خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ تَعَالَى عَمَّا يُشْرِكُونَ خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ نُطْفَةٍ فَإِذَا هُوَ خَصِيمٌ مُبِينٌ وَالْأَنْعَامَ خَلَقَهَا لَكُمْ فِيهَا دِفْءٌ وَمَنَافِعُ وَمِنْهَا تَأْكُلُونَ وَلَكُمْ فِيهَا جَمَالٌ حِينَ تُرِيحُونَ وَحِينَ تَسْرَحُونَ وَتَحْمِلُ أَثْقَالَكُمْ إِلَى بَلَدٍ لَمْ تَكُونُوا بَالِغِيهِ إِلَّا بِشِقِّ الْأَنْفُسِ إِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوفٌ رَحِيمٌ وَسَخَّرَ لَكُمُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُومُ مُسَخَّرَاتٌ بِأَمْرِهِ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَذَّكَّرُونَ وَهُوَ الَّذِي سَخَّرَ الْبَحْرَ وَتَرَى الْفُلْكَ مَوَاخِرَ فِيهِ لِتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ أَفَمَنْ يَخْلُقُ كَمَنْ لَا يَخْلُقُ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ وَإِنْ تَعُدُّوا نِعْمَةَ اللَّهِ لَا تُحْصُوهَا إِنَّ اللَّهَ لَغَفُورٌ رَحِيمٌ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا تُسِرُّونَ وَمَا تُعْلِنُونَ وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ لَا يَخْلُقُونَ شَيْئًا وَهُمْ يُخْلَقُونَ أَمْوَاتٌ غَيْرُ أَحْيَاءٍ وَمَا يَشْعُرُونَ قرآن مجید سورۃ النحل آیت ۳ - ۲۱ -

الغرض۔ اس کتب مقدس مین اکثر آیات ایسے ہین جنمین بت پرستون کے اعتقادات کی سخافت وخرافت کو انسان کے ادراک باطنی اور حس قلبی پر اور اوس قوت مدرکہ پر جو خیر وشر مین تمیز کرتی ہے محول کرکے ثابت کیا ہے۔ کوئی آیت کلام مجید مین ایسی نہین ہے جسمین باری تعالے کی حکمت بالغہ اور رحمت کاملہ اور توحید کو نہایت جوش وخروش کے ساتھ نہ بیان کیا ہو۔ اور بعض مقامات پر یہود ونصاری کو اون رسوم باطلہ اور اعمال قبیحہ کی وجہ سے جو برخلاف احکام اپنے پیغمبرون کے وہ عمل مین لاتے تھے زجر وتوبیخ کی ہے۔ وہ حرارت اور جوش مذہبی جو اشعیاہ اور یرمیاہ نبی کے دل مین پیدا ہوا تھا اوسسے بمراتب بہتر اور بزرگتر پیغمبر کے قلب مین وہ بار اشتعل ہوا۔ پیغمبر آخر الزمان صلعم نے تخویف وتنذیر کی ہے اور انسان کی خباثت وشقاوت پر جزع وفزع کیا ہے مگر ساتھی اسکے انسان کو حیات ابدی اور راحت جاودانی کی امید بھی دلائی ہے۔

قرآن مجید مین یہود کو سخت ملامت کی ہے کہ جھوٹے معبودون اور بتون کی پرستش کرتے ہین یعنے طرافیم کو پوجتے ہین جسکا ذکر سابق مین کیا گیا اور عزرا نبی کی تعظیم اور احترام مین بہت مبالغہ کرتے ہین۔ اور نصاری کو بھی ملامت کی ہے کہ حضرت عیسی اور اونکی والدہ کی پرستش کرتے ہین۔ آیات ذیل اس باب مین مثلاً[۵] نقل کیے جاتے ہین۔ الم تر الی الذین اوتوا نصیبا من الکتب یؤمنون بالجبت والطاغوت ویقولون للذین کفروا ھؤلاء اھدی من الذین امنوا سبیلا وقالت الیھود عزیر ابن اللہ وقالت النصاری المسیح ابن اللہ ذلک قولھم بافواھھم

---

[۵] قرآن مجید سورہ النساء آیت ۵۴ - ۱۲

يُضَاهِئُونَ قَوْلَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِن قَبْلُ قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ أَنَّىٰ يُؤْفَكُونَ اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ
وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِّن دُونِ اللّٰهِ وَالْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا إِلَٰهًا وَاحِدًا
لَّا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ سُبْحَانَهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ يُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ اللّٰهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَيَأْبَى اللّٰهُ إِلَّا
أَن يُتِمَّ نُورَهُ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ وَقَالَتِ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَىٰ نَحْنُ أَبْنَاءُ اللّٰهِ وَ
أَحِبَّاؤُهُ قُلْ فَلِمَ يُعَذِّبُكُم بِذُنُوبِكُم بَلْ أَنتُم بَشَرٌ مِّمَّنْ خَلَقَ يَغْفِرُ لِمَن يَشَاءُ وَيُعَذِّبُ
مَن يَشَاءُ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَإِلَيْهِ الْمَصِيرُ وَدَّ كَثِيرٌ
مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَوْ يَرُدُّونَكُم مِّن بَعْدِ إِيمَانِكُمْ كُفَّارًا حَسَدًا مِّنْ عِندِ أَنفُسِهِم
مِّن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ فَاعْفُوا وَاصْفَحُوا حَتَّىٰ يَأْتِيَ اللّٰهُ بِأَمْرِهِ إِنَّ اللّٰهَ عَلَىٰ
كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ وَقَالُوا لَن يَدْخُلَ الْجَنَّةَ إِلَّا مَن كَانَ هُودًا أَوْ نَصَارَىٰ تِلْكَ أَمَانِيُّهُمْ
قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ بَلَىٰ مَنْ أَسْلَمَ وَجْهَهُ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهُ أَجْرُهُ
عِندَ رَبِّهِ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوا فِي
دِينِكُمْ وَلَا تَقُولُوا عَلَى اللّٰهِ إِلَّا الْحَقَّ إِنَّمَا الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُولُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهُ
أَلْقَاهَا إِلَىٰ مَرْيَمَ وَرُوحٌ مِّنْهُ فَآمِنُوا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهِ وَلَا تَقُولُوا ثَلَاثَةٌ انتَهُوا خَيْرًا
لَّكُمْ إِنَّمَا اللّٰهُ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ سُبْحَانَهُ أَن يَكُونَ لَهُ وَلَدٌ لَّهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي
الْأَرْضِ وَكَفَىٰ بِاللّٰهِ وَكِيلًا لَّن يَسْتَنكِفَ الْمَسِيحُ أَن يَكُونَ عَبْدًا لِّلّٰهِ وَ
لَا الْمَلَائِكَةُ الْمُقَرَّبُونَ۔ آیات ذیل سے ظاہر ہے کہ ایسے مذہبی اعتقادات
کسقدر قبیح سمجھے جاتے تھے۔

---

۵۱ قرآن مجید سورۃ التوبہ آیت ۳۰-۳۲-

۵۲ قرآن مجید سورۃ المائدہ آیت ۲۱-

۵۳ قرآن مجید سورۃ البقرۃ آیت ۱۰۳-۱۰۵- ۵۴ قرآن مجید سورۃ النساء آیت ۱۶۹ و ۱۷۰

وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا
إِدًّا تَكَادُ السَّمٰوَاتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْأَرْضُ
وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا أَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا وَمَا يَنْبَغِي لِلرَّحْمٰنِ
أَنْ يَتَّخِذَ وَلَدًا إِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ إِلَّا آتِي الرَّحْمٰنِ عَبْدًا
لَقَدْ أَحْصَاهُمْ وَعَدَّهُمْ عَدًّا قرآن مجید سورہ مریم آیت ۹۱-۹۴-

مگر اوس ناصح امین نے جسکو الہام ہوتا تھا نیک اور بد مین تمیز کی ہے کیونکہ جس کام پر وہ بھیجا گیا تھا وہ اظہار و اعلان حق تھا بس اوسکو لازم تھا کہ سب بندگان خدا کے باب مین کلمہ حق زبان پر لائے۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ آیات ذیل مین بعض اہل کتاب کی تعریف بھی کی ہے۔ لَيْسُوا سَوَاءً مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ أُمَّةٌ قَائِمَةٌ يَتْلُونَ آيَاتِ اللّٰهِ آنَاءَ اللَّيْلِ وَهُمْ يَسْجُدُونَ يُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ وَأُولٰئِكَ مِنَ الصَّالِحِينَ[1] منجملہ اور مضامین عالیہ کے جنسے قرآن مجید مملو ومشحون ہے حق سبحانہ تعالے کی رحمت کا ذکر جہان جہان کیا ہے منتہی کی تعلی اور بلند پروازی کی ہے۔ چنانچہ لفظ الرحمن کہ باری تعالے کی اسماء ذات مین سے ہے اور اکثر ادعیہ مین مستعمل ہوا ہے ایسا پرمعنی لفظ ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا کی رحمت کا اعتقاد انسان کے رگ وپے مین سرایت کر گیا ہے۔ آیات ذیل تمثیلاً عرض کیے جاتے ہین۔ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ يَغْفِرُ لِمَنْ يَشَاءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَشَاءُ وَاللّٰهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ[2] أَلَمْ تَرَ إِلَىٰ رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ وَلَوْ شَاءَ لَجَعَلَهُ سَاكِنًا ثُمَّ جَعَلْنَا الشَّمْسَ عَلَيْهِ دَلِيلًا ثُمَّ قَبَضْنَاهُ إِلَيْنَا قَبْضًا يَسِيرًا وَهُوَ الَّذِي

[1] قرآن مجید سورہ آل عمران آیت ۱۱۰-۱۱۴-
[2] سورہ فرقان آیت

جَعَلَ لَكُمُ اللَّيْلَ لِبَاسًا وَالنَّوْمَ سُبَاتًا وَجَعَلَ النَّهَارَ نُشُوْرًا وَمِنْ رَحْمَتِهٖ جَعَلَ لَكُمُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْ فَوْقِهِنَّ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِمَنْ فِي الْاَرْضِ اَلَآ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ

بارھوان باب

آنحضرتؐ نے بعض فرائض کو ادا کرنا دین اسلام مین اسلیے واجب کر دیا کہ امت مرحومہ کو اپنے دین کا دل سے پاس و لحاظ رہے جو اور امتون مین اکثر نہین پایا جاتا - پس شرائض ضروریہ اسلام جنکو فروع دین بھی کہتے ہین یہ ہین (۱) نماز (۲) روزہ (۳) زکات (۴) حج بیت اللہ -

انسان کو ایک ادراک قلبی اس امر کا ہوتا ہے کہ ایک خالق زمین و آسمان ہے جو قادر مطلق اور حاضر و ناظر ہے اور جسکی قدرت کاملہ کل اشیا مین جاری و ساری ہے - اور یہ بھی وہ جانتا ہی کہ مین اس عالم کون و فساد کے انقلابات سے ہمیشہ مجبور و معذور رہون - اور یہ بھی اوسکو خیال ہے کہ خداوند عالم نے کیسی کیسی نعمتین مجھے عطا فرمائے ہین - پس ان سب خیالات سے جب اوسکا دل بھر آتا ہی تو وہ اپنے جوش و خروش قلبی کا اظہار حمد و ستایش یا توبہ و انابت کے ساتھ اوس وحدہٗ لاشریک لہٗ سے کرتا ہی جو عالم الغیب اور رحمٰن و رحیم ہے - نماز یا دعا صرف اظہار اوس جوش و خروش کا ہی جو انسان کے دل مین ہوتا ہی اگر یہ سارا جوش و خروش تکمیل و تصفیہ نفس سے پیدا ہوتا ہے - یہی وجہ ہی کہ

ا۔ سورہ قصص آیت ۷۳ - ۲۔ سورہ الشوریٰ آیت ۳ -

جب وحشی آدمی اپنے دیوتا سے کوئی التجا کرتا ہے اور وہ التجا نہین قبول ہوتی تو وہ اوس بت کو سزا دینے پر آمادہ ہوتا ہی۔ تمام مذاہب وادیان کی جنمین کچھ ترتیب و انتظام کو دخل ہے دعا کی تاثیر کو تسلیم کر لیا ہے چاہی کسی صورت اور کسی شکل سے دعا کیجاے۔ بعض ادعیہ مین مناجات بدرگاہ قاضی الحاجات زیادہ ہوتی ہے اور اخلاقی مضامین کم ہوتے ہین اور بعض ادعیہ مین کوئی اخلاقی مضمون بالکل نہین ہوتا۔

پیروان زردشت یعنی مجوس اور صابئین یعنے ستارہ پرست ہر وقت دعا مین سرشار رہتے تھی۔ مجوس کا یہ حال تھا کہ جب چھینکتے تھے دعا پڑھتے تھی اور جب ناخن کاٹتے تھے اوسوقت بھی دعا پڑھتے تھے اور کھانا کھانے اور چراغ جلانے کے وقت اور اور اوقات مین بھی شب و روز دعا پڑھا کرتے تھے۔ اور پہلے ہرمز سے دعا مانگتے تھے بعد اوسکے نہ صرف زمین و آسمان اور عناصر اربعہ اور کواکب سے دعا مانگتے تھے بلکہ درختون سے علی الخصوص ہوم درخت سے جسکو ہنود سوم کہتے ہین اور جانورون سے بھی مناجات کرتے تھے اور اکثر بارہ بارہ مرتبہ منتر یا اشلوک یا تسبیح پڑھتے تھے[۱]۔ اگرچہ بعض ان ادعیہ مین خالص اخلاقی مضمون بھی ہوتا تھا مگر وہ عوام الناس کے ذہن سے نکل جاتا تھا۔ اور کہین کہین جو تقوی و طہارت پایا جاتا تھا تو صرف علماء دین مین پایا جاتا تھا لکن علماء دین کو ایک خاص قسم کا تقدس ایسا حاصل تھا کہ عوام الناس اونسے مستفید

---

[۱] ڈالنجر صاحب کی تاریخ مشرکین و یہود جلد ۱ صفحہ ۳۹۸ مین لکھا ہی کہ آتش پرستون کی مذہبی کتاب زنداوستا مین ہزارہا دعائین اور بھجن اور مناجاتین ہزارہا دیوتاؤن سے لکھے ہین جنمین ہرمز سب کا سردار ہے فی الواقع زنداوستا ایک دعاؤن کی کتاب ہی۔ کلارک صاحب کی تاریخ جسمین دس بڑے بڑے مذہبون کے حالات لکھے ہین صفحہ ۱۸۷ اور ۲۰۲ ملاحظہ ہو ۱۲۔ مؤلف۔

وستفیض نہ ہو سکتے تھے اور عمدہ ترین لذّات روحانی یعنے عبادت وغیرہ سے محروم وناکام رہتے تھے۔ مجوس مین دو قسم کی عبادت جاری تھی یا یہ کہیے کہ دو طریقون سے وہ اپنے معبودون کو پہچانتے تھے۔ ایک طریقہ عبادت مخفی کا تھا جو صرف علمار دین سے مخصوص تھا اور دوسرا طریقہ مشہور تھا اور صرف اسی طریقہ عبادت مین عوام الناس شریک ہو سکتے تھے۔

شریعت موسوی مین احکام نماز نہین تھے۔ صرف اوسوقت ایک خاص دعا پڑھی جاتی تھی جسوقت علمار دین کو عُشر یعنے مال کا دسوان حصّہ دیا جاتا تھا اور جسوقت پلوٹھی کے لڑکے کو ہیکل مقدس مین لاکر نذر دیتے تھے اوسوقت اوس لڑکے کا باپ تمام احکام شرعی کو بجا لاکر یہوواہ یعنے اللہ سے دعا مانگتا تھا کہ اس اسرائیلی لڑکے کو ویسی ہی برکت دے جیسے تو نے اسکے ابار واجداد پر برکت نازل کی تھی۔ لکن جب یہود اور اونکے علمار کا اعتقاد باری تعالےٰ کی نسبت زیادہ تر معقول اور پاک وپاکیزہ ہوگیا اور خداوند عالم کے تشکل بشکل انسان ہونیکا عقیدہ فاسدہ دفع ہونے لگا تب نماز یا دعا کی حقیقت واقعی انکی سمجھ مین آنے لگی کہ نماز انسان کے لیئے وسیلۂ تقرب درگاہ الٰہی ہے۔ چونکہ شریعت موسوی مین کوئی خاص قاعدہ نماز کا مقرر نہ تھا لہذا روایت اور رواج پر مدار رہا اور بقول ڈالنجر صاحب مورخ کے یہود بھی ایک نماز گذار قوم ہو گئی اور ہر روز تین گھنٹے عبادت خدا کی قرار دیے گئے یعنے نو بجے اور بارہ بجے اور تین بجے۔ مگر چونکہ نماز مین مجتہدین کی ضرورت ہوتی تھی اور اسکا علم قطعی نہ تھا نہ خود شارع یعنے حضرت موسیٰؑ کیونکر نماز پڑھتے تھے لہذا اکثر اوقات یہود کی نماز

ریلینڈ صاحب کی کتاب جزو ۱ صفحہ ۱۱۱ ۔ اور شہرستانی کے ملل نحل ملاحظہ ہو ۱۲ ۔ مؤلف ۔ توراۃ

صرف ایک مصنوعی فعل ہوتا تھا۔ حضرت عیسیٰ کے زمانہ مین یہود مین دعا تعویذ کا بہت چرچا تھا اور قرآن مجید مین اونکو سخت ملامت کی ہی کہ وہ خدا کی نشانیون کو بیچتے ہین۔"

حضرت عیسیٰ کے احکام چونکہ اوس دین کے مظہر تھے جسکی تکمیل حضرت موسےٰ کے بہت مدت بعد ہوئی تھی لہذا اون احکام سے سچی حقیقت نماز کی ظاہر ہوئی اور خود حضرت مسیحؑ کی نماز پڑھنے سے یہ فعل اونکی امت مین خیر العمل ہوگیا اور حوارین نے اپنے پیغمبرؑ کی تقلید کرکے عبادت خدا اور تسبیح و تہلیل کی تاکید شدید کی۔ مگر چونکہ نصاریٰ مین کوئی محدود و معین قاعدہ نماز کا نہ تھا جسکی پابندی وہ کرتے لہذا چند مدت کے بعد عبادت خدا کا معاملہ بالکل عوام الناس کی راے پر موقوف ہوگیا اور پادریون کے اختیار مین رہا جنہون نے نماز کی تعداد اور مدت اور الفاظ وغیرہ مقرر کرنا اپنے ہی فرقہ پر منحصر کردیا۔ اسیوجہ سے دعاؤن کی کتابین تصنیف ہوئین اور قسیسین کی کمیٹیان اور مجلسین منعقد ہوئین تاکہ اصول دین اور ارکان ایمان کو مقرر کرین۔ اور اسیوجہ سے راہبون نے عجیب پرتکلف طریقہ عبادت کا نکالا اور کنائس اور گرجون مین ہفتہ وار نماز قرار دیگئی یعنے چھ روز کی غذاے روحانی نہ ملنے کے مکافات صرف ایک روز کی نماز سے کی گئی۔ اور اسیوجہ سے گرجا کا مجاور جو پہلے صرف ایک خادم کلیسا تھا اب اپنے تئین امام زمان اور حضرت مسیح کا خلیفہ سمجھنے لگا۔

یا بنی اسرائیل اذکروا نعمتی التی انعمت علیکم واوفوا بعھدی اوف بعھدکم وایای فارھبون۔ وآمنوا بما انزلت مصدقا لما معکم ولا تکونوا اول کافر بہ ولا تشتروا بآیاتی ثمنا قلیلا وایای فاتقون ۲ لوقا کی انجیل باب ۱۱- آیت ۱-۴- ملاحظہ ہو ۱۲ سولف

الغرض - یہ سب خرابیاں منتہی کے درجہ کو پہونچ چکی تھین کہ ساتوین صدی عیسوی مین رسول عربیؐ نے ایک مہذب و معقول مذہب تلقین کرنا شروع کیا۔ آنحضرتؐ نے نماز پنجگانہ کا طریقہ اسلیئے جاری کیا کہ آپؐ خوب جانتے تھے کہ انسان کی روح حق سبحانہ تعالے کا حمد و ستایش کرنے کیلیے مشتاق رہتی ہے اور نماز کی اوقات مقرر کردینے سے آپؐ نے ایک ایسا مضبوط و مستحکم قاعدہ نمازگذاری کا معیّن کردیا کہ نماز کے وقت انسان کا دل عالم روحانی سے عالم مادّی کیطرف ہرگز متوجہ نہین ہوسکتا - جو صورت اور ترکیب آپؐ نے نماز کی اپنے قول اور فعل سے مقرر کردی ہے اوسمین یہ خوبی ہے کہ اہل اسلام اون خرابیون سے محفوظ رہے ہین جو اوس لڑائی جھگڑے سے پیدا ہوتے تھین جو عیسائیون مین نماز کی ترکیب پر ہمیشہ ہوا کرتے تھے اور پھر ہر مسلمان کو بہت بڑی گنجایش باقی رہی ہے کہ بکمال خضوع و خشوع عبادت خدا مین مصروف ہو۔

نماز کی فضیلت باین حیثیت کہ وہ تزکیۂ نفس اور تصفیۂ قلب کا ذریعہ ہے قرآن مجید کی آیت ذیل مین صاف صاف بیان کردیگئی ہے -

"پڑھ تو اوس چیز کو جو اس کتاب مین تجھپر وحی کیگئی ہے اور برپا کر نماز کو تحقیق کہ نماز گناہون اور مکروہ باتون سے بچاتی ہے - البتہ خدا کو یاد کرنا بہت بہت عمدہ کام[۱] ہے"۔

اون مناجاتون سے جو خود آنحضرتؐ پڑھا کرتے تھے احکام و شرایع اسلام کے اخلاقی خوبی ظاہر ہے - اونمین سے ایک مناجات مشکات شریف کتاب ۴ باب ۱۸ - جزو ۲ و ۳ مین لکھی ہے -

[۱] اُتْلُ مَآ اُوْحِیَ اِلَیْكَ مِنَ الْكِتٰبِ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ وَاللّٰهُ یَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ (سورۂ عنکبوت آیت ۴۵)

ایک انگریز مورخ لکھتا ہے کہ "فضائل اسلام مین سے ایک فضیلت یہ ہی کہ اسلام کے معابد ہاتھ سے نہین بنائے جاتے اور خدا کی خدائی مین ہر مقام پر اوسکی عبادت ہو سکتی ہے۔ اَیْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ جس مقام پر خدا کی عبادت کیجائے وہی مقام مقدس ہے اور اوسیکو مسجد سمجھ لیجئے۔ مسلمان چاہے سفر مین ہو چاہے حضر مین جب نماز کا وقت آتا ہی چند مختصر اور پُرجوش فقرات مین اپنے خالق سے اپنے دل کا حال عرض کرلیتا ہی۔ اوسکی نماز اتنی طولانی نہین ہوتی کہ اوسکا جی گھبرا جاے اور نماز مین جو کچھ وہ پڑھتا ہی اوسکا مضمون ہمیشہ یہ ہوتا ہے کہ اپنی عجز و انکساری کا اظہار اور خداوند عالم کی عظمت و جلال کا اقرار اور اوسکے فضل و رحمت پر توکل۔ عیسائی کیا جانین کہ اسلام مین عبادت خدا کا مزا کیسا کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہی۔ حدیث وہ چیز ہے جسمین مسلمانون کے گذشتہ حالات راست راست لکھے ہوے ہین اور جسکی صحت کی گواہی صدہا رُوات ثقات نے دی ہے۔ چنانچہ حدیث صحیح مین وارد ہوا ہے کہ رسول اللہ نماز مین خوف خدا سے کیسا زار و قطار رویا کرتے تھے اور آپ کے چچازاد بھائی اور داماد عبادت خدا مین ہمہ تن ایسے غرق ہو گئے کہ اونکے بدن سے خس جاتا رہا اور تیر مسموم اونکے پاے مبارک سے نکالا گیا اور اونکو ذرا بھی خبر نہ ہوئی۔

گو نماز کی صحت بعض رسوم و اعمال ظاہری کے بجالانے پر موقوف ہی مگر امام غزالی رحمۃ اللہ نے کسقدر خوب لکھا ہی کہ عالم ما فی الضمائر انسان کی نیت اور رجوع قلب کو دیکھتا ہی۔ جیسا کہ قرآن مجید مین لکھا ہی کہ "گوشت و خون تمھاری قربانی کا خدا کے نزدیک مقبول نہین ہی پھر دوسری جگہ فرمایا ہی کہ لَیْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَ

لہ ڈاکٹر ہنٹر صاحب کی لغاوت السلمین صفحہ ۱۷۹ - ملاحظہ ہو ۱۲ ۔ لہ لَنْ یَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَاۗؤُهَا

الْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّبِيّٖنَ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِي الرِّقَابِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا وَالصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ سورہ بقر آیت ۱۷۷

عیسائیون مین اصطباغ کا رسم ہمیشہ سے چلا آتا ہی اور یہود اور قدیم مصریون مین بھی بدن کو پانی سے طاہر کرنا مقدمہ ضروری عبادت اور دیگر اعمال مذہبی کا سمجھا جاتا تھا بلکہ یورپ اور ایشیا دونون اقلیمون مین شہ کین اور بت پرست بھی طہارت بدن کو جزء عبادت جانتے تھے پس اس سے ظاہر ہے کہ تمام اقوام و مذاہب مین طہارت ظاہری مقدمہ ضروری عبادات کا تصور کیجاتی تھی۔ لہذا آنحضرت صلعم نے بھی اس قدیم اور ممدوح رسم کو قائم رکھا اور اسکو مقدمۂ عبادات گردانا یعنے غسل اور وضوء کو آپ نے خدای پاک کی عبادت کی شرط قرار دیا۔ مگر ساتھی اسکے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ صرف طہارت ظاہری یعنے بدن کو پاک کرلینا جوہر عبادت نہین ہی بلکہ خداوند عالم کا تقرب بندہ کو جبھی حاصل ہو سکتا ہی کہ جب اوسکی عبادت صفائی قلب اور عجز وخاکساری سے کرے۔ چنانچہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اون لوگون کی تردید مین جو صرف طہارت ظاہری پر مرتے ہین اور جنکے قلوب کبر وریا سے مملو ہوتے ہین فرمایا ہی کہ رسول اللہ خود فرمایا کرتے تھے کہ سب سے اہم واعظم طہارت پاک کرنا دل کا ہی تمام بُری خواہشون اور بیہودہ رغبتون سے اور دفع کرنا ہی نفس سے تمام مکروہ و مذموم خیالات کو اور اون تصورات کو جو انسان کے

۵۷ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيْفَةً وَّدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ سورۂ اعراف آیت ۲۰۴ —

دل کو خدا کی یاد سے باز رکھتے[۵۱] ہین -

بایں غرض کہ مسلمانون کو اسلام کا مولد و مبداء ہمیشہ یاد رہے آنحضرتؐ نے حکم فرمایا کہ سب مسلمان نماز رو بقبلہ[۵۲] ہوکر پڑھا کرین تاکہ اونکو ہمیشہ یاد رہے کہ مکہ معظمہ وہ معظم و محترم مقام ہے جہان سے آفتاب دین مبین پہلے طلوع ہوا تھا - مگر جو آیت قرآن مجید کی سابق مین نقل کیگئی اوس سے ظاہر ہے کہ استقبال قبلہ مقدمہ ضروری نماز کا نہین ہے۔

علی ہذا القیاس روزہ کا رسم بھی کم و بیش سب قومون مین جاری رہا ہی - مگر یہ کہسکتے ہین کہ قدیم زمانہ مین روزہ سے تو یہ مراد لیجاتی تھی نہ ترک آب و طعام - بلکہ یہود مین بھی صوم نفس کشی کے لئے اخیر زمانہ مین اختراع کرلیا گیا تھا[۵۳] - یہود مین سب سے پہلے فرقہ اسانیہ نے (جو پیروان فیثا غورث سی تعلق رکھتے تھے اور اونکے واسطہ سے ہنود اور دیگر مشرقی قومون کے درویشی اور نفس کشی کا رسم اونمین بھی جاری ہوگیا تھا -) یہ اخلاقی باعث روزہ کے اصول کا تحقیق کرلیا اور غالباً حضرت عیسیٰؑ نے اور مسائل کیطرح روزہ کا مسئلہ بھی اسی فرقہ یہود سے اخذ کیا -

حضرت مسیحؑ نے جو خود روزہ رکھا تو اونکی تقلید سے کلیسائے مسیحی[۵۴] کے فرائض مین یہ فرض داخل ہوگیا - مگر کلیسائے مسیحی کا صوم کے باب مین عموماً یہ اعتقاد تھا کہ یہ ایک قسم کی توبہ یا کفارہ[۵۵] ہی - تکالیف بدنی یا نفس کشی کو عمداً گوارا کرنا دین مسیحی مین بھی

---

[۵۱] کتاب لیسٹرنج باب ۔ ملاحظہ ہو ۱۲ - مؤلف [۵۲] قد نری تقلب وجهك في السماء فلنولينك قبلة ترضاها فول وجهك شطر المسجد الحرام وحيث ما كنتم فولوا وجوهكم شطره وان الذين اوتوا الكتاب ليعلمون انه الحق من ربهم وما الله بغافل عما يعملون ولئن اتيت الذين اوتوا الكتاب بكل اية ما تبعوا قبلتك وما انت بتابع قبلتهم وما بعضهم بتابع قبلة بعض ولئن اتبعت اهواءهم من بعد ما جاءك من العلم انك اذا لمن الظالمين

[۵۳] وانبحر صاحب کی تاریخ یہود جلد ۲ صفحہ ۷ ے نوٹ - ملاحظہ ہو ۱۲ مؤلف [۵۴] یعنی علمائے نصاری ۱۲ - مترجم [۵۵] موشیم صاحب کی تاریخ کلیسائی مسیحی جلد ۱ صفحہ ۱۳۱ مین صاف لکھدیا ہی کہ قدیم زمانہ مین صوم کو عیسائی یہ سمجھتے تھے کہ

اوسط درجہ شائع ہو جیسے اور ادیان مین ہے مگر ایسی تعلیت بدن کے تحمل کرنیکا نتیجہ ہمیشہ یہ ہوا ہو کہ تمام قوئ عقلی اور قوئ بدنی زائل اور فنا ہوگئے ہین اور ایک شغل فقر و رہبانیت پیدا ہوئی ہو ۔ اسکے برخلاف اور ادیان کے دین اسلام مین روزہ اس مصلحت سے فرض کیا گیا ہے کہ ایک محدود و معیّن زمانہ تک ہر روز ترک لذات کیا جاوے تاکہ قوئ شہوانی مغلوب رہین ۔ اور قوئ بہیمیہ سے صحیح افعال صادر ہون ۔ چونکہ شرع اسلام شریعت سہلہ سمجہ قرار دیگئی ہے یعنی اس شرع مین تکلیف مالایطاق نہین جائز رکھی گئی ہے لہذا فقر و رہبانیت یعنی نفس کشی اس دین مین قطعاً ممنوع ہے ۔

مگر احکام قرآنی کی حکمت اوامر کے بہ نسبت نواہی سے خوب ظاہر ہے ۔ روزہ رکہنا اوسوقت فرض ہوتا ہو کہ جب شرائط ذیل پائے جائین جنسے ثابت ہوتا ہو کہ یہ فرض قوئ شہوانیہ کو روکنے کو اور حد اعتدال سے تجاوز نہ کرنے دینے کو کیسا معقول و مناسب ہو ۔ وہ شرائط یہ ہین ۔ (۱) بلوغ شرعی (۲) صحت نفس و سلامت عقل (۳) صحت بدن ۔ (۴) حضر یعنے عالم سفر مین نہونا اور عورتون کے لیئے تمام نجاستون سے پاک[۵۳] ہونا ۔ آیات قرآن مجید جنمین روزہ فرض کیا گیا ہے یہ ہین ۔ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِنَ الْهُدَى وَالْفُرْقَانِ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ وَمَنْ كَانَ مَرِيضًا أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللَّهَ عَلَى مَا هَدَاكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ سورہ بقر آیۃ ۱۸۱

---

۵۲ نیانڈر صاحب مورخ لکہتے ہین کہ عیسائیون مین جو ہفتہ وار اور سالانہ عیدین ہوتی ہین وہ حضرت مسیح کے مصلوب ہوکر دوبارہ زندہ ہوجانے کی یادگاری مین ہوتے ہین اور چونکہ عیسائی صوم و صلات کو جہاد نفس سمجہتے تھے اور اپنے تئین مجاہدین نفس امارہ جانتے تھے لہذا صوم و صلات کا نام اونہون نے فتح مسیحی کا طلایہ دار رکھا تھا ۔ نیانڈر صاحب کی تاریخ کلیسائی مسیحی جلد ۱ صفحہ ۴۰۱ و ۴۰۹ ملاحظہ ہو ۱۲ مؤلف ۵۳ کتاب کویری ڈرایت مسلمان جلد ۱ صفحہ

روزہ رکھنے کا حکم دن کو ہی اور رات کو ہر مسلمان کو اجازت ہی بلکہ شاید فرض ہی کہ اکل وشرب بمقدار معتدل کرے اور اور لذات مشروعہ سے بھی متلذذ ہو۔ فقہاے اسلام نے رسول اللہ صلعم کی سچی پیروی کرکے یہ قاعدہ مقرر کردیا ہی کہ عالم صوم مین نفس کو تمام مکروہ وقبیح خیالات سے بچانا بھی ویسا ہی فرض ہے جیسا جسم کو کل ماکولات ومشروبات[لہ] سے باز رکھنا واجب ہی۔

اسلام سے پیشتر کسی مذہب مین زکات دینا اور بیوہ اور یتیم اور مسکین کی پرورش کرنا فرض نہین کیا گیا تھا اور کسی دین مین ان فرائض کے اصول اسطرح نہین منضبط تھے جسطرح اسلام مین ہین۔

قدیم عیسائیون مین جو سنتی روزے رکھنے کا رسم جاری تھا وہ ہر شخص کی مرضی پر موقوف تھا لہذا اوسکا اثر بھی بے قاعدہ اور غیر معین ہوتا تھا۔ تاریخ اسپر شاہد ہے کہ اس سنتی روزہ کا بے قاعدہ ہونا ہی اسکا باعث ہوا کہ چند روز کے بعد لوگون نے اسکو ترک کردیا[لہ]۔ شریعت اسلامیہ کے بموجب ہر شخص پر فرض ہے کہ ایک جزو اپنے مال کا غربا و مساکین کو دیا کرے۔ یہ جزو چالیس مین سے ایک ہوتا ہی یعنے اڑھائی فیصدی قیمت پر تمام اشیاء اور اسباب اور آلات کے اور تمام منافع تجارت وغیرہ پر۔ مگر زکات صرف اوسوقت واجب ہوتی ہے جب مال کی قیمت ایک مقدار معین تک[لہ] پہونچ جاتی ہے اور جب وہ پورے سال بھر ایک شخص کے

[لہ] امام غزالی کی کتاب المستطرف باب ۱۔ فصل ۴۔ ملاحظہ ہو ۱۲۔ مؤلف [لہ] نیانڈر صاحب کی تاریخ کلیسا جلد ۱ صفحہ ۵۰ و ۵۱۔ اور موشیم صاحب کی تاریخ کلیسا جلد ۲ صفحہ ۵۶۔ ملاحظہ ہو۔ میری غرض یہ نہین ہی کہ عیسائیون مین امور خیر کا حصر اسی سنتی روزہ پر تھا۔ بلکہ بیوہ اور یتیم اور مسکین کی پرورش کی تاکید جیسے دین اسلام مین ہی ویسی دین مسیحی مین بھی ہے۔ حضرت عیسیٰ نے تو خیرات دینے کا حکم فرمایا تھا مگر اونکے اتباع نے اوسمین چند قیود لگادیے یعنے اونھون نے یہ حکم دیدیا کہ اوس بیوہ کو خیرات دو جو ساٹھ برس کی ہو اور جسنے ایک ہی شوہر کیا ہو اور جو عیال لیکر رہتی ہو بلنٹ صاحب کی تاریخ کلیسائی مسیحی صفحہ ۲۷۔ ملاحظہ ہو ۱۲۔ مؤلف [لہ] مثلاً آدمی پر زکات واجب نہین ہوتا وقتیکہ

[illegible]

پاس رہا ہو۔ نہ اون مواشی پر زکات واجب ہی جنسے کہیتی کا کام لیا جاتا ہو یا جو باربرداری کے جانور ہون۔ علاوہ اسکے عید الفطر کی صبح کو ہر شخص پر فرض ہے کہ اپنے اور اپنے عیال مین سے ہر ہر فرد کا اور اوس مہمان کا جو ماہ رمضان بہر اوسکے یہان رہا ہو یا اوسکے یہان افطار کیا ہو ایک مقدار گیہون یا جَو یا خرما یا کشمش یا چاول یا اور کوئی غلہ یا اوسکی قیمت فطرہ مین دے۔

آنحضرتؐ اور صحابہ کرامؓ کے فعل سے بہی ثابت ہوتا ہی کہ زکات پانیکے مستحق یہ لوگ ہین۔ (۱) غربا و مساکین۔ (۲) وہ اشخاص جو زکات واجب کے تحصیل اور تقسیم مین مدد دیتے ہین۔ (۳) لونڈی غلام جو اپنے تئیں آزاد کرا لینا چاہتے ہین مگر ایسا کرنے کا کوئی ذریعہ نہین رکہتے۔ (۴) قرضدار جو اپنا قرضہ نہین ادا کر سکتے۔ (۵) مسافر اور[۱] غریب الوطن لوگ۔ مسلمانون کو عموماً خیرات دینے کا حکم قرآن[۲] مجید مین بڑی تاکید سے کیا گیا ہی۔ مگر اسلام کی فضیلت یہ ہی کہ حضرت عیسیٰؑ[۳] نے تو صرف خیرات کو مستحب کر دیا ہے لیکن شارع اسلامؐ نے اوسکے محدود و معیّن قواعد بنا دیے ہین۔

عرب مین سلف سے یہ رسم چلا آتا تہا کہ ہر سال تمام اطراف و اکناف عرب سے لاکہا آدمی حج خانہ کعبہ کرنے کو مکہ معظمہ مین آیا کرتے تہے۔ آنحضرتؐ نے اس دستور کو اس حکمت اور اس مصلحت سے فرائض دین مین داخل کر دیا کہ ایک مقام پر جمع ہونے سے مسلمانون کے مخالف فرقون مین ایک برادرانہ لطف و محبت پیدا ہوتی ہی۔ تمام عالم

---

[۱] جامع عباسی اور جامع ترمذی اور مبسوط کتاب الزکات ملاحظہ ہو ۱۲۔ مؤلف [۲] وَمَثَلُ الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ وَتَثْبِيتًا مِنْ أَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍ بِرَبْوَةٍ أَصَابَهَا وَابِلٌ فَآتَتْ أُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ فَإِنْ لَمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنْفِقُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّا أَخْرَجْنَا لَكُمْ مِنَ الْأَرْضِ وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيثَ مِنْهُ تُنْفِقُونَ ... الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَعَلَانِيَةً فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ سورہ بقر آیت ۲۶۷ و ۲۶۹ و ۲۷۵۔ [۳] متی کی انجیل باب ۲۵۔ آیت ۳۵ و ۳۶۔ ملاحظہ ہو ۱۲۔ مؤلف

کے مسلمانون کی آنکھین اوس مقدس و متبرک مقام پر لگی رہتی ہین جس سے ہر مسلمان کے دل مین ایک شعلہ اوس نور آلہی کا روشن رہتا ہی جسنے اوس ظلمت وجہالت کے زمانہ مین سرزمین عرب سے نکلکر تمام عالم کو منور کر دیا - اس فریضہ حج مین بھی شارع اسلام کے حکمت اوامر سے زیادہ نواہی سے ظاہر ہے یعنی اون شرائط سے جنپر حج کا فرض ہونا موقوف ہی - وہ شرائط یہ ہین - (۱) کامل العقل اور ذی شعور ہونا - (۲) حریت یعنے بالکل آزاد اور خود مختار ہونا - (۳) زاد راہ اور راحلہ پر قادر ہونا (۴) اتنی معاش رکہنا جو حاجی کے سفر کے زمانہ مین اوسکے عیال کے رزق کے لیے کافی ہوجاے - (۵) سفر دریا[لہ] کا ممکن اور عمل پذیر ہونا -

پس آئین وقوانین اسلام فرائض عملی کی نسبت یہ ہین جو بیان کیے گئے ہین -

موشیم صاحب نے تاریخ کلیسائی مسیحی جلد ۱ صفحہ ۱۲۴ - مین کیا خوب لکھا ہی کہ " ایمان اور احسان یعنے نیکی کرنا اعمال ظاہری اور احکام شرعی کے منافی نہین ہین بلکہ انسان ناقص العقل ہے لہذا اعمال ظاہری اسلیئے ضرور ہین کہ عوام الناس کو پاس ولحاظ اپنے دین کا باقی رہے " پس اسی مصلحت سے آنحضرت نے اپنی مواعظ ونصایح مین چند رسوم واعمال ظاہری بھی شریک کر دیئے تاکہ عوام الناس اس دین کی حقیقت کو بخوبی سمجھ سکین - خود حضرت عیسیٰ نے دو عمل فرض کر دیے ہین - یعنے اصطباغ اور عشاء ربانی - اگر حضرت مسیح دنیا مین اور زیادہ رہتے تو غالباً اور زیادہ اعمال کا حکم فرماتے مگر یہ امر یقینی ہی کہ اگر حضرت عیسیٰ کو زیادہ مہلت ملتی تو اپنے مواعظ ونصایح کو ضرور مرتب ومنضبط کر دیتے - چنانچہ یہی عدم انضباط مسائل واحکام دین ایسا نقص عظیم دین مسیحی مین

لہ وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا قرآن مجید اور جامع عباسی اور مبسوط کتاب الحج ملاحظہ ہو ۱۲ - مؤلف ۵لہ موشیم صاحب کی تاریخ کلیسا صفحہ ۱۲۴ - جلد ۱ - ملاحظہ ہو

رکھا گیا ہی جسکی باعث سے اصول عقائد کو معین و مشخص کرنا کر [illegible]
کلیسیان اور مجلسین منعقد کرنے کی ضرورت ہوتی ہے اسپر بھی اونکو [illegible]
اور مسائل ایسے ضعیف و خفیف ہوتے ہین کہ حکما اور متشککین [illegible]
کافور ہو جاتے ہین - الغرض حضرت عیسیٰؑ کی رسالت غیر مکمل و مخفی تم رہتی [illegible]
قوانین اخلاق کو منضبط کرنا پیغمبر آخر الزمانؐ پر موقوف و منحصر ہا ایسی شائع [illegible]
احکام حضرت عیسیٰؑ کے مواعظ و نصائح کے منافی ہرگز نہین ہین بلکہ اونکے متمم [illegible]
انسان جو تعلقات اپنے خالق کے ساتھ رکھتا ہی وہ اوسکے ذہن و ایمان پر موقوف
ہین مگر جو تعلقات وہ اپنے ہمجنسون سے رکھتا ہی اونکا دارومدار قوانین و احکام پر ہے
پس جو فرائض ایک انسان کو دوسرے آدمی کی نسبت بجالانا لازم ہی اونکی تعمیل اور
بجا آوری کے لیئے دین یعنے حکم خدا سے زیادہ اور کیا چیز مستند ہو سکتی ہے - دین کو یہ سمجھنا
چاہیئے کہ وہ چند [illegible] وعظون کے سحر آمیز اور حیرت انگیز موعظون کا نام ہے یا
دین ایک عجیب و غریب مسئلہ عقلی ہے جو ہمیں آدمیون کا دل خوش کرنے کے لیئے گڑھ لیا گیا
بلکہ دین کے معنی یہ سمجھنے چاہیئین کہ دین طرز معیشت اور عنوان معاشرت کی قاعدہ کا نام ہے
اور دین کی غرض اصلی اور علت غائی یہ ہی کہ انسان کو تدریجاً ترقی دیتے دیتے اوس
کمال تک پہونچا دی جو اوسکی وجود کی غرض و نہایت ہی - پس جس دین نے اصول اولیہ اخلاق
کو مرتب و منضبط کر دیا ہو اور اون فرائض اور اعمال کو جو ایک انسان کو دوسرے کی نسبت
بجالانا واجب ہین معین و مشخص کر دیا ہو - جو دین اعلی و اکمل عقول بشری کے موافق ہو
کے وجہ سے انسان کو واجب الوجود کی ذات جامع الکمالات کی قریب پہونچاتا جاوی - ہم کہتے
ہین کہ ایسا ہی دین تمام ادیان و ملل سے زیادہ اعزاز و احترام کا مستحق ہے - خواص اسلام
مین سے ایک خاصہ یہ ہی کہ تمام ملل و ادیان کے جلیل ترین فضائل [illegible] مناسب

جو عقل صائب اور وجدان سلیم کے خلاف نہین وہ سب اس دین حنیف مین جمع ہین ا
اس دین مین صرف وہی قوانین اخلاق منضبط نہین ہین جو انسان کی ترقی اور تہذیب
کی صحیح مفہوم پر مبنی ہین - بلکہ بقول ایک مورخ جلیل کے " اس دین مین بعض اصول ایسے
مقرر کردیے گئے ہین اور تہذیب نفس کے ایسے قواعد متعین کردیے گئے ہین جو انسان کو مختلف
مصالح وقت اور حوائج مقام کا تابع کردیتے ہین [٥١] " شارع اسلام نے ہزارہا پیرایون مین
اور صدہا طریقون سے لوگون کو یہی سمجھایا ہے کہ باہم برادرانہ خلوص [٥٢] ومحبت رکھو کہ یہی اسکی
علامت ہے کہ تم اپنے پروردگار کو بھی دوست رکھتے ہو - چنانچہ حدیث [٥٣] صحیح مین وارد ہوا ہے
کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ " جب تم خداوند عالم کے روبرو حاضر ہوگے تو کیا تم جانتے ہو کہ
وہ تمکو کیونکر پہچانیگا - وہ تمکو اوس محبت سے پہچان لیگا جو تم اپنے عیال اور اپنے خویش
واقربا اور اپنے ہمسایون اور اور بندگان خدا سے رکھتے ہو " پھر دوسری حدیث مین
فرمایا ہے کہ " اگر تم اپنے خالق کو دوست رکھتے ہو تو پہلے اپنے ہمجنسون سے محبت [٥٤] رکھو "
پھر تیسری حدیث مین فرمایا ہے کہ " اگر خداوند عالم سے تقرب چاہتے ہو تو اوسکی بندون
کو دوست رکھو اور جو چیز تم اپنے لیئے پسند کرتے ہو وہی اونکے واسطے بھی پسند کرو
اور اونسے اوسیطرح پیش آؤ جسطرح تم چاہتے ہو کہ وہ ہمسے پیش آئین - "

اسلام کے احکام کا سب زمانون اور تمام قومون کے موافق ومناسب ہونا اور اونکا
بالکل موافق عقل سلیم ہونا اور اس دین مین ایسے مسائل [٥٥] کا نہونا جو صریحاً خلاف عقل
ہون اور جیسے وہ اعتقادات حقہ [٥٦] جو ازل سے انسان کی لوح خاطر پر کندہ ہین معرض شک

---

٥١ بشپ ملمین صاحب نے اپنی تاریخ دین مسیحی جلد ا صفحہ ٢٠٦ مین یہی الفاظ بعینہٖ دین یعنی دین مسیحی کی نسبت لکھے ہین ١٢ - مؤلف ٥٢ انما المؤمنون اخوة الی آخر قولہ تعالے ١٢ - مترجم ٥٣ مشکات شریف کتاب ٢٢ باب ١٥ و ١٦ - ملاحظہ ہو ١٢ - مؤلف ٥٤ قسطلانی شرح صحیح بخاری جزو ا صفحہ ٧٦ - ملاحظہ ہو ١٢ مؤلف
٥٥ یہ مسئلہ تثلیث کی طرف کنایہ ہے ١٢ مترجم ٥٦ یہ اعتقاد توحید سے کنایہ ہے ١٢ - مترجم -

وابہام مین پڑ جائین- ان سب امور سے ثابت ہوتا ہی کہ اسلام مظہر اتم اوس
کمال کا ہی جو سب سے آخر زمانہ مین انسان کی عقل معاد کو حاصل ہوا ہی- جن لوگون
نے اس دین مبین کے بعض شرائع واحکام کے مصالح واغراض واقعی سے چشم پوشی
کی ہے وہ یہ سمجھے ہین کہ ان احکام کا بادی النظر مین سخت ہونا اور اس زمانہ کے خیالات
کے موافق نہونا اسکی دلیل ہے کہ یہ دین تمام عالم مین جاری ہونیکا مدعی ہرگز نہین ہو سکتا-
لیکن اگر یہ لوگ قوانین واحکام کے مصالح کو ذرا بھی تحقیق کرتے اور واقعات تاریخی کو
ذرا بھی ایمانداری سے جانچتے تو اونکو بخوبی ثابت ہو جاتا کہ وہ احکام جو اس زمانہ کے
حوائج یا تعصبات کے موافق نہین معلوم ہوتے ہین صرف چند روزہ ہین یعنی اوس زمانہ
کے مصالح پر مبنی ہین- اسلام کے متعصب دشمنون نے اس دین حنیف کی آزادی اور
اسکی وسعت وفراخی کو اور اوس رعایت ومروت کو جو یہ دین اور ادیان سے کرتا ہے
جنمین اخلاق عامہ کی پابندی ہی ان سب باتون کو غلط سمجھا ہی اور غلط لکھا ہے یا
بگاڑ کر بیان کیا ہی یا عمداً چھپا ڈالا ہی- چنانچہ قرآن مجید مین لکھا ہی- اِنَّ الَّذِیْنَ
اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ هَادُوْا وَالنَّصٰرٰی وَالصّٰبِئِیْنَ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ
وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ[۱]

یورپ مین جو ایک معقول پسند مذہب اب نکلا ہی اوسکی تاریخ ایک صاحب نے[۲]
لکھی ہے- اوس تاریخ مین وہ لکھتا ہی کہ "بعض زمانے ایسے ہوتے ہین جنمین
نیکی کے خیال سے دین پیدا ہوتا ہی اور بعض زمانے ایسے ہوتے ہین جنمین معصیت
کے خیال سے دین پیدا ہوتا ہی" اس قول کے معنی یہ ہین کہ پہلی صورت مین انسان
کو اپنی بزرگی یعنے اپنی اشرف المخلوقات ہونیکا تصور صدور افعال نیک کا باعث ہوتا ہی

۱ سورۃ البقر آیت ۵۹-۱۲ مؤلف ۲ لیکی صاحب کی تاریخ جسمین یورپ کی معقول پسند مذہب کا حال

اور دوسری صورت مین انسان کا معصیت مین بالکل آلودہ ہونیکا تصور محرک اوسکے افعال کا ہوتا ہی - چنانچہ فلسفۂ یونان اور فلسفۂ روم قدیم پہلے اصول پر مبنی تھا اور دین مسیحی دوسرے اصول پر مبنی ہے -

تمام ملل و ادیان مین سے صرف اسلام ہی ایسا دین ہی جسمین یہ دونون اصول جمع ہین - یہ اعتقاد کہ قیامت مین آدمی کا انصاف فقط اوسکے اعمال سے کیا جائیگا ہر مسلمان کو نفس کشی اور سب بندگان خدا سے نیکی کرنیکا باعث ہوتا ہی اور یہ اعتقاد کہ خداوند عالم حاضر و ناظر اور رحمٰن و رحیم اور قادر مطلق ہے اسکا باعث ہوتا ہی کہ وہ رب العالمین کی درگاہ مین عجز و فروتنی کرتا ہی اور جہاد نفس کرتا ہی یعنے صبر و تحمل اور توکل اور مصائب والآلام مین ثبات و استقلال اپنا شعار رکھتا ہی جس سے مخالفین نے اسلام کو یہ الزام دیا ہی کہ "وہ اس دین مین اعمال نیک نہایت سخت ہوتے ہین" اور بقول لیکی صاحب مورخ کے یہی اعتقاد ہر مسلمان کو اسکا باعث ہوتا ہی کہ عالم خوف و رجا مین وہ اپنے نیت اور اپنے افعال کے اسباب کو دیکھتا رہتا ہی اور اپنی قوت پر بھروسا نہین کرتا بلکہ خیر و شر کے جھگڑے مین ہمیشہ فضل خدا اور رحمت الٰہی پر توکل کرتا ہے -

پس اسلام مین وہ سب عمدہ ترین اصول جمع ہین جو از آدم تا ایندم انسان کے نفس پر موثر ہوے ہین -

بعض مذاہب مین وہ احکام جو فرائض و عبادات سے متعلق ہین بالکل عمل پذیر نہین ہین اور اوس سے ثابت ہوتا ہی کہ ان احکام کا واضع انسان کی طبیعت کے خاصے سے بالکل آگاہ نہ تھا بلکہ محض بیہودہ کے سے برا نکا کرتا تھا ایسے احکام کو اس دار الامتحان مین جو دیکھا تو عبث و بیکار پایا - ہر مذہب کو تمام عالم پر حاوی ہونیکا سچا

[illegible]

[illegible] تاریخ مذاہب [illegible] صفحہ [illegible] اخلاق ملا حسین واعظ کتاب الاخلاص ملاحظہ [illegible]

سوال یہ ہے کہ وہ کتنا عمل پذیر ہے اور اوسکی تاثیر بنی آدم کے عام تعلقات پر اور روزمرہ
کے امور پر اور عوام الناس کے قلوب پر ایسی ہوئی ہے یا نہین۔ کسی مذہب کی
حقیقت چند نفوس قدسیہ کو دیکھنے سے نہین معلوم ہو سکتی ہے۔ بلکہ عوام الناس
پر نظر کرکے اوسکی حقیقت واقعی دریافت کیجاتی ہے۔ اور یہ پوچھا جاتا ہے کہ کیا اس
مذہب کا اثر موثر عوام الناس پر ہوا ہے۔ کیا یہ مذہب اونکی رفعت و بزرگی کا باعث
ہوا ہے۔ کیا اس مذہب مین عوام کی ہدایت کے لئے خیر و شر حق و باطل مین تمیز
کرنے کے واسطے قواعد منضبط کردیے ہین۔ اگر یہ مذہب اقصیٰ جزائر جنوبی مین جاری
کیا جاے یا افریقہ کے حبشیون کو تلقین کیا جاے تو اونکی ترقی و تعلی کا باعث ہوگا
یا تنزل و انحطاط کا سبب ہوگا۔ اہل بصیرت ہر مذہب کے باب مین یہ سوالات
ضرور کرتے ہین۔ یہ شرف اسلام ہی سے مخصوص ہے کہ اس دین مین اعلیٰ درجہ کی
عقل نہایت معقول و مناسب عمل کے ساتھ جمع ہے اس دین نے طبیعت بشری
سے کبھی تجاہل نہین کیا اور اون پیچیدہ راہون مین اپنے تئین کبھی نہین پھنسایا
جو واقع اور نفس الامر کی حد سے باہر ہین۔ اسلام کا مقصود بھی مثل اور ادیان کے
یہی تھا کہ انسان کو ترقی دیتے دیتے کمال محض و مطلق کے درجہ تک پہونچادے مگر
اسلام نے اس مقصد کو یون حاصل کیا ہے یا حاصل کرنے کی کوشش کررہا ہے کہ اس
قول حق کو خوب سمجھکر تسلیم کرلیا ہے کہ اس عالم فانی مین انسان ہمیشہ ناقص رہا ہے
اور ناقص رہیگا۔ اگرچہ شارع اسلام کا یہ قول نہین ہے بلکہ بانی دین مسیحی کا ارشاد
ہے کہ "اگر تیرا بھائی تیرے ایک گال پر طمانچہ مارے تو تو دوسرا گال بھی اوسکی طرف
پھیردے" اور اگرچہ شارع اسلام نے اجازت دی ہے کہ جو شخص عمداً کسی پر ظلم کرے

اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقَاتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُ ۙ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ

بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ

اوسکی سزا اوسکو اوسقدر دیجاے جسقدر اوسنے ضرر پہونچایا ہو - مگر ساتھہی اسکے شارع
اسلام نے پُرجوش الفاظ مین اور ہزارہا [illegible] پیرایون مین یہہ بھی تو فرمایا ہے کہ عفو و
درگذر و جود و احسان اپنا شعار رکھو اور بدی کا بدلہ نیکی سے کرو - چنانچہ قرآن مجید
مین آیا ہے - وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَا اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ
وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِيْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ
پھر بہشت کے باب مین فرمایا ہے کہ - وَسَارِعُوْا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ
وَالْاَرْضُ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ
عَنِ النَّاسِ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ
فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ

یہ مقدس احکام جہوٹے زہد اور مصنوعی خداپرستی کے دام مین نہین پھنسے ہوے ہین
بلکہ ہر مسلمان کی زندگانی کے واقعی اور عملی اصول یہی ہین - اور مذاہب کے باخدا لوگون
نے جو صبر و تحمل مصائب و آلام مین کیا ہے وہ بھی صفحہ تاریخ پر لکھا ہوا ہے اور اخلاق
[illegible] اون لوگون کی صبر و شکیبائی کی ہمیشہ تعریف کیا کیئے ہین - مگر عالم
ادبار مین یعنی اوسوقت جب آدمی اپنے دشمن یا ضرر پہونچانے والے سے انتقام لینے
کی قدرت نہین رکھتا اوس ضرر کو برداشت کرنا اور ضرررسان کے قصور کو معاف کردینا
آسان تر ہے بہ نسبت اسکے کہ اقبال کے زمانہ مین کوئی شخص ایسا کرے - چنانچہ امام
[illegible] شہید کربلا حضرت امام حسینؑ کے باب مین لکھا ہے کہ ایک مرتبہ آپ کھانا نوش
فرمانے کو بیٹھے تھے کہ غلام نے جلتے ہوئے کھانے کی قاب آپ پر انڈیل دیے اور فورًا
آپ کے قدمون پر سر رکھکر یہ آیت پڑھی - وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ
حضرت امام حسینؑ نے فرمایا کہ مین غصہ نہین ہون - اوس غلام نے پھر عرض کیا کہ

وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ آپؑ نے فرمایا مین نے تجھکو معاف کیا۔ پھر اوسنے
عرض کیا۔ وَاللّٰہُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ آپؑ نے فرمایا جا مین نے تجھکو آزاد کیا اور چار سے
درہم[۱] بھی دیئے۔

علامہ زمخشری نے تفسیر کشاف مین اسلام کے احکام کا ملخص وہ آں یہ لکھا ہے
"وہ جس شخص نے تجھکو رد کر دیا ہو اوسی سے تو پھر رجوع کر جسنے تجھسے لے لیا ہو اوسکو
تو دے۔ معاف[۲] کر اوسکو جسنے تجھے ضرر پہونچایا ہو۔ کیونکہ خداوند عالم اس بات کو
دوست رکھتا ہی کہ اوسکے کمالات کی جڑین تمہارے قلوب مین جم[۳] جائیں"

ہم اس باب کو آیات ذیل پر ختم کرتے ہین وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَی
الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُوْنَ قَالُوْا سَلَامًا وَالَّذِیْنَ یَبِیْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّ
قِیَامًا وَالَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا اِنَّهَا
سَاءَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا وَالَّذِیْنَ اِذَا اَنْفَقُوْا لَمْ یُسْرِفُوْا وَلَمْ یَقْتُرُوْا وَكَانَ بَیْنَ
ذٰلِكَ قَوَامًا وَالَّذِیْنَ لَا یَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا یَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ
اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا یَزْنُوْنَ وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِكَ یَلْقَ اَثَامًا یُّضَاعَفْ لَهُ الْعَذَابُ یَوْمَ
الْقِیٰمَةِ وَیَخْلُدْ فِیْهٖ مُهَانًا اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ یُبَدِّلُ اللّٰهُ
سَیِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاِنَّهٗ یَتُوْبُ اِلَی
اللّٰهِ مَتَابًا وَالَّذِیْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِاٰیٰتِ رَبِّهِمْ لَمْ یَخِرُّوْا عَلَیْهَا صُمًّا وَّعُمْیَانًا وَالَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ
رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّیّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْیُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِیْنَ اِمَامًا اُولٰٓئِكَ
یُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوْا وَیُلَقَّوْنَ فِیْهَا تَحِیَّةً وَّسَلَامًا خٰلِدِیْنَ فِیْهَا حَسُنَتْ

[۱] یہ روایت سیل صاحب نے باب ششم ترجمہ قرآن مجید مین نقل کی ہی اور گبن صاحب نے بھی اپنی تاریخ زوال سلطنت روم مین اسکو نقل کیا ہی۔ مگر دونون نے اسکو سہواً حضرت امام حسنؑ کیطرف منسوب کیا ہی۔ تفسیر حسینی صفحہ ۱۰۹۔ اور حاشیہ ۲ متعلقہ باب ہذا ملاحظہ ہو ۱۲ مؤلف [۲] وہ حدیث نبوی جو اس باب مین مشکٰوۃ باب فی الوداد سے منقول ہے اور سطر ت باب ۱۲ حسین عفو جرائم کا بیان ہی ملاحظہ ہو ۱۲ مؤلف [۳] علامہ زمخشری کی تفسیر کشاف مطبوعہ مصر صفحہ ۲۸۰ ملاحظہ ہو ۱۲ مؤلف

حواشی متعلقہ باب ۱۲

حاشیہ ۱

واضح ہو کہ [illegible] جو احکام اور اوامر و نواہی جو ماکولات و مشروبات کے باب میں آنحضرتؐ سے منقول ہیں اوس زمانہ کے مناسب [illegible] تھے - پس جب وہ مصالح اور وہ حوائج نہ باقی رہے تو اون احکام کی ضرورت بھی نہیں باقی رہی [illegible] گمان کرتے ہیں کہ اسلام میں کل احکام بالضرورۃ تغیر پذیر نہیں ہیں وہ تواریخ سے چشم پوشی کرتا ہے اور اوس کمال کا خیال نہیں کرتا جو [illegible] انسانی حاصل کرتی جاتی ہے - ایسے حضرات کی خدمت میں میری گذارش ہے کہ ابن خلدون کے قول کو ملاحظہ کیجئے یہ مورخ نہایت جلیل القدر ہے - قولہ "آدمی امر حق جبھی دریافت کرسکتا ہے اور سہو اور خطا سے جبھی بچ سکتا ہے کہ جب احکام شرع کو خوب نظر تعمق سے دیکھے اور کمال احتیاط سے جاری کرے اگر صرف اون احادیث پر بھروسا کیا جاسے جو پیغمبر خدا یا صحابہؓ سے منقول ہیں اور اون قواعد کو مطلق دخل نہ دیا جاے جو تجربہ اور مشاہدہ پر مبنی ہیں اور جو اصول اولیہ سیاست مدن سے مستنبط کئے گئے ہیں اور اصناف انسان کے مزاج [illegible] اور دیگر امور کا لحاظ کر کے بنائے گئے ہیں - اگر اگلے زمانہ کے حوادث کا قیاس اس زمانہ کی ضرورتوں پر نہ کیا جاسے اور غائب کا قیاس حال پر نہ کیا جاے تو آدمی خطا سے نہیں بچ سکتا اور راہ حق سے ضرور بہک جائیگا"

جو احکام آنحضرتؐ کے ماکل و مشارب سے متعلق ہیں بقول حکماء کے اونکی دو قسمیں ہیں کمی اور کیفی - کہانے پینے اور امور میں افراط کرنے کی ممانعت منہیات کمی میں داخل ہے - ان احکام کی علت یہ ہوئی کہ عرب میں ایک خاص قسم کی وحشیانہ پرخوری اور عیاشی رائج ہوئی جاتی تہی - اور ان احکام کی علل و اغراض قرآن مجید میں بہی کہیں کہیں کنایۃً لکہی ہیں - یہ ظاہر ہے کہ گوشت خوک کی ممانعت قطعی جو منہیات کیفی میں داخل ہے حفظ صحت کے خیال سے کیگئی ہے اور اس جانور کا گوشت اوسوقت تک ضرور حرام رہیگا جبتک اسکی طبیعت خبیث رہیگی اور اسکے گوشت سے امراض پیدا ہونگے - علی ہذا القیاس رقص و سرود کی ممانعت بہی منہیات کیفی میں داخل ہے - اور اسکی علت یہ ہوئی کہ مشرکین عرب اشتروثؔ[1] اور ملخ اور بعل اور لاتؔ[2] و منات و جبل و عزّی کی پرستش میں فحش آمیز ناچ رنگ کرتے تہے -

---

[1] ان تینوں بتوں کی پرستش اہل شام اور اہل فنیسیہ کرتے تہے ۱۲ مترجم [2] یہ بُت خاص عرب کے تہی ۱۲ مترجم

حاشیہ ۲ متعلقہ باب ۱۲

جو آیات قرآن مجید ہمنے اس دعوی کے اثبات میں نقل کیے ہین کہ اسلام کل مذاہب اور سب قوموں کی بہتری چاہتا ہے - اس آیت کے منافی نہیں ہیں جو سورہ آل عمران میں ہے وَمَن يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَن يُقْبَلَ مِنْهُ واضح ہو کہ شارع اسلام نے بہی حضرت عیسیٰ کیطرح صرف مہذب و مصلح ادیان سابقہ ہونیکا دعوٰی کیا تہا یعنے آپؐ شرائع سابقہ کی تکمیل کرنے کے لیے مرسل ہوے تہے اونکو محو کردینے کے لیئے نہیں بہیجے گئے تہے اور جو اصول آپؐ نے تلقین کئے وہ اون اصول کی بالکل موافق ہیں جو زمانۂ قدیم کے مصلحان دین اور معلمان اخلاق نے تعلیم کیے تہے - یعنی آنحضرتؐ نے اپنے دین کو ہمیشہ حضرت ابراہیمؑ اور حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ

دین ظاہر فرمایا - پس جسطرح ہمارے ذہن مین ہے اوسیطرح آنحضرتؐ کے ذہن مبارک مین بھی اسلام وہ دین تھا
جسمین تمام فرائض اخلاقی جو عقل صائب اور وجدان سلیم کے نزدیک مستحسن ہین جمع تھے - لہذا اس آیت مین
جو سورہ آل عمران سے نقل کئے گئے اون لوگون کیطرف اشارہ ہے جو ایسے افعال کرتے تھے جو امر حق کے خلاف
اور انسان کی فطرتی حسن سیرت کے منافی تھے -

قطع نظر اسکے پانچوان سورہ یعنی سورہ توبہ جسمین تمام بندگان خدا کی بہتری چاہنے کے اصول کو نہایت
وسیع طور سے بیان کیا ہے سب سورون کے بعد نازل ہوا ہے اور خود مورخین عیسائی نے اسکو تسلیم کیا ہے
پس اگر یہ فرض بھی کیا جاوے کہ تیسرے سورہ یعنے سورہ آل عمران مین اسلام کی تخصیص کر دے ہے
تو بھی یہ تسلیم کر لینا پڑیگا کہ اوسکے بعد جو سورہ نازل ہوا ہے اوس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس باب خاص مین
وحی الہام کی تکمیل و توسیع ہوتی جاتی تھی - آگے چلکر ہم اس دعوی کو ثابت کرینگے کہ کل معلمان بنی آدم
اور مجددان اخلاق کے نفوس قدسیہ مین تمام عالم کی بہتری کا خیال تدریجاً پیدا ہوا ہے اور اس کلیہ سے حضرت
محمدؐ اور حضرت عیسیٰؑ یہ دونون بزرگوار مستثنے نہین ہین - ۱۲ مولف

حاشیہ ۳ متعلقہ باب ۱۲

حضرت امام حسینؑ حضرت علیؑ کے صاحبزادے اور رسول اللہؐ کے نواسے تھے - بنی امیہ کے خدع و فریب سے خلافت
یزید ابن معویہ ابن ابو سفیان کے ہاتھ لگی تھی - اس بدترین اشقیاء ہست بلکہ شقی ترین بنی آدم نے نیرو[۱]
اور ڈومشین اور کیلی گیولا کو بھی مات کر دیا تھا - اس شقی کی ہمت ہمیشہ اسی مین مصروف رہتی تھی کہ وہ
قبیح رسوم و عادات اور وہ کثیف طرز معاشرت جو زمانہ جاہلیت مین جاری تھا اور جسکو تھوڑا ہی عرصہ
گذرا تھا کہ رسول اللہ صؐ نے کیسی جانفشانی کر کے عرب سے ترک کرا دیا تھا دوبارہ اسلام[۲] مین جاری
کرے - اہل کوفہ کی منت و سماجت سے حضرت امام حسینؑ اس ملعون کو راہ راست پر لانے کو آمادہ ہوے
اور میدان کربلا مین جو دجلہ اور فرات کے دوآبہ مین واقع ہے مع خویش و برادر و فرزند شہید ہوئے اور اہل بیت
مین سے صرف ایک بزرگوار باقی رہگئے - تاریخ عالم مین صرف ایک معرکہ ایسا نظر آتا ہے جو اون عبرت انگیز
اور حسرت خیز واقعات سے کچھ مشابہت رکھتا ہے جو میدان کربلا مین گذرے - اور تاریخ عالم مین کوئی شخص
ایسا شجاع و جری اور عالی ظرف و بلند ہمت اور پاک طینت و قدسی صفت نہین نظر آتا جیسے حضرت علیؑ[۳] اور
حسین ابن علیؑ تھے - اگر معاصی عباد کا کفارہ اور تقرب خدا کا وسیلہ آدمی کو درکار ہے تو حضرت امام حسینؑ
کی شہادت سے اس مقصد کی تکمیل ہو گئی اور دین اسلام مین ایک روحانیت اور نظافت پیدا ہو گئی یعنے تمام
قبائح و ارجاس سے پاک ہو گیا - فقط

[۱] یہ تینون قیاصرہ روم الکبری تھے جنکا ظلم و جور اور فسق و فجور تاریخ مین ضرب المثل اور عبرۃ للناظرین ہے ۱۲ - مترجم [۲] السنر صاحب کی تاریخ مسمے بہ تاثیرات دین محمدی صفحہ ۳ - ملاحظہ ہو ۱۲ - مولف [۳] ڈاکٹر النجر صاحب کی تاریخ یہود و مشرکین جلد ۲

تیرھوان باب

دین اسلام اس دنیا مین بہت بڑا کار عظیم انجام دیچکا ہے اور ہنوز انجام دے رہا ہے لہذا ضرور ہے کہ اس دین کی ترقی و عروج کے اسباب اور بنی آدم کے [illegible] حالات مین جو کامیابی اسکو حاصل ہوئی ہے اوسکی وجوہ کی تحقیق کیجائے۔ آنحضرت صلعم کے دشمنون نے اکثر یہ طعن کیا ہی کہ آپ کا دین بزور شمشیر شایع ہوا اور تلوار ہی کے زور سے قائم رہا اگرچہ تلوار سے پیدا نہین ہوا۔ ہمکو امید ہی کہ شیوع اور ترقی اسلام سے متعلق جو سوانح اور واقعات ہین اونکو بہ تعمق نظر ملاحظہ کرنے سے یہ مطاعن مخالفین اسلام کے بالکل باطل و عاطل ہوجائینگے۔

جس وقت سے آنحضرت صلعم مدینہ مین تشریف لائے تھے آپ کا انجام اور آپ کی امت اور اونکے حامیوں ان لوگون کا انجام جنہون نے بڑی خوشی سے آپ کو بلا کر مدینہ مین رکھا تھا ایک ہی تھا۔ آپ کا قتل ہونا کل گروہ مہاجرین و انصار کی نیست و نابود ہوجانیکا باعث ہوتا۔ قریش اون لوگون سے انتقام لینے پر ہمہ تن آمادہ تھے جنکو وہ کہتے تھے کہ اپنے آبائی مذہب اور دین سے منحرف ہو کر مرتد ہوگئے ہین۔ مشرکین قریش نے آنحضرت صلعم اور صحابہ کرام کی ہجرت پر بھی اکتفا نہ کی۔ بلکہ اونکا مقصود اصلی کل اسلام کو زائل اور فنا کر دینا تھا۔ لہذا مسلمانون کو صرف اپنے نفس کے تحفظ کے لیے یہ حکم دیا گیا[١]

وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ

جن مورخین عیسائی نے آنحضرت صلعم کا تذکرہ یعنی سوانح عمری لکھی ہین آپ پر طعن کرنا اونھون نے اپنا شعار کر لیا ہے اور اونکی طعن کی وجہ فقط یہ معلوم ہوتی ہی کہ دشمنون کے حملون سے آپ نے اپنے تئین اور اپنے رفقا کو بچایا۔

١؎ [illegible] صاحب کا تذکرہ [illegible] اسلام اور [illegible] کی تاریخ اسلام اس باب مین ملاحظہ ہو [illegible] صاحب نے اس مقام پر نہایت سخت کلامی کی ہی اور [illegible]

یہ سچ ہے کہ بعض برگزیدگان خدا دنیا مین وقتاً فوقتاً پیدا ہوے ہین اور سوء اتفاق اور گردش تقدیر سے مجبور ہو کر خدا کی راہ مین اور اعلاء کلمۃ اللہ کی کوشش مین شہید ہوے ہین۔ اور بعض لوگ ایسے بھی گذرے ہین جنہون نے خلل دماغ کیوجہ سے اوس امر کا دعوی کیا جسکی تکمیل اونسے نہ ہو سکی۔ الغرض۔ مخبوط بھی گذرے ہین اور مجذوب بھی ہوے ہین جنہون نے اپنی مجنونانہ حرکات کی سزا پائی ہے۔

مگر اس سے یہ کہان لازم آتا ہے کہ مثلاً اگر حضرت عیسیٰ مصلوب ہوے یا مسلیمہ کذاب اپنی کذابیت اور مجذوبیت کی سزا کو پہونچا تو (معاذ اللہ) آنحضرت کو بھی اونکی تقلید کرنا فرض تھا اور بے اپنی رسالت کی اتمام و تکمیل کے شہید ہو جانا لازم تھا۔ نہ آپ کو عقلاً یہ واجب تھا کہ صرف اوس چیز پر جسکو اس زمانہ مین خیال خام کہتے ہین اپنی جان عزیز اور اوس سارے گروہ عظیم کی جانین جسکے آپ ہادی و پیشوا تھے تصدق کر دیتے۔ جس وقت سے آنحضرت نے مکہ سے ہجرت فرمائی تھی مشرکین قریش آپ کی اور اصحاب پاک کے قتل پر تلے ہوے تھے۔ اب بجز اونکے مقابلہ کیے جانبر ہونا ممکن نہ تھا۔ اور مسلمانون کو دو باتون مین سے ایک بات ضرور کرنی پڑی۔ یعنی یا اپنے تئین قتل کرا دین یا جب اون پر کفار حملہ کرین تو اوسکو دفع کرین۔ اونھون نے اس دوسرے امر کو ترجیح دی اور راہ خدا مین جہاد کر کے آخر دشمنان خدا کو زیر کیا

اب باقی رہی یہود وہ عداوت قلبی مسلمانون سے رکھتے تھے اوسپر طرہ یہ ہوا کہ دغا اور بے ایمانی کی اور نہایت مضبوط و مستحکم عہود و مواثیق کو بہم شکست کیا۔ لہذا مسلمانون کو سوا اسکے کچھ چارۂ کار نہ باقی رہا کہ اپنے قلیل و ضعیف گروہ کی حفاظت کے لیے ان دشمنان خدا کو بھی انکے کردار زشت کی سزا دین۔

اب ہم اُن لڑائیون کو جو مسلمانون نے محض حفظ جان اور حفظ آبرو کے لیئے

مشرکین قریش اور یہود سے کی تھین اوس ہولناک جدال وقتال سے مقابلہ کرتے ہین جو یہود اور نصاریٰ بلکہ مجوس نے بھی اپنے اپنے دین کو شائع کرنے کے لیئے کیے تھے یہود نے جو اپنے زعم ناقص مین کفار سے جہاد کئے تھے اونمین ایک عجیب صفت یہ تھی کہ مرد وزن اور اطفال شیرخوار اور جانورون تک کو تہ تیغ بیدریغ کیا تو ماجور و مثاب ہوے اور جو کسی جاندار چیز کو بے قتل کیے چھوڑ دیا تو ملعون و معتوب ہوئے —

اب نصاریٰ کو ملاحظہ کیجیے کہ انکی پیغمبر نے جو حلم وخاکساری کا حکم کیا تھا وہ انکے قدمار نے نشۂ حکومت مین سب بھلا دیا تھا۔ جسوقت سے دین مسیحی نے قوت پکڑی اور ایک گروہ کثیر گروہ نے اوسکو قبول کر لیا بس اوسیوقت سے اس دین نے اور ادیان پر ظلم وتعدی کرنی شروع کر دی۔ بعض مورخین عیسائی نے رسول عربی اور نبی ناصری مین مشابہت ومماثلت پیدا کی ہے۔ انھین سے جن صاحبون کے دل مین حضرت عیسیٰ کی الوہیت اور ابن اللہی کا اعتقاد سمایا ہوا ہے وہ تو اون دنیاوی وسائل کو جنسے رسول عربی نے اپنی امت کی ترقی اور اصلاح فرمائی ہے (العیاذ باللہ) وسائل شیطانی سمجھے ہین اوس حضرت مسیح جو ایسے وسائل کو شاید اسوجہ سے کام مین نہین لائے کہ اسکا موقع اونکو نہین ملا اسکو اونکی الوہیت کی دلیل قطعی جانتے ہین - ہم اس مقام پر بوجوہ دلائل ثابت کرینگے کہ یہ مشابہت ومماثلت نادرست اور ناجائز ہے کیونکہ اول تو یہ تواریخ کی خلاف ہے دوسرے بشریت کی بھی خلاف ہے —

پیغمبر اسلام صلعم اور نبی ناصری کی سوانح عمری مین زمین آسمان کا فرق ہے حضرت عیسیٰ کی [illegible] اونکا دین نفسی چند پر منحصر ومحدود رہا اور وہ بھی از دل مین سے تھے اور [illegible] سے تھے۔ اور اونکی مصلوب ہونیکا باعث یہ ہوا کہ اونھون نے

[illegible] جو علما یورپ کی نزدیک عموماً صحیح ومعقول ہے آنحضرت کو اوس زمانہ کی روایات [illegible] سے غائب ہو گئے۔ اگرچہ اس روایت کو لوگون نے مصنوعی قرار دیا ہے اور [illegible]

[illegible]

علماء یہود کے بے ایمانی اور مکر وزور کی مذمت اس زور و شور سے کی کہ اونکو طیش آگیا
اور اوس ناخدا ترس قوم یعنے یہود کو اونسے ایسی عداوت قلبی پیدا ہوگئی کہ کسیطرح نہ مٹی
الغرض حضرت عیسیٰؑ کو جب یہود نے صلیب دیدی تو اوسوقت اونکے پیروان خاص نہ تو
اتنی کثرت رکہتے تھے اور نہ اتنی قوت رکہتے تھے کہ کچھ احکام اور قوانین شرع کی ضرورت اونکو
ہوتی یا باہم متفق ہوکر اپنے پیغمبر کے احکام و نصایح کو شایع کرتے یا فریق غالب یعنے
یہود کی ظلم و تعدی سے اپنے تئین بچاتے - چونکہ حواریین مسیحؑ اوس زبردست قوم کے
تھی جو صاحب شرع تھے اور محدود و معیّن قوانین کہتے تھے جنکی تعمیل اور پابندی حاکم
وقت کراتا تھا لہذا حواریین کو اپنے دین کی ترتیب و انتظام کا موقع نہ ملا اور نہ خود حضرت
مسیحؑ کو اخلاق عملی کے قواعد بنانے کی ضرورت ہوئی - ایسے قواعد کی ضرورت اوسوقت
معلوم ہوئی جبکہ عیسائیون کی زیادہ کثرت ہوئی اور اوسوقت اتباع حواریین مین سے
ایک شخص[ا] نے جو افلاطون حکیم کی فلسفہ مین عبور رکہتا تھا اپنی طبع آزمائی اور حکمت نمائی
اور فلسفہ پیرائی کرکے اپنے پیشوا کے احکام کی شخصیت اور سادگی کو غارت کردیا -
حضرت عیسیٰؑ کیطرح حضرت خاتم الانبیاءؐ کے لیئے بھی یہی ہوا کہ ابتداء بعثت سے آپؐ کے
امّت آپؐ کی عداوت اور مقابلہ پر آمادہ ہوگئی - اور ابتداء مین آپؐ کے اصحاب بہی قلیل
اور ضعیف تھے - اور آپؐ کی بیشتر بھی ایسے خاصان خدا گذرے تھے جنہوں نے بہت سے
کے دام سے اپنے تئین چھڑایا تہا اور اپنے نفس مین خود غرض کرکے اپنے خالق کو پہچانا تھا
اور آپؐ نے بھی حلم و بردباری اور لطف و احسان اپنی امّت کو تعلیم کیا تھا -
مگر آنحضرتؐ اوس قوم مین مبعوث ہوئے تھے جو ضلالت مجسم اور جہل مرکب تھی -
جسکے رسوم و عادات خبیث اور وحشیانہ تھی - جو جدال و قتال کو حاصل زندگانی سمجھے تھی
اور جسپر اگر یونانیون اور رومیون کی شرک و بت پرستی نے کچھ اثر نہ کیا تہا تو اونکی تہذیب

و انسانیت کا اثر ہی اوس قوم پر کچھ خاک نہ ہوا تھا۔ پہلی تو آنحضرتؐ کی زجر و توبیخ پر
اوس جاہل قوم نے تمسخر کیا بعد اوسکے اوسکو غیظ آیا اور خواہش انتقام پیدا ہوئی مگر
تاہم آپؐ کے اصحاب کی کثرت ہوتی گئی اور وہ قوت پکڑتے گئے یہانتک کہ جب اہل مدینہ
نے آپؐ کو طلب کیا تو جس کار عظیم پر آپؐ آمادہ ہوے تھے اوسکا انجام بخیر ہوا جسوقت
سے آپؐ نے اوس جائے پناہ کو قبول فرمایا جو اہل مدینہ نے ایسی نیک نیتی سے آپؐ کو نذر
دی تھی اور جسوقت سے اہل مدینہ نے آپؐ کو اپنا پادشاہ دین و دنیا دونون قرار دے لیا
اوسیوقت سے آپؐ کا اور اونکا حال ایک ہو گیا اور اوسیوقت سے مشرکین
قریش اور اونکے شرکاء یعنے یہود کے بغض و عناد سے مسلمانون کو اپنی
حفاظت و حراست نہایت بیدار مغزی کے ساتھ کرنی پڑی۔ سبحان اللہ
ایک چھوٹے سے شہر پر ہزار ہا قبائل عرب کے متفق و متواتر حملون کو روکنا
پڑا۔ پس ایسے ہنگام مین اکثر سخت تدارک کرنے کی ضرورت ہوتی تھی تاکہ
مسلمانون کے گروہ کا وجود باقی رہے۔ اور جب سمجھانے سے کام نہ نکلتا تھا تو خواہ مخواہ
زبردستی کرنی پڑتی تھی۔ حفاظت نفس کے محرک بھی عقل حیوانی ہوتی ہے پس وہی
عقل حیوانی جو نبی ناصری ۲ کو ایسے محرک قوی اس بات کے ہوے کہ
اونھون نے حواریینؑ کو حکم دیا کہ آلات حفاظت سے کام لو مظلوم و ستم رسیدہ
مسلمانون کو بھی اسکا باعث ہوے کہ جب بیرحم دشمنون نے اونپر حملہ کیا تو
اونھون نے بھی ہتھیار سنبھالے۔

آخر الامر نرمی اور شفقت اور مشقت و جانکاہی سے قبائل عرب کی متفرق و منتشر
اجزا کو فراہم کرکے ایک قوم اور ایک امت کر لی اور سچے خدا کی عبادت اوسکو سکھائی۔ تب
عرب کی سرزمین مین امن و امان ہوئی۔ آنحضرتؐ اوس قوم مین پیدا ہوئے تھے جس سے

زیادہ آتش مزاج کوئی قوم دنیا مین نہ تھی اور جسکی طبیعت مین آگ
اور وہی شدت موجود ہی جو اوس زمانہ مین تھے اور جسکی خواہشین
اور تیز ہین جیسی اوسکی ملک مین لیعنے ریگستان عرب مین آفتاب کی
ایسی تندخو اور خونخوار قوم کو آپ نے صبر و تحمل اور نفس کشی کا ایسا عادی
عدیل و نظیر صفحہ روزگار پر کبھی نہین ہوا اور صفحہ تاریخ پر کہین نہین

جس زمانہ مین آنحضرت صلعم مبعوث ہوی تھے اوس زمانہ مین مختلف
باہمی فرائض کو کوئی جانتا بھی نہ تھا کہ ایک قوم کو دوسری قوم کے ساتھ کیا
اور کیا سلوک کرنا چاہیئے - جب مختلف قومین یا قبیلے باہم لڑتے بھڑتے تھی تو نتیجہ
ہوتا تھا کہ قومی آدمی تہ تیغ بیدریغ کیئے جاتے تھے - اور بیگناہ لوگ لونڈی اور غلام
بنا ڈالے جاتے تھے اور قوم فاتح قوم مفتوح کے معبودون لیعنے بتون کو لوٹ لیجاتی تھے
تیرہ ۱۳۰۰ سے برس کی عرصہ مین رومیون نے ایک ایسا سلسلہ قوانین اختراع کیا تھا جو وسیع
بھی تھا اور مضامین عالیہ سے مملو بھی تہا مگر اوس اخلاق کو اور اوس انسانیت
و مروت کو جو ایک قوم کو دوسری قوم سے کرنی چاہیئے رومی خاک بھی نہ سمجھے تھے - وہ
اس غرض سے لڑائیان لڑتے تھے کہ گرد و نواح کی قومون کو مغلوب و مقہور کرین
اور جب کسی قوم پر فتح پاتے تھے تو اوسکو اپنی مرضی کا تابع بنا لیتے تھے - اور اونکے
نزدیک عہد و پیمان کرکے پہر نقض عہد اور پیمان شکنی کرنا کچھ بڑی بات نہ تھی بلکہ مصالح
وقت پر مبنی تھے - اور دوسری قومون کی آزادی کو وہ کوئی چیز نہ سمجھتے تھے - دین مسیحی
کے جاری ہونے سے بھی اون خیالات مین کچھ تغیر و تبدل نہوا جو اس دین کے سرداران

لہ یہ واقعہ تاریخی ایسا مشہور و معروف ہی کہ اسکی سند لکھنی کی کچھ ضرورت نہین ہی ۱۲ مؤلف سلہ جو قومین سام بن نوح
کی اولاد سے ہین اونکی نسبت مقتضی انصاف یہی ہی کہ اس مقام پر یہ بیان کیا جاے کہ بڑے بڑے جلیل القدر فقہا اور مقننین
جو روم قدیم مین گذری ہین وہ سب بنی سام تہے لیعنے فنیشیہ یا صور یا کارتھیج کی رہنے والے تہی ۱۲ مؤلف سلہ دانتیج صاحب

قومی فرائض کے باب مین رکھتے تھے۔ عیسائیون کے زمانہ مین بھی لڑائی مین وہی بیرحمیان اور وہی قتل وقمع اور لوٹ مار ہوتی تھی جو رومیون کے عہد مین ہوتی تھی اور فاتحین مفتوحین کو بلا تکلف لونڈی غلام بنا ڈالتے تھے اور عہد وپیمان کر کے پھر پیمان شکنی کرنا بے ایمان سرداران فوج کی راے پر موقوف تھا۔ الغرض دین مسیح نے قومی اخلاق کا کچھ تصفیہ نہ کیا اور اس باب خاص مین اس دین کے پیرو معرض شک وابہام مین پڑے رہے۔ اس زمانہ کے محققین مسیحی نے اس قومی اخلاق کے فقدان کو اپنے دین مین ایک نقص عظیم نہین قرار دیا ہے حالانکہ یہ نقص سوجہ سے پیدا ہوا تھا کہ اونکا دین ناقص اور ناتمام چھوڑ دیا گیا تھا بلکہ اس نقص کو مٹانے کی کوشش کی ہے۔ سبحان اللہ۔ یہ بھی ایک طرفہ تلبیس عقل بشری کی ہی جس سے وہ امور جو افراد بشر کے لیئے جایز ومباح ہین اقوام کے لیے حرام ہوجاتے ہین اور اسکے بالعکس ہوتا ہی۔ دین اور اخلاق یہ دونون لفظ قریب المعنی ہین مگر قانون کے دایرہ سے یہ دونون خارج رکھے گئے ہین۔ دین کا یہ تو کام ہی کہ افراد بشر کے باہمی تعلقات کو قائم اور منضبط کر دے مگر یہ کام دین کا نہین ہے کہ انسان کی مختلف جماعتون اور قومون کی باہمی تعلقات کو شائستہ اور درست کر دی پس دین دین کا ہیکو باقی رہا صرف ایک خواب وخیال ہوگیا یا دین کی حقیقت یہ رہگئی کہ مجالس علمی مین مباحثہ ومطارحہ کے بعد نعرہ تعریف بلند کرنا کہ سبحان اللہ دین کا کیا پوچھنا ہی دین لیا اور دین دلیا اور اسمین کچھ فلسفہ اور اخلاق کو بھی شریک دیا۔ اسکا نام دین ہے۔

ایک عالم نے کیا خوب فرمایا ہی کہ قومی فرائض کی اصل وبنیاد یہ ہے کہ قومون کو افراد سمجھکر یہ تسلیم کر لیا جاے کہ اشخاص سے برتاو کا قانون قومون سے سلوک کرنیکے قانون سے علحدہ نہین ہے بلکہ دونون سے سلوک کرنیکا ایک ہی آئین اور ایک ہی قانون ہے

کیونکہ جیسے افراد کی مجموع کا نام قوم ہے ویسے ہی اقوام کے مجموع کا نام نوع انسان ہے۔ پس قومون کے حقوق اور وہ فرائض جو ایک قوم کو دوسرے کی نسبت بجالانے لازم ہین اون حقوق اور اون فرائض سے علحدہ نہین ہین جو افراد بشر کو ایک دوسرے کی نسبت ادا کرنے واجب ہین۔ یہ سچ ہے کہ جب ممالک مغربی[۵۱] مین کلیسائی[۵۲] روم نے نشو و نما پایا اور اسقف[۵۳] روم کا اقتدار زیادہ ہوگیا تو ممالک عیسائی مین قومی[۵۴] ذمہ داری کا لحاظ کسیقدر رہنے لگا۔ مگر یہ قومی ذمہ داری پیروان کلیسائی روم پر بالکل محدود و منحصر تھی یا شاید کبھی کبھی تابعین کلیسائی یونان سے کچھ رعایت قومی کیجاتی تھی۔ سواے انکے اور تمام دنیا اس ذمہ داری کے فوائد سے محروم کردیگئی تھی بقول ایک مورخ کے کہ دین کے حیلہ سے اور مذہب کی پردہ مین ضعیف قومون پر تعدی[۵۶] کیجاتی تھی اور وہ غلام بناڈالی جاتی تھی۔ کلیسائی روم نے ہر قسم کے ظلم و جور کو جائز کردیا تھا اور اگر کسی بندۂ خدا پر نہایت شدید ظلم اور ناانصافی کیجاتی تھی تو پادری صاحب کی شفاعت سے ظالم داخل جنت ہوتا تھا۔ جس زمانہ مین شارلمین[۵۵] بادشاہ جرمنی نے کلیسا یعنی علماء دین کی اجازت اور منظوری سے کئی مرتبہ قتل عام کیا تھا اوس زمانہ سے اوسوقت تک دیکھئے جبکہ امریکا کی قومین بے جرم و خطا قتل کی گئین اور غلام بناڈالی گئین تو اس مدت مدید مین ایک مسلسل سلسلہ فرائض[۵۷] قومی کو عمداً ترک کرنیکا اور مقتضی انسانیت و مروت کی خلاف کرنیکا پائیگا۔ اہل کلیسا نے خیر و احسان کی اصول

---

۵۱ یعنی یورپ ۱۲ مترجم ۵۲ اس سے مراد نصاری قدیم یعنی فرقہ رومن کیتھولک ہے ۱۲ مترجم ۵۳ یعنی بشپ یا لاٹ پادری ۱۲ مترجم ۵۴ اس لفظ کے معنی یہ سمجھنے چاہیئین کہ وہ آداب و فرائض جو ایک قوم کو دوسرے قوم سے برتنے چاہیئین۔ قومی اخلاق اور قومی فرائض بھی اسیکا نام ہے ۱۲ مترجم ۵۵ یہ بڑا نامی گرامی بادشاہ اوس قوم کا گذرا ہے جسکو فرینک یعنی فرنگی کہتے ہین۔ اسکے عہد مین دین مسیحی کو بڑا فروغ حاصل ہوا اور یہ ہارون الرشید اور مامون الرشید کا ہمعصر تھا ۱۲ مترجم ۵۶ لیکی صاحب کی تاریخ مذہب معقول پسند جو یورپ مین اب نکلا ہے ملاحظہ کیجئے کہ ایک ساری باب مین کلیسا یعنی پادریون کا ظلم و تعدی کیسا [illegible] ۵۷ [illegible]

[illegible]

اوّلیہ کو بالکل بالاے طاق رکھدیا تھا اور جن عیسائیون کا مسلک اونکے مذہب کی ذرا بھی خلاف ہوتا تھا اونپر ظلم و تعدی کرتے تھے۔

مذہب پروٹسٹنٹ[۱] نے جب فروغ پایا تب بھی علماء مسیحی کے مذہبی تعدی مین کچھ فرق نہ آیا۔ اگر وہ جدال و قتال اور ظلم و جور جو عیسائیون کے متضاد فرقون مین باہم ہوا قلمبند کیا جاے تو ایک ضخیم تاریخ ہو جاے۔ چنانچہ ہالم صاحب اپنی تاریخ مین لکھتے ہین کہ "اس دین مہذب[۲] کی مختلف شعبون اور فرقون سے اعظم معاصی یہ معصیت سرزد ہوئی ہے کہ بندگان خدا پر دین مین جبر و اکراہ کرتے ہین اور یہ گناہ ایسا ہے کہ ہر ایک ایماندار آدمی جتنی زیادہ کتب کی سیر کرتا جاتا ہے اوتنی ہی اوسکو اسنے کدورت اور نفرت ہوتی جاتی ہے" الغرض۔ عیسائیون کے جدید فرقون مین باہم یا کلیسائی روم[۳] سے اعتقادات مذہبی اور مسائل دینی مین چاہے کیسا ہی اختلاف عظیم ہو مگر اس باب خاص مین وہ سب متفق الرآے اور متفق اللفظ تھے کہ جو قومین دین مسیحی کے دائرہ سے باہر ہین اونسے کوئی سلسلہ مواجب و حقوق مشترکہ کا قائم رکھنا یا کسی قسم کے فرائض اونکی نسبت بجالانا حرام مطلق[۴] ہے۔ برخلاف دین مسیحی کے یہ بات اسلام کی طینت مین داخل نہین ہے کہ اور اہل مذاہب سے بالکل علیحدگی اور کنارہ کشی اختیار کرے۔ اوس زمانہ جاہلیت مین جبکہ نصف دنیا پر اخلاقی اور تمدنی تاریکی چھائی ہوئی تھی آنحضرت نے وہ اصول تمام بنی آدم کی

---

[۱] یعنی مذہب پروٹسٹنٹ ۱۲ مترجم [۲] ہالم صاحب کی تاریخ آئین سلطنت انگلستان جلد ۱ باب ۲ صفحہ ۷۲ ملاحظہ ہو۔ لیکی صاحب مورخ لکھتے ہین کہ جب کالون نے سرویٹس کو صرف اسوجہ سے زندہ جلا دیا کہ اوسکے اعتقادات تثلیث کے باب مین جمہور علماء کے خلاف تھے تو سب پروٹسٹنٹ فرقون نے کالون کے اس فعل کی بڑی تعریف کی۔ اور ملانکتھن اور بلنجر اور فارل نے اس گناہ کی تعریف مین نامے لکھے اور بیزا نے جو ایک بڑا عالم تھا اس فعل کی تائید مین ایک بڑا رسالہ تصنیف کیا۔ لیکی صاحب کی تاریخ مذہب معقول پسند جلد ۲ صفحہ ۴۹ ملاحظہ ہو۔ ہر ایک صاف قلب آدمی کو اون قوانین انگلستان کے دیکھنے سے کیسا صدمہ روحانی ہوتا ہے جنمین رومن کیتھولک اور ڈسنٹرز اور نان کنفارمسٹ اور فرقون کو صرف اختلاف مذہب کی وجہ سے کیسی کیسی شدید سزائین لکھی ہین کہ العظمۃ للہ ۱۲ مؤلف [۳] یعنی فرقہ قدیم بدمذہب کیتھولک ۱۲ مترجم [۴] گروشیس جو یورپ مین قومی قانون کا بانی ہوا تھا مسلمانون کو اس قانون سے مستثنیٰ کرکے صاف صاف لکھدیا ہے کہ یہ لوگ یورپ کی عیسائی قومون کے ساتھ کسی قسم کے حقوق مشترکہ نہین رکھتے ہین۔

مساوات کی تعلیم فرمائی جنکی قدر اور مذہبون مین بہت کم کیجاتی تھی - اور وہ [illegible]
و احکام جاری کیے جو وسعت اور جامعیت اور لطافت و شرافت کی اعتبار سے سب
شرائع پر فوق رکھتے ہین چنانچہ وہ لائق و فائق مورخ جسکا قول ہمنے سابق ہین نقل کیا ہو
لکھتا ہی کہ یہ دین اسلام بندگان خدا پر عرض کیا گیا مگر کبھی اوسنے جبراً انہین قبول کرایا گیا
اور جس شخص نے اس دین کو بطیب خاطر قبول کرلیا اوسکو وہی حقوق بخشے گئے جو قوم
فاتح کی تھی اور اس دین نے مغلوب قومون کو اون شرائط سے بری کردیا جو ابتداء
خلقت عالم سے پیغمبر اسلام صلعم کے زمانہ تک ہر ایک فاتح نے مفتوحین پر قائم کیے تھے -

قوانین اسلام کے موافق ہر قسم کی مذہبی آزادی اور مذہب والون کو بخشی گئی جو
سلطنت اسلام کے مطیع و محکوم تھے لَا اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ[1] یہ آیت وافی ہدایت
دلیل بین اور برہان قاطع اس دعوی کی ہی کہ اسلام مین اور اہل مذاہب کو مذہبی
آزادی بخشنی اور اونکے ساتھ نیکی کرنیکا حکم ہے - یہ آیت (معاذ اللہ) کسی بے قابو بخت
کے بڑ نہین ہی نہ کسی حکیم فلسفی کا خیال خام ہی بلکہ یہ اوس شخص کا فرمودہ ہی جو ایسی
سلطنت کا بادشاہ تھا جو اپنی قدرت رکھتی تھی اور جسکا انتظام ایسا عمدہ تھا کہ جیسے
اصول کو چاہتے نافذ کرسکتے تھے - دین مین بھی اور سیاست مدن مین بھی اشخاص
اور فرقون نے مذہبی آزادی بخشنے کی ترغیب دی ہی مگر اوسکے عملدرآمد کی تاکید صرف
اوسوقت تک کی ہے جبتک وہ خود بے قابو اور کمزور رہے ہین - لیکن شارع اسلام
نے صرف مذہبی آزادی کی ترغیب ہی نہین دی ہی بلکہ اوسکو احکام شریعت مین داخل کیا [illegible]
بندگان خدا پر لطف و شفقت کرنیکا اصول ہر ایک قوم کے ساتھ برتا گیا [illegible]
محکوم اسلام ہوئی - اور ہر قوم سے اپنے رسوم و اعمال مذہبی کو بلا مزاحمت بجا لانیکے [illegible]

[1] لَا اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ قَدْ تَّبَیَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَیِّ الی آخر قولہ تعالی [illegible]

کچھ برائے نام خراج لیا جاتا تھا اور جب ایک مرتبہ خراج یا جزیہ طے ہو جاتا تھا تو پھر اوس قوم کے عقائد دینی اور امور مذہبی مین مداخلت بیجا کرنا سراسر خلاف شرع اور حرام مطلق سمجھا جاتا تھا - ہم پوچھتے ہین کہ اور مذاہب کی نسبت بھی اتنا کہہ سکتے ہین - دیکھو خود رسول اللہ نے نصاریٰ بنی نجران کو کیا پیغام بھیجا ہے "رسول اللہ صلعم نے بنی حارث اور بنی نجران کے اسقف اعظم اور اور اساقفہ کو اور اونکے مریدون اور راہبون کو باین مضمون نامہ لکھا کہ ہر چیز قلیل و کثیر جس حیثیت سے اب تمہاری کنائس اور خانقاہون مین ہے اوسے حیثیت سی وہ تمہارے پاس باقی رہیگی اور تم اوسے اوسیطرح سے کام مین لاؤ جسطرح اب لاتے ہو - خود خداوند عالم اور اوسکا رسول صلعم عہد کرتا ہے کہ کوئی اسقف اعظم اپنی عملداری سے اور کوئی راہب اپنے خانقاہ سے اور کوئی اسقف اپنے عہدہ سے برخاست نہ کیا جایگا اور اونکی حکومت اور حقوق مین اور کچھ تغیر و تبدل نہ کیا جاے گا اور نہ اوس بات مین کچھ تغیر کیا جاے گا جو اونمین مرسوم و مروّج ہو اور جبتک وہ صلح و آشتی اور تدین کو اپنا شعار رکھین گے اونپر کسی قسم کا ظلم و جور نہ کیا جاے گا نہ وہ کسی پر ظلم و جور کرنے پائین گے"[له]

اس مقام پر ضرور ہی کہ غزوات یعنی اون جہادون کی دوبارہ تحقیق کیجاے جو آنحضرت صلعم نے کفار سے لئے تھے - سابق مین ہم بیان کر چکے ہین کہ مسلمانون نے اور گروہ نواح کے قبائل عرب سی جو لڑائیان ہوئی تھین اونکا باعث یہ ہوا تھا کہ مشرکین بغض و عناد سے مسلمین پر بیجا دست درازیان اور بیرحمیان کرتے تھے اور مسلمانون کو اپنی حفاظت ضرور کرنے پڑتے تھے - سب سے پہلے غزوہ موتہ اور غزوہ تبوک یہ دو لڑائیان ایک غیر سلطنت

له میور صاحب کا تذکرہ پیغمبر اسلام جلد ۲ - صفحہ ۲۹۹ - اور کتاب الواقدی ملاحظہ ہو - چونکہ میور صاحب نے اس نامہ کی اصلیت و واقعیت کو تسلیم کر لیا ہے اسوجہ سے ہمنے بھی اسکو ایسا ہی سمجھکر اس مقام پر نقل کیا ہے گو عموماً کتاب الواقدی کا ہم چندان اعتبار نہین کرتے ہین ۱۲ - مؤلف -

سے ہوئی تھین اور انکا سبب یہ ہوا تھا کہ یونانیون[۱] نے مسلمانون کے سفیر کو مروا ڈالا تھا
وہی اصول جس سے ایک عیسائی بادشاہ[۲] کو ایک غیر ملک پر فوج کشی کرنا صرف اسوجہ سے
جائز ہو گیا تھا کہ ایک جاہل سردار یا امیر نے چند گستاخ قاصدون کو پکڑ رکھا تھا
مسلمانون کے اس فعل کے جواز کی دلیل بھی ہے کہ اونھون نے بے ایمان اور دغاباز
یونانیون کو اوس ظلم اور ناانصافی کی سزا دی جسکو سب انصاف پسند لوگ مکروہ و مذموم
جانتے ہین - اگر مسلمان مشرقی عیسائیون کو لیعنے نصاری روم کو اوس سفیر کے خون
ناحق کی سزا نہ دیتے تو غالباً نصاری یہ طعن اسلام پر نہ کرتے کہ یہ دین بزور شمشیر
شایع کیا گیا ہے - غزوہ موتہ ناتمام رہا اور غزوہ تبوک جسمین شر عیسائیون کیطرف
سے ہوا تھا اور جسمین مسلمانون نے صرف یہ چاہا تھا کہ ہرقل کی افواج کو یکجا نہ ہونے
دین اسکا باعث ہوا کہ اس قومی جرم[۳] کی سزا آنحضرت نے حیات مین کچھ نہین
دیکھی مگر خلفاء نے اس جرم عظیم کو فراموش نہین کیا بلکہ جرمانہ سنگین رومیون سے لیا
سلطنت یونان[۴] ایسی سلطنت قاہرہ اور وسیع تھی کہ مسلمانون اور عیسائیون سے
اکثر رزم و پیکار کا بازار گرم رہتا تھا - قطع نظر اسکے قیاصرہ روم کی حکومت کو زوال آتا
جاتا تھا اور اونکے نظام و عمال جو مختلف صوبجات پر حکمرانی کرتے تھے ایسی خود سر ہوگئی
تھے کہ مسلمانون کو اونھین سے کسی ناظم یا عامل کے ساتھ کوئی عہد و پیمان کرکے اس ہمیشہ
کے جنگ و جدل کو مسدود کرنا محال ہو گیا تھا - ہنوز ایک صوبہ دار مغلوب ہو کر صلح پر
آمادہ نہ ہونے پاتا تھا کہ دوسرا ناظم کوئی ایسی عداوت کی حرکت کر بیٹھتا تھا کہ مسلمانون کو
اوسکی گوشمالی کرنا واجب ہو جاتا تھا - اور بقول ایک مورخ کے کہ وہ ایک صوبہ دار سے

[۱] اوس زمانہ مین یونانیون کی سلطنت روم مین تھی جسکا پایہ تخت قسطنطنیہ تھا اور ہرقل قیصر کا عہد تھا ۱۲ - مترجم
[۲] لیعنی نجاشی بادشاہ حبش ۱۲ مترجم [۳] یعنی دوسری قوم یا سلطنت کے سفیر کو ناحق مار ڈالنا ۱۲ - مترجم [۴] یعنی وہ
سلطنت جو بعد زوال سلطنت رومۃ الکبری ایشیای کوچک اور شامات مین قائم ہوئی تھی اور جسکا پایہ تخت قسطنطنیہ تھا اور

لڑائی ہوتی تھی تو مسلمانون کو کل ممالک عیسائی سے جو اوس زمانہ مین موجود تھی جہاد کرنے کا اختیار ہو سکتا تھا" عیسائیون مین بھی اور مسلمانون مین بھی اکثر ایسا ہوا ہے کہ بہت سے چھوٹے بڑے سردارون اور امیرون نے دین کا حیلہ کرکے اپنے دل کا حوصلہ نکالا ہے مگر اس سے شریعت اون نصایح واحکام کے معنی پر ہے جنسے بہتر آنحضرتؐ نے کوئی نعمت اپنی امت کیلیئے نہین چھوڑی ہے - شرع اسلام ایک مجموعہ قوانین ہے جسمین احکام دینی اور قومی و ملکی دونون جمع کردیے گئے ہین - اورون پر دست تعدی دراز کرنا اوسکے مذہب مین داخل نہین ہے - لہذا پیروان اسلام اپنی حکومت اور سطوت کے زمانہ مین بھی اپنے مخالفین سے یہ کہنے پر آمادہ رہتے تھے کہ "اب ہمسے بغض وعناد مطلق نہ رکھو بلکہ ہمارے شریک ہو جاؤ ہم تمسے وفا کرینگے - یا جزیہ دینا قبول کرو تاکہ ہم تمہارے جان ومال کی حفاظت وحراست کرین - یا ہمارا دین اختیار کرو تاکہ ہر ایک حق جو ہمکو حاصل ہے وہی تمکو بھی حاصل ہوجاوے" شارع اسلامؐ کے اون احکام سے جنپر مسلمانون کے قوانین جنگ مبنی ہین شرع اسلام کی حکمت اور ملائمت ظاہر ہے - اس باب مین آیات ذیل ملاحظہ ہون وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ قَد تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ فَمَن يَكْفُرْ بِالطَّاغُوتِ وَيُؤْمِن بِاللَّهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَىٰ لَا انفِصَامَ لَهَا وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ سورۃ البقر آیت ۱۸۶ و ۲۵۷ - سلطنت فارس پر جو مسلمانون نے فوج کشی کی تو اوس زمانہ کے حالات کا مقتضی یہی تہا - منذر ایک خاندان بادشاہان عرب کا تھا

سلہ ارکہارٹ صاحب کا رسالہ نظم الممالک الاسلامیہ ملاحظہ ہو - مین اسکا مدعی نہین ہون کہ مسلمانون مین تعدی بیجا اور حرص وطمع تھی ہی نہین - کیونکہ یہ دعوی کرنا میرے نزدیک انسان کے خواص طبیعی سے ناواقفیت محض ظاہر کرنا ہے - جب مسلمان اپنے مخالفین اور اعداء پر ایسی فتح مبین حاصل کرچکے تھے اور قرب وجوار کی قومون کی کمزوری سے آگاہ ہوگئے تھے تو ایسے ہنگام مین اونکو جادۂ اعتدال پر قائم رہنا اور احکام وحدود شرع کی پابندی کرنا قریبا

اور اس خاندان کے بادشاہ خسروان فارس کے تابع اور زیر فرمان تھے اور اگرچہ
رومیوں سے ملکی امور مین مخالفت رکھتے تھے مگر مذہب اور حقوق مین اونسے موافق
و متحد تھے پس ابتدائی لڑائیاں جو مسلمانون اور رومیون مین ہوئی تھین وہی تھی
حیرہ کی مخالفت کا باعث ہوئین اور بنی حیرہ بادشاہان منذر کی رعایا تھی - اور ایک
وسیع ملک پر قابض تھے جو دریاے فرات سے مغرب کیطرف صحراے عراق کو طے کرکے
قبائل غسان کی چراگاہ تک چلا گیا تھا اور قبائل غسان رومیون کے مطیع و محکوم تھے -

مملکت حیرہ بعینہ اوسیطرح خسروان فارس کے زیر حکومت تھی جسطرح صوبہ یہودیہ
(جسکو کنعان اور فلسطین اور بیت المقدس بھی کہتے ہین) اغسطوس اور طبریاس
قیصران روم[۱] کا تابع و محکوم تھا جب مسلمانون نے اس مملکت حیرہ کو فتح کیا اوسوقت
بادشاہ فارس کیطرف سے ایک شخص اس ریاست مین حکمرانی کرتا تھا - مگر خسروان
فارس نے اوس سے رشک کرکے ایک مرزبان کو اوسکا شریک ریاست کردیا - اوسکی
رعایا نے غیر قوم کے حاکم کا محکوم ہونا گوارا نہ کیا اور قرب وجوار کے قبائل پر چھاپے
مارنے شروع کیے اور مسلمانون سے اور اونسے بھی لڑائی بھڑائی ہونے لگی - مسلمانون کی
سلطنت قوی اور مضبوط ہوچکی تھی اور ایک ہی شخص اوسکا بادشاہ یا خلیفہ تھا جسکی
حکومت بعد رفع ہونے اون فسادات کے جو آنحضرتؐ کی وفات کے بعد قبائل صحرائی نے
برپا کیے تھے دوچند مضبوط و مستحکم ہوگئے تھے - پس ایسی سلطنت کو یہ گوارا نہ ہوا کہ ایک
ضعیف اور متزلزل سلطنت کا ایک ادنے صوبہ دار اوسکو ذلتین پہونچائے اور وہ
خاموش رہے - الغرض - لشکر اسلام نے حیرہ پر چڑھائی کی اور مرزبان بھاگ کر مداین
یا طیسفون (دار السلطنت فارس) مین جا کر چھپا اور امیر حیرہ جو عرب تھا لڑنے کو

[۱] یہان روم سے قسطنطنیہ کی سلطنت مراد نہین ہے جو مصطلح اہل اسلام ہے بلکہ سلطنت روما الکبری مراد ہے جسکا پایہ تخت روم ملک اٹالیہ ہے

مسلمانون کا تابع ہوگیا - اس معرکہ مین فوج اسلام کا سردار خالد ابن ولید تھا جو کہ
جب مسلمانون نے حیرہ کو فتح کر لیا تو خسروان فارس کی سلطنت کے دروازہ پر پہونچ
رہتھا سے مدینہ کے اندرونی جنگ وجدل اور سخت خونریزیون اور شدید ظلمون کے
بعد اب فارس کو یہ دن نصیب ہوا تھا کہ ایک بیدارمغز شخص جسکا نام یزدجرد تھا
اوس ملک کا بادشاہ ہوا تھا - اس بادشاہ کے حکم سے ایک نہایت زرق برق
فوج فارسیون کی مسلمانون کے مقابلہ کو آئی - یہ واقعہ عہد خلافت خلیفہ ثانی مین
ہوا - گو یہ خلیفہ بہ نسبت خلیفہ اول کے زیادہ اولوالعزم اور قوی ومضبوط تھے
تاہم اونھون نے اعتدال کو کام فرماکر اپنے نائبون کے ذریعہ سے شرائط صلح یزد
جرد سے کہلا بھیجے تاکہ لڑائی کی نوبت نہ آجائے - وہ شرائط یہ تھے کہ اسلام قبول
کرو - اور اسلام سے مراد اصلاح اون ملکی خرابیون کی تھی جنکی باعث سے کیانیون
کی سلطنت ایسی ضعیف ہوگئی تھی اور تخفیف اون محصولات سنگین اور لغامات
خطیر اور دیگر مصارف کثیر کے تھی جنھین رعایاے فارس کا خون تک چوس لیا تھا
اور اب وہ جان بلب تھی اور انتظام سلطنت یعنی دادرسی اور عدل گستری موافق
اوس شرع شریف کے تھے جسمین تمام بندگان خدا بلا امتیاز مرتبہ ومنصب انصاف کے
وقت برابر تھے - دوسری شرط یہ تھی کہ حفاظت جان ومال کے عوض مین جزیہ دینا
قبول کرو - ان شرائط کو یزدجرد نے حقارت سے نامنظور کیا - جسکا انجام یہ ہوا کہ
جنگ قادسیہ اور نہاوند کی نوبت آئی - ان دونون لڑائیون مین کسری کی سلطنت
ایسی پارہ پارہ ہوگئی کہ پھر کبھی نہ جوڑ سکی اور امراے عجم اور علماے مجوس
جنھون نے اپنے فائدے کے لیئے بدنظمی اور ظلم کا بازار گرم کر رکھا تھا

لہ باستثناء ایک عشر خراج زمین کے اور ڈھائی فیصدی ہر شخص کی بضاعت پر کہ یہ غربا کا حق تھا اور اسکی تقسیم خود خلیفہ

سب کی سب ماری گئی اور خود یزدجرد اوسطرح بھاگا جسطرح سکندر سے دارا[1] بھاگ گیا تھا
عموماً اہل فارس مسلمانون کو اپنا نجات دہندہ سمجھکر اونکے آنے سے بہت خوش ہوے۔

فارسیون کا عموماً دین اسلام کو قبول کر لینا اور دین مجوس کا بالکل مرا ہوا ہوجانا ان دونون باتون کو لوگون نے اسلام کے جبر واکراہ کے دلیل گردانا ہو۔ اور بڑے بڑے عالمون کی آنکھون کو بھی تعصب نے ایسا اندھا کر دیا ہی کہ اون حالات سے چشم پوشی کی ہے جن حالات مین مسلمان فارس مین داخل ہوئی تھے۔ اوس ملک کا یہ حال ہوگیا تھا کہ وہان دینداری اور خدا پرستی کا کہین نام ونشان بھی نہ باقی رہا تھا اور رعایا و برایا کو بے ایمان علماے دین اور عیش پسند امرا پیسے ڈالتے تھے اور فرقہ مزدقیہ ومانکیہ کی بغاوت سے سارا کارخانہ ابتر ہوگیا تھا اور کوئی تمدنی انتظام ٹھیک نہ رہا تھا کسرے نوشیروان کے حُسن انتظام سے صرف اتنا ہوا تھا کہ کچھ عرصہ تک سلطنت زوال کلی سے محفوظ رہے پس ان سب بدانتظامیون کا نتیجہ یہ ہوا کہ جو ہین مسلمان اوس ملک مین داخل ہوے اور وہان کے لوگون کو قانون اور حُسن انتظام کی بشارت دی اون سب نے اسلام قبول کیا اور اوس وقت سے سلطنت فارس ہمیشہ کے لیئے مطیع ومحکوم اسلام ہو گئے۔[2]

پس ان واقعات تاریخی کو دیکھکر ہر ایک غیر متعصب اور انصاف پسند محقق اپنے دل مین خود انصاف کریگا کہ سر ولیم میور صاحب کی تقریر ذیل مین سچی بات کتنی ہے

”وہ اسلام کا وجود و بقاء اسپر موقوف تہا کہ اور ملکون پر ہمیشہ تعدی اور دست درازی کیجاے۔ اور اس دین کا تمام عالم مین شایع ہونا اور اس سلطنت کا ساری دنیا مین قایم ہونا

---

[1] دارا کیطرح یزدجرد کو بھی خود اوسکی رعایا نے قتل کرڈالا۔ تاریخ ابن الاثیر اور تاریخ کاسن ڈی پرسول ملاحظہ ہو۔ ۱۲ مولف

[2] مسلمانون کی نیک نیتی ثابت کرنے کے لیئے گبن صاحب کی تاریخ زوال سلطنت روم سے عبارت ذیل نقل کیجاتی ہے ”وہ مسلمانون نے سلطنت فارس کا انتظام اسطرح کیا کہ کل رعایا اور مویشی اور پیداوار اراضی کا تخمینہ مشاہدہ سے کیا [illegible] جو خلفاے اسلام کی حذاقت اور بیدار مغزی پر دال ہے ہر زمانہ کے عقلا اور حکما کے لیئے ایک ہدایت نامہ تھا [illegible]

اسپر منحصر تھا کہ یہ دین بزور شمشیر قبول کرایا جاے[51]"۔ اسکا جواب یہ ہی کہ ہر ایک مذہب نے
اپنی ترقی کی کسی نہ کسی درجہ مین اپنے پیروان خاص کی مقتضی طبیعت سے تعدی اور دست درازی
ضرور کی ہے۔ یہانتک کہ دین مجوس اور دین براہمہ مین بھی ظلم و تعدی ہوئی ہی۔ یہی حال
دین اسلام کا بھی ہوا۔ مگر اس امر کا ہم انکار قطعی کرتے ہین کہ اسلام نے کبھی لوگون کو
زبردستی مسلمان کر لینا چاہا ہی یا اور مذہب و ادیان سے زیادہ تعدی اور دست درازی کی ہی[52]
مولوی سید احمد خان صاحب نے اپنی نایاب کتاب الخطبات الاحمدیہ علی العرب والسیرۃ المحمدیۃ[53]
مین بھی اس امر کو تسلیم کر لیا ہی کہ "اسلام نے تلوار پکڑ کر توحید باری تعالی کے اعتقاد کو شائع
کیا" ہم اسکا انکار قطعی کرتے ہین کہ اسلام نے لوگون کو مسلمان کر لینے کے لیے کبھی تلوار
پکڑی تھی۔ بلکہ اسلام نے فقط اپنے نفس کی حفاظت کے لیے تلوار پکڑی اور اسی غرض سے اوسکو
پکڑے رہا۔ اسلام نے کسی اخلاقی دین کے مسائل اور اعتقادات مین کبھی دست اندازی نہین کی
اور امور دینی مین کسی پر کبھی جبر و اکراہ نہین کیا اور عیسائیون کیطرح ایک دار القصاص[54] مقرر
کر کے اور اہل مذاہب و ملل کو انواع عقوبات سے قتل نہین کیا جیسا ارکہارٹ صاحب مورخ نے
لکھا ہی کہ "عیسائیون کے نزدیک اختلاف مذہب ایک وجہ وجیہ جنگ و جدل کی تھی اور
یہ شعار صرف زمانۂ جاہلیت مین متعصبین ہی کا نہین رہا ہی" جیسے قوم سیکسن و فریزین
اور دیگر اقوام جرمنی کو شارلمین شہنشاہ جرمنی نے قتل و قمع کیا۔ جس وقت سے صوبہ ہنگری[55] کو اور صوبہ
پروشیا مین لاکہا بندگان خدا تیغ بیدریغ کیے گئے جس زمانہ سے فرقۂ البجنسز فرانسیس مین

[51] میور صاحب کا تذکرہ پیغمبر اسلام جلد ۴ صفحہ ۱۲۰ ملاحظہ ہو۔ ۱۲ مؤلف [52] نیر صاحب کی تقریر
اونکی تاریخ عرب صفحہ ۲۱ مین ملاحظہ ہو ۱۲ مؤلف [53] یہ ایک محکمہ پادریون کا ملک اسپین یعنے اندلس
مین سنہ ۱۴۸۱ع سے مقرر ہوا تھا کہ جتنے فرقے عیسائیون کے دین قدیم یعنے مذہب رومن کیتھولک کے خلاف تھے وہ
شدید عقوبات کے ساتھ اس محکمہ کے حکم سے قتل کیے جاتے تھے۔ اور میری ملکۂ انگلستان نے بھی محض تعصب ہی سے
لوگون کو زندہ آگ مین جلوا دیا اور اور ایسے ایسے ظلم اپنے مذہب کے مخالفین پر کیے کہ اوسکا لقب تاریخ مین
سفاکہ ہو گیا۔ ۱۲ مترجم [54] یہ دو اوپر صوبے امریکا جنوبی کے ہین اور یہان کے لاکہا باشندون کو اہل
اسپین نے صرف اختلاف مذہب کیوجہ سے قتل کر ڈالا ۱۲ مؤلف

مقتول و مذبوح ہوا - اور جس وقت سے اون خونریز لڑائیون مین جو تاریخ یورپ مین جنگہائے
سی سالہ کے نام سے مشہور ہین بڑی بڑی خونریزیان ہوئین - اوسوقت سے اوس زمانہ تک
جبکہ اسکاٹ لینڈ مین پیروان مسلک کالون[۵۱] نے اور انگلینڈ مین تابعان دین لیوتھر نے شدید
ظلم و تعدی کی ایک غیر منقطع سلسلہ جبر و اکراہ اور تعصب و نفسانیت اور غلوی بیجا کا امور
دینی مین چلا آیا ہے جو دین مسیحی کے لئے مخصوص ہے اور جس سے اسلام بحمد اللہ ہمیشہ بری رہا ہے
بعض متعصبین کا قول ہے کہ دین مین جبر کرنا عیسائیون نے قرون اوسطٰی[۵۲] مین مسلمانون سے سیکھا تھا
سبحان اللہ کیا انصاف ہے - دین کے نام سے جسٹنین قیصر روم نے جو قتل و قمع کیا اور پھر دوسرے عیسائی
بادشاہ کلُووس نے ہولناک جدال و قتال کیا یہ واقعات پیغمبر اسلام کے زمانہ سے کہین پیشتر ہو گئے تھے
پھر ملاحظہ کیجئے کہ غزوات صلیبی[۵۳] مین مجاہدین عیسائی کا کردار مسلمانون کے مقابل مین
کیا رہا - ایک معتبر مورخ لکھتا ہے کہ "جب خلیفہ ثانی ۶۳۷ء عیسوی مین بیت المقدس مین
داخل ہوے تو گھوڑے پر سوار سفرونیوس اسقف اعظم سے بیت المقدس کی عمارات قدیم وغیرہ
کی باتین کرتے ہوے شہر کے اندر چلے گئے - اور جب نماز ظہر کا وقت آیا تو خلیفہ نے اوس کلیسائی
بزرگ مین نماز پڑھنا نہ منظور کیا جہان اوسوقت کھڑے ہوے تھے بلکہ ایک اور کلیسا کے زینہ پر
فریضہ ظہر ادا کیا - اور اسقف اعظم سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اگر مین اس کلیسائی بزرگ کے
اندر نماز پڑھتا تو آیندہ مسلمان اوس معاہدہ کے خلاف کرتے جو ہم سے اور تم سے ہو گیا ہے اور یہ
حیلہ کرتے کہ جب خود خلیفہ نے اس گرجا مین نماز پڑھی تو پھر ہمکو کون مانع ہے - مگر جب مجاہدین

---

۵۱ کالون ایک مشہور و معروف بانی ایک فرقہ نصاری کا ہے جسکو کالونیہ کہتے ہین اور لیوتھر بانی دین مہذب پراٹسٹنٹ کا ہے ۱۲ مترجم

۵۲ اس سے وہ زمانہ مراد ہے جو ما بین شروع مذہب پراٹسٹنٹ اور ظہور امریکا منقضی ہوا اور جسکو فقدان علوم اور غلبۂ جہل کیوجہ سے یورپ کا زمانہ جاہلیت بھی کہتے ہین ۱۲ مترجم

۵۳ یہ لڑائیان ساتوین صدی عیسوی مین افواج متفقہ سلاطین یورپ اور سلطان نورالدین و سلطان صلاح الدین مصری مین افواجی اور شلیم لینے بیت المقدس مین ہوئی تھین - کئی دفعہ افواج عیسائی نے بیت المقدس کا محاصرہ کیا اور مسلمانون پر بڑے بڑے ظلم کیے مگر ہر دفعہ مسلمان ہی فتحیاب ہوکر اور بیت المقدس پر نصاری کا قبضہ نہ ہونے دیا - ان لڑائیون کا مفصل حال لین صاحب کی

[illegible] سلطان صلاح الدین [illegible]

عیسائی نے بیت المقدس پر قبضہ پایا تو مسلمین کے اطفال خوردسال کو دیوارون سے ٹکر ٹکرا کر اونکا بھیجے پھاڑ ڈالے اور چھوٹے چھوٹے شیر خوار بچون کو صفیل قلعہ پر سے نیچے پھینکدیا اور جوانون کو زندہ بھون بھون ڈالا اور بعضون کے پیٹ چاک کر ڈالے کہ دیکھین سونا تو نہین نگل گئے ہین - اور یہود کو اونکی معابد مین بند کرکے زندہ جلادیا - اور تقریباً ستر ہزار بندگان خدا کو تہ تیغ بیدریغ کیا - اس سب پر طرہ یہ ہے کہ خود پاپائی روم کا نائب اس قتل وقمع مین شریک تھا[۱]

الغرض - اسلام نے اپنے نفس کی حفاظت کے لئے تلوار پکڑی تھی مگر دین مسیحی نے اس غرض سے شمشیر زنی کی کہ آزادی خیال اور آزادی اعتقاد کو صفحہ روزگار سے مٹادے - قسطنطین اعظم نے جب دین مسیحی قبول کرلیا تو یہ دین تمام ممالک مغربی مین غالب ہوگیا - اور اوسوقت سے اس دین کو کسی دشمن کا کچھ خوف نہ باقی رہا مگر جس ساعت سے اس مذہب کو فروغ ہوا بس اوسی ساعت سے اسکی سچی خاصیت ظاہر ہونے لگی یعنے اور ادیان سے نفرت و بیزاری کرنے لگا - اور جہان جہان دین مسیحی شایع ہوا وہان وہان لوگون کو اور کسی مذہب پر چلنا بے ایذا اٹھائے غیر ممکن ہوگیا -

برخلاف عیسائیون کے اہل اسلام صرف صلح و عافیت کی ضمانت طلب کرتے تھے اور حفظ جان ومال اور مساوات کامل کے عوض مین جزیہ مانگتے تھے - اور مساوات کامل سے یہ مراد تھی کہ مساوی مواجب وحقوق رکھنا اسلام قبول کرنے سے مشروط تھا - فقط

چودھوان باب

ابتدار خلقت انسان مین یعنی تمدن کی ابتدائی زمانہ مین جبکہ اوس قوت ماسکہ کی تکمیل نہین

سلہ شخص حضرت عیسیٰ کا خلیفہ اور قسیم جنت ونار سمجھا جاتا ہے - زمانہ قدیم مین اسکا اقتدار اتنا تھا کہ تمام بادشاہان یورپ اسکی مطیع وفرمان بردار تھے اور اسکو الخلیفۃ اللہ اور خلیفۃ المسیح سمجھکر اپنی تاج بخشی کراتے تھے اور موید الدین و ناصر اللہ کا خطاب اس سے لیتے تھے - چنانچہ ہماری ملکہ معظمہ کے خاندان مین شاہ ہنری ہشتم کے عہد سے یہ خطاب مروج چلا آتا ہے - مگر اب بیچارے پوپ کا اقتدار پہلی کا عشر عشیر بھی نہین رہا ہے صرف روم مین کچھ تھوڑے لوگ اوسکو امام زمان سمجھتے ہین

[۱] ڈریپر صاحب کی تاریخ کشاکش علم و مذہب صفحہ ۹۵ و ۹۶ مخلصاً

ہوئی تھے جو ترقی عقل اور تہذیب نفس کے زمانہ مین انتظام تمدنی کے اجزا نہ ہو گئی تھی اور مستغرق نہین ہونے دیتے اوس زمانہ کے لئے تعدد ازدواج ایک اصل الاصول حفظ نفس کا تھا۔ انسان کی ترقی و تہذیب کی ان مدارج مین مرد ہمیشہ غالب رہا ہی اور عورت ہمیشہ مغلوب رہی ہے۔ عورت کا وجود اوس تعلق پر موقوف رہا ہی جو وہ مرد سے رکھتی ہی اور عورتون کی کثرت تعداد سے تعدد ازدواج کا رسم پیدا ہوا ہی جسکو اس ترقی و تہذیب کی زمانہ مین ایک قبح عظیم تصور کرنا بجا ہے۔ قدیم زمانہ مین تعدد ازدواج کا رسم تمام اقوام مشرقی مین جاری تھا۔ جب بادشاہ وقت اس رسم کو عمل مین لاتا تھا اور بادشاہ ہر ملک مین ظل اللہ سمجھا جاتا تھا تو رعایا بھی اس رسم کو مقدس سمجھتی تھی۔ ہندوستان مین تعدد ازدواج کی دونون قسمین سلف سے جاری تھین یعنے ایک شوہر کے متعدد ازواج ہوتی تھین اور ایک زوجہ کی متعدد شوہر ہوتے تھے۔

اہل فارس اور اہل میڈیا اور اہل بابل اور اہل عشر ان سب قومون مین تعدد ازدواج کا رسم سب قرنون مین جاری تھا اور اسکے ساتھ مستورات کی پردہ نشینی کا رسم بھی ایسا ہی سخت تھا جیسا اہل اتھنس مین تھا۔ پارسیون کے دین مین تعدد ازدواج ایک کار ثواب تھا۔

ملک شام مین جو قومین رہتی تھین اور جنکو بنی اسرائیل نے مغلوب کر لیا تھا یا قتل و قمع کیا تھا اونمین تعدد ازدواج کے رسم سے بھی ترقی کر کے حیوانات سے ارتکاب فعل شنیع کا دستور تھا۔ اکثر یونانی قومون مین جو یورپ کی مختلف صوبون مین اور مغربی ایشیا مین

سلہ الرِّجَالُ قَوّٰامُوْنَ عَلَى النِّسَاءِ الے آخر قولہ تعالے ۱۲ مترجم سلہ تالبایز و ہیلر صاحب کی تاریخ ہندوستان جلد ا صفحہ ۳۰۔ ۱ ملاحظہ ہو ۱۲ مؤلف سلہ یہ یونان کے قدیم پایہ تخت کا نام ہے جو اگلے زمانہ مین معدن علوم و فنون اور ماخذ تہذیب و شائستگی تھا ۱۲ مترجم سلہ رالنسن صاحب کے تاریخ پانچ قدیم مشرقی سلطنتون کے جلد ۳ صفحہ ۲۰۹ و ۱۷۱ و ۱۷۴ اور نیز جلد ۲ صفحہ ۱۰۔ اور مارسنٹ صاحب کی تاریخ ممالک مشرقی قدیم ملاحظہ ہو ۱۲ مؤلف سلہ ڈالنجر صاحب کی تاریخ مشرکین [illegible]

[illegible]

رہتی تھیں تعدد ازدواج کا رسم اس کثرت سے جاری تھا کہ اور کسی ملک میں ویسی کثرت تھی[1]
یہود میں تعدد ازدواج کا رسم صرف پسندیدہ ہی نہ تھا بلکہ خود یہواہ یعنی خدا نے اس
رسم کو مقدس کیا تھا۔ قدیم یونانیوں میں تعدد ازدواج کا رسم جائز تھا اسکی مثال
پلوٹارک شاعر یونانی نے لکھی ہے کہ جب نوجوان آدمی فوج سے علیحدہ ہوتے تھے تو متعدد
ازواج کرنے کی مجاز تھی۔ اہل اتھنس کے نزدیک زوجہ صرف ایک مال تجارت ہوتی تھی
اور بازار میں فروخت ہوسکتی تھی اور اور لوگوں کیطرف منتقل ہوسکتی تھی اور وصیت کے
ذریعہ سے اوسکو منتقل کرنا جائز تھا۔ وہ لوگ زوجہ کو ایک بلا سمجھتے تھے جسکا ہونا امور
خانگی کے انتظام اور افزائش نسل کے لیئے واجب و لازم تھا۔ اور اونمیں سے ہر شخص کو
اختیار تھا کہ جتنے ازواج چاہے کرے اور مختلف درجہ اور حیثیت کی بیبیاں کرے۔ چنانچہ
ڈماستھنس[2] نے بفخر و مباہات بیان کیا ہے کہ ہم لوگ تین قسم کی عورتیں رکھتے ہیں ایک تو اپنے
سوا قسم کی عورتیں شرعی یا نیم شرعی بیبیاں ہماری ہیں[3]۔

اہل اسپارٹا[4] میں مرد کے لیئے تو بجز مخصوص حالات کے ایک زوجہ سے زیادہ جائز نہ تھا
مگر عورت کو ایک سے زیادہ شوہر رکھنا ہر وقت جائز تھا اور عورتیں ہمیشہ متعدد شوہر رکھتی تھیں[5]۔
رومۃ الکبریٰ کی سلطنت ایسی مخصوص حالات میں قائم ہوئی تھی کہ اوس سلطنت میں
تعدد ازواج کا رسم شروع نہ ہوسکا۔ قوم سابیہ کی عورتوں سے زنا بالجبر کرنیکا قصہ تواریخ
کی رو سے صحیح ہو خواہ غلط مگر اس روایت سے اتنا ضرور ثابت ہوتا ہے کہ قدیم رومیوں میں
تعدد ازدواج کی علل و اسباب کیا ہوا کرتے تھے۔ روم قدیم کے گرد و نواح کی ریاستوں میں

---

[1] انسائیکلوپیڈیا یا لیجئے مخزن العلوم میں نکاح کا مضمون ملاحظہ ہو اور ڈاکٹر صاحب کی تاریخ مشرکین و یہود جلد ۲ صفحہ ۳۰۳۔ بھی ملاحظہ ہو ۱۲ مولف [2] یہ ایک بڑا جلیل القدر خطیب اور مدبر الملک یونان قدیم میں گذرا ہے ۱۲ مترجم [3] ڈاکٹر ڈاپر صاحب کی تاریخ مشرکین و یہود جلد ۲ صفحہ ۲۳۳-۲۳۸ اور ان سائیکلوپیڈیا میں نکاح کا مضمون ملاحظہ ہو ۱۲ مولف [4] یہ بھی ایک بڑا نامی و گرامی شہر یونان قدیم کا تھا اور یہاں کے لوگوں کی شجاعت و جوانمردی ضرب المثل ہے ۱۲ مولف [5] گروٹ صاحب

عموماً اور ریاست اٹروریا مین خصوصاً تعدد ازواج ایک ممدوح رسم تھا - رومیون کو [illegible]
برس اطالیہ کی اور قومون کے ساتھ سابقہ رہا اور مدتہای دراز تک لڑائیان [illegible]
ممالک کو فتح کیا تھا اور کامیابی سے عیاشی کی عادتین پیدا ہو گئین - الغرض [illegible]
نتیجہ یہ ہوا کہ رومیون مین نکاح و ازدواج کی کچھ حقیقت نہ باقی رہی - تعدد ازواج [illegible]
تو جائز نہ تھا مگر بقول ایک جلیل الشان مورخ کے "پیونک[1] لڑائیون کو فتح کرنے
روم کے معزز عورتون کو ایک آزاد اور متمول سلطنت جمہوری کے عام فوائد حاصل
کرنیکا حوصلہ پیدا ہوا اور اونکی خواہشون کو اونکے والدین اور اونکے عشاق برلاتے تھے"[2]
اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ رومیون مین ازدواج تھوڑی ہی مدت مین ازدواج نہ باقی رہا بلکہ
اچھے خاصے تماش بینی یا خانگی پن ہوگیا - اور جب اس خانگی پن کو قوانین سرکاری نے
جائز رکھا تو اسنے ایک آئین ملکی کی قوت حاصل کرلی - عورتون کی آزادی سے اور
وہ رشتہ زوجیت جو شوہر کو اپنی زوجہ سے وابستہ رکھتا ہے اوسکے کمزور ہونے سے اور
اس امر سے کہ اکثر اوقات ازواج کا مبادلہ یا انتقال کیا جاتا تھا صاف ثابت ہوتا ہے
کہ رومیون مین تعدد ازواج کا رسم ضرور جاری تھا گو دوسرے پیرایہ مین سہی -
اس اثنا مین دین مسیحی کے مسائل دریای جلیل[3] کے کنارے تلقین کیے گئے مگر تمام سلطنت
قاہرہ روم الکبری پر اونکی شعاع پڑنے لگی یعنی اونکا اثر ہونے لگا - حضرت عیسیٰ کی ہدایات
واحکام سے بالبداہتہ ظاہر ہے کہ اسنیہ نامی ایک فرقہ یہود کا اثر اونپر ایسا ہوا تھا او

[1] یہ لڑائیان قدیم رومیون اور اہل کارتھیج مین ہوئی تھین اور کارتھیج افریقہ شمالی مین اوس ملک کا نام تھا جو اب ممالک بربر کے نام سے مشہور ہے - ان لڑائیون مین آخر کو رومی فتحیاب ہوئے تھے ۱۲ - مترجم

[2] گبن صاحب کی تاریخ زوال سلطنت روم الکبرے جلد ۴ صفحہ ۲۰۶ - ملاحظہ ہو ۱۲ - مؤلف

[3] یہ دریا صوبہ یہودیہ یعنی فلسطین یا کنعان مین اسلیے مشہور ہے اور نصاری اسکو اس وجہ سے متبرک سمجھتے ہین کہ اسکے کنارہ پر حضرت مسیح ؑ اور حواریین گشت کیا کرتے تھے اور موعظہ فرمایا کرتے تھے ۱۲ - مترجم

آسمانی سلطنت کی اونکو ایسی آرزو تھی کہ اونھون نے ازدواج کی مذمت عموماً فرمائی ہو گو اونھون نے کسی قسم کے ازدواج کی ممانعت قطعی و صریحی کہین نہین فرمائی ہے -

پس مختلف زمانون مین پیشوایان دین مسیحی یہی سمجھا کئے کہ تعدد ازواج نفس الامر مین حرام یا گناہ نہین ہے - چنانچہ دین مسیحی کے ایک امام اعظم[۱] نے فرمایا ہو کہ تعدد ازواج اوس ملک مین حرام نہین ہے جہان وہ قانوناً جائز رکھا گیا ہو اور جرمنی مین جو مہذبان دین پیدا ہوے اونھون نے سولھوین صدی عیسوی تک یہی فتوی دیا کہ ایک زوجہ کے ساتھ دوسرے بلکہ تیسری زوجہ کرنا بھی اوسوقت جائز ہے جب اولاد نہوئی ہو یا اور کوئی سبب ہوا ہو - بعض علماے مسیحی[۲] نے یہ تو تسلیم کرلیا ہو کہ تعدد ازواج عقلاً فعل قبیح نہین ہے اور حضرت عیسیٰ نے اسکی ممانعت قطعی و صریحی کہین نہین فرمائی ہے مگر اپنی راے یہ لکھی ہو کہ ایک زوجہ پر قناعت کرنیکا رسم جو تمام ممالک یورپ مین جاری ہے اسوجہ سے پیدا ہوا ہو کہ اہل جرمن یا اہل یونان و روم کی خیالات دین مسیحی مین آمیزش ہوگئی ہین[۳] - یہ راے صریحاً خلاف واقع اور مخالف تاریخ ہو اور لائق اعتبار نہین ہو - اہل جرمنی کی ایک زوجہ پر اکتفا کرنیکا ثبوت فقط ایک یا دو رومیون کی شہادت پر موقوف ہو جسکی تصدیق کسی مورخ نے نہین کی ہو اور ان رومیون کی شہادت واقعات کی نسبت بالکل لائق اعتبار نہین ہے کیونکہ انکا فائدہ ایسے واقعات کی اخفا مین تھا - قطع نظر اسکے یہ دیکھنا چاہیئے کہ ٹاسٹیس مورخ رومی نے اہل جرمنی کی عادات و اطوار کو اپنی تاریخ مین کس مقصد سے بیان کیا ہو - اوسکا مقصد

[۱] یعنی سینٹ اگسٹاین یہ ایک شخص اتباع حوارین مین سے تھے جنھون نے دین مسیحی کو پہلے پہل جزائر برطانیہ مین شایع کیا - یہ بڑے مقدس آدمی تھے اور ائمہ کلیسائی مسیحی مین سمجھے جاتے ہین ۱۲ - مترجم [۲] ہالم صاحب کی تاریخ آئین سلطنت انگلستان جلد ا صفحہ ۶۲ - حاشیہ ملاحظہ ہو ۱۲ - مؤلف [۳] برتھالمی سینٹ ہلیر عالم فرانسیسی کی راے یہ ہو کہ ایک زوجہ پر حصر کرنیکا رسم عیسائیون نے یونانیون اور رومیون سے اخذ کیا ہو ۱۲ - مؤلف

صاف یہ تھا کہ اونسے اپنی اہل وطن کی عیاشی پر اعتراض کیا ہے اور رومیون کے فسق و فجور کا مقابلہ جرمنی کی وحشیون کی فرضی نیکیون کے ساتھ کرکے چاہا ہی کہ اونکے خیالات کو رومیون مین جاری کرے ۔ اور اگر یہ بہی فرض کرلیا جاے کہ ٹاسٹیس کا قول صحیح ہی تو ہم پوچھتے ہین کہ اسکا سبب کیا ہی کہ انیسوین صدی عیسوی تک بھی جرمنی کے امرا مین تعدد ازواج کا رسم جاری رہا[1] ۔ اگلے زمانہ کے رومیون مین جو کچھہ یہ رسم رہا ہو یہ ظاہر ہے کہ روشتہ الکبری کی سلطنت جمہوری کے آخر زمانہ مین اور سلطنت شخصی کے ابتدائی زمانہ مین تعدد ازواج آئین و قوانین ملکی مین ضرور داخل تھا یا اقل مراتب ناجایز تو سمجھا جاتا تھا ۔ اس رسم کا موجود ہونا اور اسکا جاری اور معمول بہ ہونا اوس فرمان شاہی سے ثابت ہوتا ہی جو اسکی تعمیم کا مانع ہوا ۔ اس فرمان شاہی سے اس رسم کا انسداد کہانتک ہوا یا رعایا ے عوام کہانتک اسکی خلاف ہوگئی یہ اوس توقیع سے ظاہر ہے جو الوڑیوس اور ارقوڈیوس قیصران روم نے چوتھی صدی عیسوی کے آخر مین جاری کی تہی اور خود قسطنطین اعظم اور اوسکی خلف الرشید کے فعل سی ظاہر ہے جو متعدد ازواج رکھتے تھے ۔ والنطینین ثانی قیصر روم نے ایک فرمان کے ذریعہ سے تمام رعایاے روم کو اجازت دیدی کہ جسکا جی چاہے بلا تکلف متعدد ازواج کرے اور اوس زمانہ کی تاریخ کلیسا سے بھی یہ نہین ثابت ہوتا کہ ائمہ کلیسا اور اساقفہ روم نے اس فرمان پر کچھ اعتراض کیا[2] ۔ الغرض اس رسم کا انسداد ہرگز نہین ہوا بلکہ تمام قیاصرہ روم متعدد ازواج رکھتے تھے اور اونکی رعایا اس امر مین اونکی تقلید کرتی تھی یہانتک کہ پادریون کی بھی متعدد بیبیان ہوتی تھین ۔

جسٹنین قیصر کے عہد تک یہی قانون جاری رہا ۔ اس قیصر کے عہد مین یہ ہوا کہ تیرہ دیگر

[1] انسایکلوپیڈیا مین ازدواج کا مضمون ملاحظہ ہو ۱۲ مؤلف [2] انسایکلوپیڈیا مین ازدواج کا مضمون دیکھو ۱۲

[illegible] ترقی علوم وفنون اور تہذیب وشائستگی مین ہوئی تھی اور جس ترقی کا باعث
[illegible] ہوئے تھے جو اولاد سام ابن نوح مین رائج تھی بلکہ وہ بڑی بڑی
[illegible] علیہ [illegible] بھی ہوئی تھی جو بنی سام سے تھی اور اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ مجموعہ قوانین
[illegible] جسٹنین قیصر کے نام سے مشہور ہے مگر ان قوانین مین دین مسیحی
[illegible] کچھ داخل نہین کیا گیا بلکہ جسٹنین کا بہت بڑا مشیر مصلح کار ان قوانین
[illegible] دہریہ اور مشرک تھا۔ گو جسٹنین قیصر نے تعدد ازدواج کی ممانعت
[illegible] تاہم یہ رسم اوس زمانہ مین جاری رہا۔ اوسکی قوانین سے ترقی تہذیب و
[illegible] اون قوانین کا اثر چند فہمیدہ وسنجیدہ آدمیون پر ہوا مگر عوام الناس
[illegible] بھی نہین ہوا۔

[illegible] مین جاہل ور وحشی قومون نے بڑی بڑی یورش کیکر اون
[illegible] اون ممالک کی اصلی باشندون کے خیالات کی ساتھ آمیختہ ہوگئے
اسوجہ سے زن وشوہر مین جو تعلقات ہوتے ہین وہ بھی ذلیل وحقیر ہوگئے [illegible]
[illegible] وحشیانہ قوانین مین تعدد ازدواج کے انسداد کی کوشش کیگئی
[illegible] ہمیشہ قبل سے زیادہ ہوتا ہے۔ لہذا جب بادشاہون کے متعدد محلات ہو
[illegible] سے کب چوکتے تھے۔ حالانکہ کلیسا نے دین کا حکم پادریون کو یہ تھا
[illegible] اور کبھی شادی نہ کرین مگر پادری لوگ بھی تعدد ازدواج کے رسم کو مستفید
[illegible] اعظم سے اجازت لیکر کئی بیبیان خفیہ کرتے تھے۔

سب سے بڑی خطا اور سب سے زیادہ لائق الزام مشہور مورخین عیسائی نے

[illegible] یہود اور دین اسلام ۱۲ مؤلف ۲ جیسے تھیوڈورک بادشاہ کی قوانین تھے مگر وہ قوانین رومیون کے [illegible] ۱۲ مؤلف ۳ ہالم صاحب کی تاریخ امین انگلستان جلد ۱ صفحہ ۷۹ اور حاشیہ اوراوسکی ۴

یہ کیا ہی کہ یہ فرض کر لیا ہی کہ شارع اسلام [illegible]
یہ پُرانا خیال (جس سے اون لوگوں کی [illegible] ہو [illegible]
سکتے تھے -) کہ پہلے شارع اسلام [illegible]
مگر یہ قول کہ آنحضرت [illegible]
[illegible]
کوئی ثبوت نہیں ہے - شارع اسلام نے تعدد [illegible] کثرت اپنی قوم میں
پایا بلکہ قرب وجوار کے ملکوں میں بھی بعض قبیح ترین اقسام تعدد ازدواج کی شائع
دیکھا - سلطنت روم نے جو ایک عیسائی سلطنت تھی قوانین کے ذریعہ سے اس رسم
قبیح کے انسداد کی کوشش کی مگر وہ کوشش کارگر نہیں ہوئی - بلکہ یہ رسم اوسی طرح
سے [illegible] جاری رہی اور سوائے بیاہتا بی بی کے [illegible] اعتبار [illegible] ازدواج کے
[illegible] اور [illegible] کمبخت بیبیوں کے ساتھ [illegible] ناانصافی اور حق تلفی
ہوتی تھی - وہ بدنصیب عورتیں کسی قسم کے حقوق نہ رکھتی تھیں نہ ویسا تحفظ اونکا
کیا جاتا تھا جیسا بیاہتا بی بی کا کیا جاتا تھا [illegible] شوہروں کی اطاعت
لونڈیوں کی طرح کرتے تھے - آنحضرت کے بعثت کے [illegible] فارس میں فسق و فجور
کی کچھ انتہا نہ باقی رہی تھی - اوس ملک میں [illegible]
اگر تھا تو کوئی اوسکو ماننا نہ تھا - پارسیوں کی مذہبی کتاب [illegible]
کی کوئی تعداد مقرر نہ تھی لہذا پارسی لوگ بہت سے منکوحات رکھتے تھے [illegible]
کچھ ذکر نہیں [1] - خود آنحضرت کی قوم میں یعنی عرب میں قبل شیوع اسلام ازدواج کی کچھ حد و
پایان نہ تھی - اور ہر شخص کو اختیار تھا کہ جتنی بیبیاں چاہی کرے اور جب اور جسکو چاہے طلاق

[1] ڈاکٹر صاحب کی تاریخ یہود و مشرکین صفحہ ۴۲ و ۴۵ ملاحظہ ہو ۱۲ - مؤلف

دیتے اور زن بیوہ اپنے شوہر متوفی کی متروکہ کا ایک جزو اعظم سمجھی جاتی تھی - لہذا اکثر ایسا ہوتا تھا کہ سوتیلی بیٹا اپنی سوتیلی ماؤن کو اپنی بیبیان بنالیتے تھے اور جب اسلام مین یہ رسم قبیح حرام کردیا گیا تو اسکا نام تو ہینًا نکاح المقت یعنی بے شرمی کا یا مذموم نکاح رکھا گیا - بلکہ بعض قبائل یمن[1] مین جو کسیقدر یہود اور کسیقدر صابئین یعنی ستارہ پرست تھے ایک زوجہ کا متعدد شوہر رکھنے کا رسم بھی جاری تھا -

شارع اسلام اپنی قوم کے شارع ومقنن اور تمام بنی آدم کے محسن تھے آپ کی رسالت کا مقصود اعظم یہ بھی تھا کہ ان تمام قبیح رسوم کے انسداد کا تدارک کامل فرمائین جو صدہا برس سے جاری چلے آتے تھے - پس آپ نے انکا انسداد کُلّی اسطرح فرمایا کہ ازواج کی ایک تعداد مقرر کردی اور ازواج کے مواجب وحقوق انکے شوہرون پر معیّن کردیے اور شوہر پر یہ فرض عین کردیا کہ سب ازواج سے من جمیع الوجوہ برابر برتاؤ رکھے اور اسکا تحفظ کامل بھی کردیا کہ کسی عیاش اور ناخداترس شوہر کی شقاوت سے اوسکے ازواج دربدر خاک بسر نہ ہونے پائین - مگر شرع اسلام کی حکمت بالغہ اوامر کے بہ نسبت نواہی سے زیادہ ظاہر ہے چنانچہ تعدد ازواج مین ایک قید ایسی لگادی ہے جس سے یہ فعل صرف محدود ہی نہیں ہوگیا ہے بلکہ جس آیت[2] سے اذن مفہوم ہوتا ہے فی الواقع اوسی آیت سے اسکا انتفاء اور کالعدم ہونا بھی لازم آتا ہے - اوس آیت کے معنے یہ ہوتے ہین کہ کوئی شخص ایک سے زیادہ زوجہ نہ کرے اگر وہ چارون ازواج کے ساتھ برابر اور منصفانہ برتاؤ نہ کرسکے

---

[1] تاریخ کامل ذی پرسول جلد ۱ - صفحہ ۱۵۱ ۲ - اور تاریخ ابن خلدون ملاحظہ ہو ۱۲ مولف

[2] فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَاءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً ۱۲ قرآن مجید

جیسا مولوی سید احمد خان صاحب نے فرمایا ہے کہ وہ تعدد ازواج میں بہت سی شدید قیود لگا دیے گئے ہیں اور بہت سی سخت قواعد مقرر کر دیے گئے ہیں جیسا کہ [illegible] کے مواجب و حقوق میں مساوات کلی رکھنا اور چار رن سے زیادہ [illegible] وغیرہ وغیرہ۔ اور یہ قیود اسلیئے لگائے گئے ہیں کہ لوگ اس امر میں افراط [illegible] افراط کل اوقات میں قبیح و مذموم ہے اور یہ یقین ہو جائے کہ جس شخص نے تعدد ازواج پر جسارت کی ہے وہ ایک ضرورت واقعی کیوجہ سے اس فعل پر مجبور ہو گیا تھا۔ آیت تحلیل تعدد ازواج کے پہلے جزو سے اذن مطلق مفہوم ہوتا ہے مگر دوسرا جزو پہلے جزو کی شرط واقع ہوا ہے اور فرائض ضروریہ کی قبیل سے ہے پس جو شخص جزو ثانی اور اوسکے لوازم کی تعمیل نکرے تو بمفاد اذا فات الشرط فات المشروط اوسنے یقیناً یہ فعل خلاف شرع اسلام کیا اور خدا کا گنہگار ہوا۔ پس بہر کیف حکم تعدد ازواج کو از قبیل نواہی سمجھنا چاہیئے نہ از قبیل اوامر۔ یہ بات ناظرین کے ذہن نشین رہے کہ تعدد ازواج مصالح وقت پر موقوف ہے۔ بعض زمانوں میں اور بعض حالات مخصوصہ تمدن میں یہ رسم عورتوں کو فاقہ کشی اور فقر و فلاکت سے بچانے کے لیئے ضروری و لابدی ہو جاتا ہے۔ یہ ایک امر واقعی ہے لہذا اس سے چشم پوشی نہیں ہو سکتی۔

جب انسان کے خیالات میں ترقی ہوئی اور زمانہ کے حالات بدل گئے تو تعدد ازواج کی ضرورت نہیں باقی رہی اور اب یہ رسم ضمناً متروک ہو گیا ہے یا صریحاً ممنوع ہو گیا ہے۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ جن بلاد اسلام میں وہ وجوہ رفع ہوتے جاتے ہیں جن وجوہ سے یہ تعدد ازواج کا رسم ابتدا میں ضروری و لابدی ہو گیا تھا اب اون بلاد میں یہ رسم قبیح

۵۱ حاشیہ ۱۔ متعلقہ باب ہذا ملاحظہ ہو ۱۲۔ مؤلف ۵۲ اگر یوروپ اور امریکہ کی اخلاقی حالت اور نقشوں میں [illegible] کہہ سکتا ہوں کہ نہایت مہذب و شائستہ ممالک یورپ میں اس کثرت اور اس شدت سے فسق و فجور ہوتا [illegible] کے محتاج محض ہونے کی وجہ سے ہوتا ہے ۱۲۔ مؤلف ۵۳ پادری [illegible] صاحب اور [illegible] صاحب [illegible]

[illegible] حکم خدا و رسول کے خلاف تصور کیا جاتا ہے - مگر جن ممالک اسلامیہ مین حالات [illegible] جہان وہ ذرائع معاش موجود نہین ہین جیسے مہذب و شائستہ قومون مین عورتین اپنی بسر اوقات کر لیتی ہین اون ممالک مین تعدد ازدواج کا جاری رہنا ضرور ہے - قوانین اسلامیہ کا ترقی و تہذیب کی ہر درجہ کے موافق ہونا شارع اسلام کی حکمت بالغہ پر دال ہے - قوانین کا ملائم ہونا بہت بڑی دلیل اونکی عمدگی اور لطافت کی ہے - یہ صفت شرع اسلام کے لئے مخصوص ہے کہ یہ شریعت سہلہ سمحہ ہے یعنی اسمین عسر و حرج نہین جائز رکھا گیا ہے -

اب ہم اوس امر کی تحقیق کرتے ہین جسکو اکثر اون لوگون نے جو واقعات تاریخی سے واقف نہین ہین یا جنہون نے اون واقعات کو ایمانداری سے نہین جانچا ہے شارع اسلام پر طعن کرنے کی وجہ وجیہ گردانا ہے - اس سے مراد آنحضرت کا متعدد ازدواج کرنا ہے جن [illegible] نے آنحضرت پر طعن کیا ہے اونکا یہ قول ہے کہ آنحضرت نے متعدد ازواج کر کے اپنے نفس سے وہ رعایت کی جسکے مستحق آپ شرع شریف کی بمو[جب] [illegible] - گر واقعات تاریخی کو [illegible] دیکھئے اور اس فعل کے بواعث [illegible] کی حیثیت سے ملاحظہ کیجئے تو بخوبی معلوم [illegible] اور ایمانداری اور عیسائی نیک نہادی سے بالکل معرا [illegible]

[illegible] اخبار سوشل ریفارمر مین خوب بیان کر دیگئی ہے [illegible] تحلیل تعدد ازدواج مین تاویل کرنا ہر شخص کی رائے پر موقوف ہو [illegible] بلکہ شرع شریعت مین ایسے ذرائع موجود ہین جنسے یہ رسم کسی [illegible] اسلامیہ مین بالکل موقوف ہو سکتا ہے اور اگرچہ ہر مسلمان کو عقلی آزادی بخشی گئی ہے تاہم علماء دین [illegible] بالکل موقوف ہو سکتا ہے - مگر ایسا فتوی [illegible] دیا جا یگا کہ جب علماء اسلام خیالات کے پابند [illegible] سمجھ لین اور رسول اللہ کے احکام کو کما حقہ سمجھ سکین - [illegible] تعدد ازدواج کا رسم زائل ہوتا جاتا ہے اور چند روز مین بالکل [illegible] نیک نہادی کے لفظ سے شاید یہ لوگ حیران ہونگے اسواسطے کہ انکے نزدیک [illegible]

جب آنحضرت کا سن شریف فقط پچیس برس کا تھا یعنی عین عنفوان شباب مین
جبکہ آپ کے قوائے عقلی اور قوائے بدنی بالکل صحیح تھے اوسوقت آپ نے ایک عورت خدیجہ
سے عقد کیا تھا جو آپ سے سن مین بہت بڑی تھین پچیس برس تک آپ نے
خدیجہ کے ساتھ کمال وفاداری اور راحت سے بسر فرمائی - خدیجہ ہر عالم مین آپکے
مونس وغمخوار رہین لیننے اوس عالم مین بھی آپ کی غمخواری کے جبکہ مشرکین قریش نے
کیسی کیسی غلیبت وبدگوئی اور ذلت واہانت اور ایذارسانی کی - جب حضرت خدیجہ نے
وفات کی اوسوقت آپ کا سن اکاون برس کا تہا - آپ کے مخالفین اسکا انکار نہین
کرسکتے بلکہ طوعاً وکرہاً اسکو تسلیم کرتے ہین کہ اس تمام عرصۂ دراز مین آپ کے اطوار
عادات مین ایک بھی اخلاقی عیب نہین دکھائی دیتا - جبتک حضرت خدیجہ زندہ رہین
آپ نے دوسرا عقد نہین کیا حالانکہ اگر آپ ایسا کرتے تو آپ کی قوم کے نزدیک ایسا
کرنا جائز ومباح تہا - حضرت خدیجہ کے انتقال کے چند مہینہ کے بعد جب آپ اطراف
سے بیکس وناچار اور مظلوم وستم رسیدہ پھرے تو آپ نے سعیدہ سے عقد کیا جو ایک
شخص سقران نامی کی زن بیوہ تھی جسنے اسلام قبول کرلیا تھا اور مشرکین کے
ظلم وستم سے ملک حبش مین چلا گیا تھا - سقران غریب الوطن انتقال کر گیا تھا اور اوسکی
زوجہ بے والی ووارث ہوگئی تھی گو اوسکے دو تین عزیز زندہ تھے - پس ہر ایک اصول
فیاضی اور مروّت کا مقتضی یہی تہا کہ آپ اوس نیکبخت سی عقد کرلین - کیونکہ اوسکے
شوہر نے اس نئے دین پر اپنی جان تصدق کی تھی اور اسی دین کی خاطر اپنے عیال
اور وطن کو چھوڑکر مسافرت اختیار کی تھی اور اس آوارہ وطنی مین اوسکی زوجہ اوسکی
شریک حال رہی تھی اور اب جو مکہ مین پھر آئی تو بے والی ووارث ہوگئی تھی کوئی
اخلاقی قاعدہ یا قانون اس عقد سے مانع نہ تھا اور اوس بیچاری بیوہ کا کوئی گھر بار

نہین تھا جہان وہ بھیجدی جاتے اور خود آنحضرتؐ کا یہ حال تھا کہ نان شبینہ کو محتاج تھے اوس عالم مین آپؐ نے سعیدہ سے عقد کیا۔

عبد اللہ ابن عثمان الملکنیؓ بابی قحافہ جنکا نام تاریخ مین ابو بکرؓ مشہور ہے ایک صحابی جان نثار آنحضرتؐ کے تھے اور سابق الاسلام تھے اور آپؐ سے ایسی محبت دلی اور خلوص باطنی رکھتے تھے کہ گویا اس امر مین حضرت علیؓ سے مشابہ ہوسکتے ہین۔ حضرت ابو بکرؓ کے ایک چھوٹی سی بیٹی تھین جنکا نام عائشہ تھا۔ اور اونکے والد ماجد کو ہمیشہ سے یہ آرزو تھی کہ اپنی دختر کو آپؐ کے حبالہ عقد مین دیکر اوس رشتہ محبت کو مضبوط کرین جو اونمین اور اونکے پیغمبرؐ مین تھی جنہون نے اونکو ظلمت کفر سے نکالکر نور ایمان بخشا تھا اوس لڑکی کا سن کُل سات برس کا تھا مگر اوس ملک کی دستور کے موافق اس عمر کی لڑکی سے شادی کرنا جائز تھا۔ ازواج نبیؐ مین باکرہ صرف یہی تھین اسیوجہ سے اونکے والد کی کنیت ابو بکر تھی۔ مدینہ مین تشریف لانے کے چند مدت بعد آنحضرتؐ نے حفصہ بنت عمر سے عقد کیا جو بعد ازآن خلیفہ ثانی ہوے۔ حفصہ کا شوہر غزوہ بدر مین مارا گیا تھا اور اپنے باپ کی کیطرح وہ بھی ایسی آتش مزاج تھین کہ اونکے خواستگارون کو اونسے عقد کرنے کی جرأت نہ ہوتی تھی اونکے والد اونکے اتنی مدت تک بیوہ رہنے سے عاجز آگئے اور پہلے حضرت ابو بکر کو بعد ازآن حضرت عثمانؓ کو پیام عقد بھیجا۔ مگر دونون صاحبون نے نہ قبول کیا۔ اوسوقت حضرت عمرؓ کو ایسا طیش آیا کہ تمام مسلمانون کو باہمی جنگ و جدل کا اندیشہ ہوا۔ جب یہ نوبت پہونچی اوسوقت آنحضرتؐ نے پدر حفصہ کے غیظ کو فرو کرنیکے لیے اونسے عقد کر لیا۔ ہند ملقب بہ ام سلمہ۔ ام حبیبہ۔ اور زینب ملقب بہ ام المساکین[1] اون تین ازواج سے جو بیوہ تھین آپؐ نے اسوجہ سے عقد کیا کہ مشرکین کی عداوت اونسے

[illegible] تاریخ [illegible] پرسول جلد ۲ صفحہ ۸۹ [illegible] ۱ اونکی جود و سخا کی وجہ سے انکا یہ لقب ہوگیا تھا

اونکا کوئی والی ووارث نہ باقی رہا تھا اور اونکی اعزّا راونکا تحمل نہ کر سکتے تھے۔

آنحضرتؐ نے اپنی جانباز و جان نثار دوست اور عتیق زید کا عقد ایک نہایت عالی خاندان عورت زینب کی ساتھ کر دیا تھا - یہ بی بی نجیب الطرفین تھین اور اپنے عالیخاندانی اور حسن وجمال کا خیال کر کے انکو اس بات کا بڑا رنج تہا کہ میری شادی ایک آزاد کردہ غلام کے ساتھ کر دے - الغرض - دونون مین باہم ملال اتنا بڑہا کہ ایک دوسرے سے نفرت ہوگئی - شاید زید کی نفرت کا باعث زیادہ تر یہ ہوا تہا کہ زینب نے چند کلمات جو آنحضرتؐ کے زبان مبارک پر اوسوقت جاری ہوئے تھے جب آپؐ کی نظر اونپر اتفاقاً پڑگئی تھی ایسے طرز سے مکرّر و متواتر کہا کہ اوس طرز کو کچھ عورتین ہی خوب جانتی ہین - تفصیل اسکی یہ ہی کہ ایک مرتبہ آنحضرتؐ کسی ضرورت سے زید کے مکان پر تشریف لیگئے تھے اور زینب کی چہرہ کو بے نقاب دیکھکر وہ کلمات فرمائے تھے جو فی زماننا ہر ایک مسلمان کسی خولصورت تصویر یا لعبت کو دیکھکر بے اختیار کہنے لگتا ہی فَتَبَارَكَ اللهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِين

آنحضرتؐ نے تو یہ کلمات صرف تعریف کی راہ سے فرمائے تھے مگر زینب کو غرور ایسا دامنگیر ہوا کہ اس آیت کو اونھون نے متواتر اپنے شوہر کے سامنے پڑہا تا کہ معلوم ہو کہ ہم ایسی حسین ہین کہ خود پیغمبر خدا نے ہماری تعریف کی ہے - اس سے زید کو خواہ مخواہ اور زیادہ ملال ہوا - آخر الامر زید نے اپنے دل مین ٹھان لیا کہ اب مین اس عورت کی ساتھ نہ رہونگا اور اونھون نے آنحضرتؐ کی خدمت مین حاضر ہو کر عرض کیا کہ مین زینب کو طلاق [illegible]

آپؐ نے فرمایا "کیون اوس سے کیا قصور ہوا ہی" زید نے عرض کیا "وہ [illegible]

اوس سے کوئی قصور تو نہین ہوا ہی مگر اب میرا نباہ اوس سے نہ ہوگا" [illegible]

تب بتاکید فرمایا کہ "جا اور اپنی زوجہ کی حفاظت کر اور اوس سے اچھی طرح پیش آ [illegible]

ڈر کیونکہ خداوند عالم نے [illegible] اپنی ازواج [illegible] ہی کرو اور خدا سے ڈرو - [illegible]

مگر زید اپنے ارادۂ طلاق سے نہ باز آیا اور باوجودیکہ آنحضرتؐ نے ایسا حکم دیا تھا لیکن اوسنے زینب کو طلاق دیدیا۔ آنحضرتؐ کو زید کے اس فعل سے خاص کر اسوجہ سے اور زیادہ رنج ہوا کہ آپؐ ہی نے ان دونون کی نسبت ٹھہرائی تھی مگر دونون کے مزاج مین ناموافقت ہوئی

اس واقعہ کے چند مدت بعد زینب نے آنحضرتؐ سے کہلا بھیجا کہ زید نے تو مجھکو طلاق دیدیا ہے اب میری پرورش آپؐ ہی پر موقوف ہی۔ بس اسوجہ سے آنحضرتؐ نے اوس سے عقد کرلیا[1]۔ ایک اور زوجہ آپؐ کی جویریہ بنت حارث تھین۔ اور حارث امیر قبیلہ بنی مصطلق تھا جویریہ کو ایک مسلمان نے اوس لڑائی مین گرفتار کرلیا تھا اوس سے اوسنے اقرار کرلیا تھا کہ کچھ روپیہ لیکر مجھے آزاد کردینا۔ جویریہ نے آنحضرتؐ سے اوس روپیہ کو طلب کیا اور آپؐ نے اوسکو مرحمت فرمایا۔ اس عنایت کا معاوضہ اور رہائی پانے کا شکریہ جویریہ نے یہ ادا کیا کہ آپؐ سے عقد کرلیا۔ جوہین مسلمانون نے اس عقد کا حال سُنا باہم کہنے لگے کہ اب بنی مصطلق پیغمبر خداؐ کے اعزا مین داخل ہین پس اونسے اوسیطرح پیش آنا چاہیئے۔ لہذا ہر ایک مجاہد نے اون اسیرون کو جلد رہا کردیا جنکو اوس لڑائی مین گرفتار کیا تھا۔ اور قریب سو آدمیون کے مع عیال و اطفال جب رہا کردیے گئے تو اونھون نے دعاے خیر دی کہ خدا جویریہ کے عقد کو پیغمبر خداؐ کے ساتھ مسعود و مبارک کرے[2]۔ مجاہدین مین سے ایک صاحب نے جنگ خیبر مین ایک یہودیہ صفیہ نامے کو بھی گرفتار کرلیا تھا۔ اوسکو بھی آنحضرتؐ نے اپنے جود و کرم کو کام فرماکر رہا کردیا اور خود

[1] تاریخ طبری جلد ۳ صفحہ ۵۸ ملاحظہ ہو۔ اس عقد پر مشرکین قریش نے بڑا غل مچایا۔ حالانکہ خود اونکا یہ حال تھا کہ اپنی ماؤن اور خوشدامنون سے شادی کرلیتے تھے مگر آنحضرتؐ نے جو اپنے پسر ربیب کی زوجہ مطلقہ سے نکاح کرلیا تو اونکی زعم ناقص مین گناہ کبیرہ کیا۔ بعض آیات قرآن مجید اس غرض سے نازل ہوے کہ یہ ظن کا لوگون کا دفع ہوجاے کہ تبنی سے وہ قرابت پیدا ہوتی ہے جو شرکت نسب سے ہوتی ہے۔ ان آیات سے یہ رسم بہت پرستون کا دفع ہوگیا کہ اگر کوئی زوجہ یا شوہر یا وہ مرد جسکو کسی عورت سے عقد کرنا منظور ہو اوسکو ماں یا بہن یا باپ یا بھائی کہہ بیٹھے تو وہ عورت اوس مرد پر اور وہ مرد اوس عورت پر حرام ہوجاتا تھا چہ جائیکہ اگر کوئی مرد یا عورت متبنّٰی یا متبنیہ کر لیتے تو

اوسکی خواہش سے اور اوسکی رضا ورغبت سے اوسکے ساتھہ نکاح کرکے اوسکو شرف زوجیت بخشا
میمونہ جنسے آپ نے مکہ مین عقد کیا تھا آپ کی عزیز تھین اور پچاس برس سے زیادہ
اونکا سن ہوچکا تہا۔ اونکا نکاح جو آپ کے ساتھہ ہوا تو ایک فائدہ تو اوس سے یہ ہوا کہ ایک
غریب رشتہ دار کی گذران کی صورت نکل آئی۔ دوسرا فائدہ یہ ہوا کہ دو مشہور ومعروف
شخص اسلام کے شریک ہو گئے یعنے عبد اللہ ابن عباس اور خالد ابن ولید جو اُحد کی یادگار
لڑائی مین سواران قریش کا سردار تھا اور جسنے بعد ازآن رومیون کو شکست دی
پس آنحضرتؐ نے جو نکاح کئے تھے اونکی یہ حقیقت ہے شاید بعض عقد آپ نے اولاد
ذکور کی خواہش سے کئے ہون کیونکہ آپ خدا نہ تھے پس مقتضی بشریت آپ کو فرزند نرینہ
کی آرزو ہوئی ہوگی۔ اور دشمنون نے براہ عداوت جو ایک طعن آمیز لقب آپ کا رکہا تہا
اوس سے بہی آپ نے بچنا چاہا ہوگا۔ لکن واقعات کو بحیثیت کذائی دیکھنے سے معلوم
ہوتا ہے کہ ان نکاحون سے عمدہ نتائج پیدا ہوے یعنے انہین کے بدولت قبائل عرب
مین باہمی جنگ وجدل موقوف ہوا اور گونہ موافقت اور اتحاد پیدا ہوا۔
مشرکین عرب مین اخذ ثار کا رسم جاری تہا۔ اور خانگی لڑائیون مین قبائل عرب
تباہ وبرباد ہوئی جاتی تہی۔ کوئی قبیلہ ایسا نہ تھا جسمین لڑائی جھگڑا نہ رہتا ہو اور مرد
مقتول نہ ہوتے ہون اور عورتین اور بچے لونڈیان اور غلام نہ بنا ڈالے جاتے ہون
حضرت موسیٰؑ کی امت مین بہی اخذ ثار کا دستور جاری تہا۔ سب قومون مین بعض

سلہ آنحضرت صلعم کے دشمنون نے بڑی شقاوت سے آپ کو الابتر یعنے دم بریدہ کا خطاب اوسوقت دیا تھا جب
آپ کے صاحبزادہ ابراہیم نے انتقال کیا تھا۔ جیسا اب زمانہ مین ہنود کا اعتقاد ہے ویسا ہی اوس زمانہ مین
عرب اولاد ذکور کو نعمت عظمی اور عنایت خدا سمجھتے تھے اور جو شخص اپنے مرنے کے بعد کوئی بیٹا نہ چھوڑ جاتا تھا وہ
بڑا بدنصیب کہلاتا تھا۔ اسیوجہ سے مشرکین عرب نے آپ کا ایسا مکروہ نام رکہا تہا جسکا ذکر سورۃ الکوثر مین ہے
اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ اور اسیوجہ سے مشرکین عرب اپنی لڑکیون کو زندہ دفن کر دیتے تھے
[illegible] وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ بِاَیِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ [illegible]

مدارج تہذیب نفس و تکمیل عقل مین یہ رسم ہوتا ہی) مگر جب حضرت موسٰی سے اسکا انسداد نہو سکا تو اوسنون نے معابد کو مامن و ماوی قرار دیکر اس رسم کو جائز رکھا آنحضرتؐ اس خرابی کے انسداد کی تدبیر اوس سے بہتر سوچے کہ مختلف خاندانون اور زبردست قبائل عرب مین باہم قرابتین کرکے اور خود اپنے ساتھ تزویج کرکے اونمین موافقت و مواَلفت پیدا کی - اور آخر زمانہ مین جبل العرفات پر تشریف لیجاکر ارشاد فرمایا کہ اوس وقت سے سب خانگی لڑائیان موقوف کردی جائین۔ آنحضرتؐ کے دشمنون نے بد ایمانی اور بغض و عداوت سے اون اسباب و اغراض کو بگاڑکر بیان کیاہے جنکو بڑے بڑے انبیاء و اولیاء اور مقدسین و ابرار نے زمانہ سلف مین جائز قرار دیکر تعدد ازواج کی رسم کو جاری رکھا تھا اور وہی اسباب و اغراض آنحضرتؐ کو بھی اس فعل کا داعی ہوی تھے جس سی غریب و نادار بیوہ زنون کو جو کوئی ذریعہ معاش نہ رکھتی تھین رزق میسر ہوا - آنحضرتؐ نے اونکو اپنے حرم محترم مین داخل کرکے اونکی پرورش اور دستگیری کی کہ اوس زمانہ اور اوس قوم کے عادات کے موافق صرف یہی طریقہ اون بیچاریون کی پرورش کا تھا -

یورپ کے لوگ تعدد ازواج کو فی نفسہ ایک فعل قبیح سمجھتے ہین اور اوسکو صرف قانوناً ناجائز نہین جانتے ہین بلکہ عیاشی اور فسق و فجور کا نتیجہ سمجھتے ہین - وہ لوگ یہ بھول گئے ہین کہ ایسے سب رسوم و دستورات مقتضئ زمانہ اور ضرورت وقت سے پیدا ہوتے ہین - اور یہ بھی اونکو یاد نہین رہا ہے کہ بڑے بڑے انبیاء بنی اسرائیل اور بزرگان عبرانی جنکو سب اہل کتاب جو سام ابن نوح کی اولاد سے ہین خیر محض اور تقدس مجسم سمجھتے ہین تعدد ازدواج کو اوس حد تک عمل مین لائے تھے جو اس زمانہ کے خیالات کے موافق غایت درجہ کی شرعی عیاشی کہی جا سکتی ہے - اون بزرگوارون کی اس فعل سے شاید ہم درگذر نہین کرسکتے ہین گو قدیم رِوایات نے اونکو کیسا ہی مقدس و متبرک کردیا ہو

مگر رسول عربیؐ کے مقدمہ مین تواتر افعال کی تاریخی حقیقت اور مصلحت کو ذہن نشین رکھنا لازم بلکہ الزام ہے۔ غالباً یہ کہا جاے گا کہ آنحضرتؐ کو یہ نہ چاہیئے تھا کہ کسی رسم سے خواہ وہ کیسی ہی شدید ہو "تعدد ازدواج" کی رسم قبیح کو خود عمل مین لاتے یا اسکو مباح کر دیتے اور اگر حضرت عیسیٰؑ نے اس سے کچھ تعرض نہ کیا تھا تو آپؐ کو اسکی ممانعت قطعی کر دینا اور اسکو حرام مطلق قرار دینا لازم تھا۔ مگر ہم کہتے ہین کہ بعض اور رسوم کیطرح یہ رسم بھی قبیح محض و مطلق نہین ہے۔ قبح ایک نسبتی لفظ ہے۔ ممکن ہے کہ کوئی فعل یا دستور ابتدائی زمانہ مین اصناف و افراد بشر کے اخلاقی خیالات کی بالکل موافق رہا ہو مگر ترقی خیالات اور انقلابات زمانہ کی وجہ سے اوس فعل یا دستور کا نتیجہ کسی قوم کے لیے خراب نکلے اور رفتہ رفتہ حاکم وقت اوسکو قانوناً ناجائز کر دے۔ انسان کے خیالات کا ترقی پذیر ہونا ایک بدیہی امر ہے مگر سطحی خیالات کے لوگ جو دقیق النظر نہین ہین اس امر سے چشم پوشی کرتے ہین کہ جب خیالات مین ترقی ہوتی ہی تو رسوم و دستورات کا حسن و قبح زمانہ کے حالات پر موقوف ہوتا ہی اور اسپر مبنی ہوتا ہی کہ مصالح وقت کے موافق وہ ممدوح ہین یا مذموم۔

طلاق کے مقدمہ مین بھی بڑی غلط فہمی اور مباحثہ و مطارحہ ہوا ہے۔

خدا معلوم کتنی عرصہ سے طلاق کا حق دنیا کی سب قومون مین قانوناً نکاح کو لازم چلا آیا ہی۔ مگر باستثنار چند صورتون کے یہ حق مرد کے فائدہ کے لئے مخصوص رکھا گیا تھا چنانچہ یہود کو شریعت موسوی نے طلاق کا حق بخشا تھا اور یہ حق نہ صرف اوس وقت عمل مین لایا جاتا تھا جبکہ زوجہ اپنے شوہر سے بیوفائی کر کے ہم بستری مین خیانت کرتی تھی بلکہ جب شوہر زوجہ سے کسی وجہ سے ناراض ہوتا تو اوسکو طلاق دیدیتا تھا۔ مگر عورتون کو اسکی اجازت نہ تھی کہ کسی وجہ سے اپنے شوہرون سے

طلب کرین[۱] ۔ رومیون مین زمانہ قدیم سے طلاق مشروع ومباح چلا آتا تھا- اور قوانین الواح[۲] دوازدہ گانہ کی بموجب بہی طلاق جائز تہا- اگر دمتہ الکبریٰ یعنے روم قدیم کی بنا کی پانچ نسٹے برس بعد تک رومی قانون طلاق کو عمل مین نہین لائے جیسا اونکی مداحون نے بیان کیا ہی تو اسکی وجہ یہ نہین ہوئی کہ رومی اور قومون سے زیادہ نیک نہاد اور خجستہ اطوار تھے بلکہ یہ سبب ہوا کہ شوہر کو اختیار تہا کہ جب زوجہ سے کوئی ایسی حرکت صادر ہو جیسے زہر خورانی یا شراب خواری یا کسی اور کے بچے کو جہوٹ موٹ اپنا بچہ بنا لینا تو شوہر اوسکو فوراً مار ڈال سکتا تہا- مگر زوجہ کو طلاق چاہنے کا کوئی حق حاصل نہ تہا اور اگر وہ طلاق کی خواہان ہوتی تہی تو اس بیباکی پر مستوجب سزا ہوتی تھی- اور روم کی سلطنت جمہوری کے آخر زمانہ مین طلاق کا بکثرت وقوع[۳] مین آنا اخلاق عامہ کی خراب ہو جانے کی دلیل بہی تہا اور سبب بہی تہا اور نتیجہ[۴] بہی تہا-

اس جواز طلاق کی بحث مین ہمنے زمانہ قدیم کی دو قومون[۵] کو منتخب کرلیا ہی جو سب سے زیادہ معزز و ممتاز تہین اور جنکی طرز تخیل کا نہایت قوی اثر اس زمانہ کے خیالات اور عادات و اطوار پر ہوا ہے- رومیون کے قوانین طلاق سے اونکے خیالات مین ترقی ظاہر ہوتی ہے یعنے یہ معلوم ہوتا ہی کہ اونکی نظر عورتون کی اصلاح حال پر تہی اور یہ چاہتے تھے کہ عورتون کو اتنا عروج دین کہ مردون کے ہمپایہ ہو جائین- یہ اسکا نتیجہ تھا کہ انسان کے خیالات مین ترقی ہوئی تھی اور شاید کوئی سبب خارجی بہی اسکا ہوا ہو-

---

[۱] توریت کتاب الخروج باب ۲۱ اور کتاب الاحکام باب ۲۱ آیت ۱۲- اور باب ۲۴- ایت ۱- اور ڈالنجر صاحب کی تاریخ یہود و مشرکین جلد ۲ صفحہ ۳۳۹ و ۳۴۰- اور سلڈن صاحب کا رسالہ تزویج ملاحظہ ہو ۱۲- مؤلف [۲] یہ قوانین قدیم رومیون نے بنا کر بارہ تختیون پر کندہ کیے تھے اسی وجہ سے یہ تاریخ مین قوانین الواح دوازدہ گانہ کی لقب سے مشہور ہین ۱۲- مؤلف [۳] ڈالنجر صاحب کی تاریخ یہود و مشرکین جلد ۲ صفحہ ۲۵۵- ملاحظہ ہو ۱۲- مؤلف [۴] یہ قول بشپ ملمین صاحب کی تاریخ دین مسیحی جلد ۱- صفحہ ۳۰۳ سے نقل کیا گیا ہی- مین اس قول کی تصدیق نہین کرتا طلاق یقیناً ایک فعل قبیح ہے ۱۲- مؤلف [۵] یعنی رومی اور یونانی ۱۲- مترجم-

اب حضرت مسیحؑ[2] کے احکام طلاق کو ملاحظہ کیجئے تو ایک جلیل القدر مورخ[1] کا قول ہے
کہ "وہ حضرت عیسیٰ نے طلاق کے باب مین ایسے مبہم متشابہ کلمات فرمائے ہین کہ مقنن کی
عقل مین جو کچھ آئے ویسی تاویل اونمین کر سکتا ہے" یہ گمان ہو سکتا ہی کہ جب حضرت
مسیحؑ نے یہ کلمات فرمائی تھے کہ "وہ جس[3] چیز کو خدا نے وصل کیا ہے اوسمین بندہ کو فصل
کرنا نہ چاہیئے" اوسوقت اونکو اور کسی بات کا خیال نہ تھا بجز اسکے کہ فسق و فجور کا دریا
جوش مار رہا تھا اوسکو روکنا منظور تھا ۔ حضرت عیسیٰ نے غور و تامل سے ان کلمات کی
نتیجہ کو نہ سوچا تہا کہ آخر زمانہ مین انکا کیا انجام ہوگا ۔ بعد ازآن جو حضرت مسیحؑ نے وہ
قاعدہ مقرر کر دیا جس سے جواز طلاق فقط ثبوت زناء پر موقوف و منحصر ہو گیا اوس سے
بخوبی ثابت ہوتا ہی کہ حضرت عیسیٰؑ طلاق کی ضرورت کی قائل تھے ۔ مگر جو مقننین اونکے
بعد گذرے اونکی عقل اسکی مقتضی نہین ہوی کہ ایسے قاعدہ کی جاہلانہ پابندی کرین
جو زبانی کہدیا گیا تھا اور جو اوس قوم کے مناسب حال تہا جو گویا ہنوز رحم مادر مین
ایک مضغہ کی حالت مین تھے ۔ اس قاعدہ کو صرف اتنا سمجھ سکتے تھے کہ ایک عمدہ خیال
اس سے ظاہر ہوتا ہی مگر یہ دعوی کرنا کہ اس قاعدہ کو اصل قانون طلاق سمجھنا چاہیئے
اسکے بطلان کو صرف یہی امر کافی ہے کہ عیسائی ملکون مین صدہا قوانین طلاق ہر زمانہ
جاری[4] ہوا کیے ہین ۔ آنحضرتؐ طلاق کے مفہوم ذہنی کو بہت ناپسند فرماتے تھے اور اوسکی
وجود خارجی یعنے عمل کو قالع بنیان تمدن جانتے تھے مگر با این ہمہ ایک حکیمانہ قانون طلاق
منضبط کر کے آپؐ نے اون ضرورتون کا تدارک کامل فرما دیا جو تمام اوقات مین اور سب
خاندانون مین اوسوقت تک ضرور پیش آئین گے جبتک کہ انسان جامۂ بشریت پہنے رہیگا
مولوی سید احمد خان صاحب اس بحث مین فرماتے ہین کہ "ہمارے پیغمبرؐ نے طلاق کی قدر

---

[1] گبن صاحب کے تاریخ زوال سلطنت روم الکبری جلد ۳ صفحہ ۲۰۹ ۔ ملاحظہ ہو ۱۲ ۔ مؤلف [2] متی کی انجیل باب ۹ آیت ۹ ۔ اور حاشیہ ۲ متعلقہ [3] ... [4] ...

(حاشیہ بر کنارہ:) ۔۔۔ ۱۹ ۔ ۱۲ ۔ مؤلف

نقصانات ہیں۔ آپ اپنے اصحاب سے ہمیشہ فرمایا کئے کہ طلاق بہترین فوائد تمدن کے منافی ہے اور اس سے یہ یہ خرابیان پیدا ہوتی ہین اور اونکو ہمیشہ ترغیب و تحریص فرمایا کیے کہ عورتون کی عزت اور اونپر شفقت کیا کرو۔ باوجودیکہ آنحضرت کو طلاق سے دلی نفرت تھی تاہم آپ نے اوسکو وہ عظمت و وقعت بخشی جسکا وہ عقلاً مستحق و سزاوار تھا اور طلاق کی اجازت اون حالات مین دی جن حالات مین طلاق بیشک ایک نعمت عظمیٰ ہوجاتا ہے اور طلاق سے زن و شوہر کے باہمی رنجش اور خانگی افکار و ترددات یا بالکل رفع ہوجاتے ہین یا بہت کم ہوجاتے ہین اور اگر طلاق نہ دیا جاوے تو سوسائٹی کا نقصان اوس سے بھی زیادہ ہو جتنا اب ہوتا ہے۔ ایسی صورتون مین طلاق سوسائٹی یعنے تمدن کو مضر ہرگز نہین ہے بلکہ ایک نعمت ہے اور ایک موثر ذریعہ سوسائٹی (تمدن) کے اصلاح حال کا ہے۔ آنحضرت نے صرف اتنی اجازت ہی نہین دیدی کہ بعض حالات مین طلاق دینا جائز ہے بلکہ طالق اور مطلقہ کے لیئے تین زمانے مقرر کردیئے کہ ان زمانون مین مصالحہ کی کوشش کیجائے یعنی ہم جنس کی [illegible] زیادہ کریں۔ لیکن اگر کوئی کوشش مصالحہ کی کارگر نہ ہو تو تیسرے زمانہ کا انتظار کیا جاوے جسمین تکمیل طلاق ہوکر شوہر و زوجہ مین جدائی ہوگی۔

ایم سیڈلاٹ صاحب مورخ فرانسیسی جنسے زیادہ کسی مورخ یورپ نے قوانین اسلام مین تحقیق نہین کی ہے طلاق کی بحث مین لکھتے ہین کہ — وہ طلاق کی

مطلقہ ... اس تقریر کی تطبیق اون احادیث پر کرنی چاہیئے جو معاذ ابن جبل سے مروی ہین۔ انمین سے ایک حدیث مین آنحضرت نے فرمایا ہے کہ "خدانے کوئی چیز دنیا مین ایسی نہین پیدا کی ہے جسکو وہ غلام آزاد کرنے سے زیادہ دوست رکھتا ہے۔ اور نہ کوئی چیز ایسی پیدا کی ہے جسکو وہ طلاق سے زیادہ ناپسند کرتا ہے" (مشکات و صحیح بخاری) ایسی ہی احادیث شیعون کی کتاب بحار الانوار مین بھی لکھے ہین جنسے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت کو طلاق مطلق سے نفرت کلی تھی ۱۲- مؤلف **۲۵** حدیث مین وارد ہوا ہے کہ ایک صحابی نے اپنی زوجہ کو تین مرتبہ متواتر کہکر طلاق دیدیا اور ہر مرتبہ صیغہ طلاق مین مدت شرعیہ کا انتظار نہ کیا۔ جب یہ خبر آنحضرت کو پہونچی تو آپ اسے

اجازت دیگئی مگر ایسی قیود لگادی گئی جنسے اوس طلاق کا فسخ ہونا جائز ہوگیا جو جلدی مین بے سمجھے بوجھے دیدیا گیا ہو۔ طلاق کی تکمیل اور لائق تفسیخ ہونا اسپر موقوف تھا کہ ایک ایک مہینہ کی فاصلہ سے تین مرتبہ صیغہ طلاق پڑہا جاے یا اعلان طلاق کیا جائے[۱] زوجہ اسکی بہی مستحق تہی کہ شوہر کے ظلم وجور اور ناسب نفقہ نہ دینے سے اور اور اسباب سے بہی طلاق طلب کرے[۲]۔ خلع اسیکو کہتے ہین مگر ایسی حالت مین زوجہ کا مہر ساقط ہوجاتا ہی تاوقتیکہ وہ نہایت عمدہ اور قوی وجوہ خلع چاہنے کی نہ پیش کرے۔ بہرکیف جب طلاق کا طالب شوہر ہوتا تہا تو (سواے اون صورتون کے جنمین زوجہ علانیہ بدوضعی کرے) شوہر کو ہر ایک چیز زوجہ کو دینی پڑتی تہی جو نکاح کے وقت اوسکے لیے معین کردی تھی[۳]۔

طلاق کے باب مین قرآن مجید مین متواتر تنبیہ وتنذیر ہونا اور باہمی نا اتفاقی کو مصالحہ کرکے رفع کرنے کی تاکید شدید ہونا اسکی دلیل ہے کہ شارع اسلام عقد نکاح کو نہایت مقدس ومتبرک چیز سمجھتے تھے۔ چنانچہ آیات ذیل ملاحظہ ہون وَاِنِ امْرَاَۃٌ خَافَتْ مِنْ بَعْلِھَا نُشُوْزًا اَوْ اِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَیْھِمَا اَنْ یُّصْلِحَا بَیْنَھُمَا صُلْحًا وَالصُّلْحُ خَیْرٌ وَاُحْضِرَتِ الْاَنْفُسُ الشُّحَّ وَاِنْ تُحْسِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰہَ کَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرًا وَلَنْ تَسْتَطِیْعُوْا اَنْ تَعْدِلُوْا بَیْنَ النِّسَاۗءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِیْلُوْا کُلَّ الْمَیْلِ فَتَذَرُوْھَا کَالْمُعَلَّقَۃِ وَاِنْ تُصْلِحُوْا[۲۸] الخ اگر کوئی عورت اپنے شوہر

[illegible]

[۱] لِلَّذِیْنَ یُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَاۗىِٕہِمْ تَرَبُّصُ اَرْبَعَۃِ اَشْہُرٍ فَاِنْ فَاۗءُوْ فَاِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ وَاِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ فَاِنَّ اللّٰہَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ وَالْمُطَلَّقٰتُ یَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِہِنَّ ثَلٰثَۃَ قُرُوْۗءٍ وَلَا یَحِلُّ لَہُنَّ اَنْ یَّکْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللّٰہُ فِیْٓ اَرْحَامِہِنَّ اِنْ کُنَّ یُؤْمِنَّ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَبُعُوْلَتُہُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّہِنَّ فِیْ ذٰلِکَ اِنْ اَرَادُوْٓا اِصْلَاحًا وَلَہُنَّ مِثْلُ الَّذِیْ عَلَیْہِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَلِلرِّجَالِ عَلَیْہِنَّ دَرَجَۃٌ وَاللّٰہُ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ سورۂ بقر آیت ۲۲۶ و ۲۲۷ و ۲۲۸ ـــ ۱۲ مؤلف

[۲] سیڈلاٹ صاحب کی تاریخ عرب صفحہ ۸۵ ۔ اور حاشیہ ۳ متعلقہ باب ہذا ملاحظہ ہو ۱۲ ـ مؤلف [۳] ہدایہ اور مبسوط مین کتاب الطلاق ملاحظہ ہو۔ سیل صاحب نے بہی ترجمہ قرآن مجید مین اہل سنت کے مسائل طلاق خوب بیان کئے ہین ۱۲ مؤلف [۴] اسلام مین جو احکام طلاق ہین اونکا مقابلہ بہترین وکامل ترین قوانین رومیہ کے ساتھ کیجئے جو کلیساے مسیحی کے صدر مین بنائے گئے تھے لٹیلمین صاحب کی تاریخ کلیساے مسیحی جلد ۱ صفحہ ۳۶۸ ـ ۳۶۹ ـ ملاحظہ ہو ۱۲ مؤلف

[illegible] نفرت [illegible] قی ہو تو [illegible] وارنہ ہونگی اگر وہ مصالحہ کرکے باہم راضی
[illegible] ہو واسطے کہ مصالحہ کرلینا سب سے بہتر بات ہی۔ انسان کے نفس پر حرص غالب
رہتی ہے۔ پس اگر تم مہربانی کروگے اور تقوی کروگے تو بتحقیق کہ خدا خوب جانتا ہی تمہارے
افعال کو۔ اور تم اپنے ازواج سے برابر پیش آنے پر قادر نہوگے[1] گو تم ایسا کرنا چاہو۔ لیکن
اپنی خواہشون کی کبھی اتنے مرید نہو کہ تمہاری زوجہ حیران و پریشان ہو جاے۔ اور اگر تم
صلح کرلوگے اور تقوی کروگے تو بتحقیق کہ خدا رحمن و رحیم ہے"[2] اور اس سے پیشتر کی
آیت مین فرمایا ہے وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ
اَهْلِهَا اِنْ يُّرِيْدَآ اِصْلَاحًا يُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا خَبِيْرًا
[illegible] شرع اسلام مین احکام طلاق ایسے ہین۔ ہماری راے مین یہ احکام مکمل و محکم
[illegible] کے اعتبار سے موافق عقل سلیم ہی ہین۔ یہ بھی کہا گیا ہی کہ آنحضرت نے
پیروون کو علاوہ چار نکاحون کے اجازت دی ہی کہ جتنی لونڈیان چاہو کرو۔ اس بارے
[illegible] شرع ہے اوسکو مختصر بیان کرنے سے معلوم ہو جائیگا کہ یہ قول سچے احکام شرع
[illegible] خلاف ہی۔ اس باب مین حکم شرع یہ ہی "جو شخص[3] تم مین سے اتنا مقدور
نہ رکھتا ہو کہ ایک آزاد مسلمہ سے عقد کرسکے تو اوسکو چاہیے کہ اون لونڈیون سے نکاح
کرے جنکو جہاد مین گرفتار کیا ہو۔ اسکی اجازت اوس شخص کو دیجاتی ہے جو ارتکاب معصیت
کا اندیشہ رکھتا ہو۔ لیکن اگر تم پرہیز کرو تو تمہارے حق مین بہتر ہوگا"

---

[1] یہ آیت اون [illegible] اون مسلمانون کے خلاف ہی جو کہتے ہین کہ شرع اسلام مین تعدد ازواج مباح ہے اسواسطے کہ جب شارع نے سب [illegible] جمیع الوجوہ برابر برتاؤ کرنے کو شوہر پر فرض عین کردیا ہی اور یہ بھی فرمادیا ہی کہ ایسا عدل کرنا انسان کے امکان سے باہر ہے [illegible] سے صاف یہ نتیجہ نکلتا ہی کہ شارع اسلام کا منشا یہ تھا کہ ادنی اصول اعلی اصول کے ساتھ مخلوط ہوجاے اور تعدد ازواج کا رسم بالکل موقوف ہوجاے کیونکہ بعض حالات تمدن مین یہ رسم ضروری تھا مگر آخر زمانہ مین جو عقل اور اخلاق مین ترقی ہوئی اوسکی بالکل خلاف ہی ۱۲۔ مؤلف

[2] قرآن مجید سورۃ النساء آیات ۱۲۷ و ۱۲۸ و ۱۲۹۔ ۱۲ مؤلف

[3] اس سے ضعف بنیاد [illegible] اور شاہد مجبوری اور اتفاقی امور پر ہی جو آغاز ترقی اسلام مین واقع ہوئی تھی پھر کے فقہا نے لونڈیان رکھنے کو جائز قرار دیا ہی حالانکہ یہ فعل آنحضرت کے احکام کے اصل منشا کے خلاف ہی تاہم اسپر مخالفین اسلام نے نہایت سخت طعن کیا ہی۔ ہم اس مضمون

عورتون کی عام حالت کی نسبت لکھا جاتا ہی کہ اسلام نے جو اصلاح اونکی حال مین کی ہی
اس بات کی دلیل کافی ووافی ہے کہ اس دین سے بہتر اور نافع تر کوئی مذہب دنیا مین
نہین ہی۔ سابق مین ہم عرض کر چکے ہین کہ زمانہ سلف مین عورتون کی حیثیت مختلف
قومون مین کیا تھی - اب ہم یہ تحقیق کرتے ہین کہ یہود و نصاریٰ کے مین عورتون کی کیا کیفیت تہی
پس واضح ہو کہ یہود مین ناکتخدا عورتون کا یہ حال تہا کہ اپنے باپ کے گھر مین
لونڈیون کی طرح[1] رہتی تہین اور جبتک نابالغ رہتی تھین اونکی باپ کو اونکے بیچڈالنے کا
اختیار ہوتا تہا اور بہائیون کو اختیار ہوتا تہا کہ جو چاہین اپنی بہن کے ساتھ سلوک کرین - اور سوائے
کسی خاص صورت کی بیٹی کو کچھ ترکہ باپ کا نہ ملتا[2] تہا - جب زمانہ جاہلیت مین یعنی اوس زمانہ مین جو بعد
زوال سلطنت رومۃ الکبریٰ اور حدوث نظام جدید تمدن منقضی ہوا ممالک یورپ مین
دین مسیحی کی برکت سے خانقاہین جاری ہوئین تو اونسے کچھ اصلاح عورتون کے حال مین ہوئی
مگر خانقاہون مین بند کرکے عورتون کی اصلاح حال کرنا صرف اوس زمانہ کے لیے موزون و مناسب
تہا جس زمانہ مین لوٹ مار اور جہوٹ اور ظلم و جور اور شہوت پرستی اور زبردستی ہوتی تھی اور
دن دہاڑے عورتون کو بہگا لیجاتے تہے اور فسق و فجور اس شدت اور اس کثرت سے
ہوتا تہا جیسا شاہ چارلس دوم کے عہد مین انگلستان مین اور شاہ لوئس کے عہد مین
فرانسیس مین ہوتا[3] تہا - الغرض - اوس زمانہ مین عورتین بہت ذلیل و حقیر سمجھی
جاتی تہین علی الخصوص وضع قوانین مین اونکا کچھ لحاظ نہ کیا جاتا تھا - دین مسیحی نے
عورتون کو ملعون و مطعون کر دیا تھا - قدماے علماے مسیحی نے عورتون کی شقاوت اور
اونکی برائیان اور اونکی کینہ پروری اور کینہ جوئی پر بہت کچھ لکھا تھا - چنانچہ ٹرٹلین[4] نے

[1] توریت سفر العدد باب ۳۰ - آیت ۱۷ - ملاحظہ ہو ۱۲ - مؤلف [2] ڈالنجر صاحب کی تاریخ یہود و شرکیلین جلد ۲ صفحہ ۱۴۳ - ملاحظہ ہو ۱۲ - مؤلف [3] ماسی صاحب کی تاریخ انگلستان العہد شاہ جارج سوم جلد ۱ صفحہ ۲ ملاحظہ ہو ۱۲ مؤلف [4] ٹرٹلین اور کرائسسٹم قدماے علماے نصاریٰ اور ائمہ کلیسا مین سے ہین ۱۲ - مترجم

ایک رسالہ قبائح لنسوان مین تصنیف کیا تھا اور کرایسسٹم نے جسکو عیسائی لوگ ولی سمجھتے
ہین بقول لیکی صاحب مورخ کے "متقدمین علماے نصاری کی راے عموماً بیان
کردی ہے کہ عورت ایک ایسی بلا ہے جس سے گریز ممکن نہین ہے اور ایک قدرتی معنوی
اور ایک مرغوب آفت اور ایک خانگی فتنہ اور ایک مہلک سحر اور ایک رنگین بلا ہے"
سبحان اللہ۔ یہ کلمات عورت کی شان مین ایک عیسائی ولی نے اوس زمانہ مین فرمائی
ہین جبکہ مادر حضرت مسیحؑ کی عبادت فرائض دینی مین داخل سمجھے جاتے تھے۔
شارع اسلامؐ نے عورتون کی عزت کرنیکا حکم قطعی فرمایا ہے۔ اور اسلام نے اونکو
مواجب وحقوق بخشی اور اونکو مردون کا ہمپایہ کردیا مگر وہانتک جہانتک جسمانی امتیازات
عورت اور مرد مین ہین۔ عورتون کے باب مین غیرت وحمیت اسلام ہی نے دنیا کو
سکھائی ہے۔ اندلس کے عرب عورتون کی کیسی عزت اور اطاعت کرتے تھے اور
ممالک مغربی مین حضرت علیؑ اور اونکے صاحبزادون نے کیسی عالی ہمتی ظاہر فرمائی
جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ حرمت لنسوان[1] کا ایک غیر مکتوب قانون مسلمانون مین علحدہ مقرر ہوگیا
اُسنر صاحب مورخ جرمنی کا قول ہے کہ "غیرت وحمیت کا موجد اثنر ہوا" حضرت
علیؑ کی شجاعت۔ ہمت۔ مروت۔ جود وسخا۔ علم وفضل۔ کریم النفسی۔ غیرت وحمیت
پاک طینتی تمام عالم مین ضرب المثل ہے۔ اونکا نفس جو مظہر اتم نفس رسولؐ کا تھا تمام
عالم کے مسلمانون پر سایہ افگن ہوا اور اوس نفس قدسی کا فیض ہر زمانہ مین جاری
رہا وہ غزوات صلیبی جنکے باعث سے یورپ کی وحشی قومون کو ایشیا کے ممالک اسلامیہ
مین اسلام کی تہذیب وشائستگی سے قرب واتصال حاصل ہوا اور اہل اسلام کی شوکت

[1] حاجی برٹن صاحب کا یہ قول ملاحظہ کیجئے "اگر عورت ومرد مین امتیاز تمام عالم مین سب سے اعلی درجہ کی مہذب قومون مین شائع نہوتا تو مین عشق کی اصل اوس اثر کو قرار دیتا جو عرب کی اشعار اور عرب کی محبت لنسوان سے اہل یورپ کے خیالات پر کیا تھا جو قرون اوسطی کے دین مسیحی کو اسکا باعث نہ سمجھتا۔ حاجی برٹن صاحب کا رسالہ مسمے بہ حج الکہ والمدینہ صفحہ ۲۲۶۔ ملاحظہ ہو ۱۷ مؤلف

کے مصالح کے خلاف نہ کرتے مگر یہ عظمت بہی اور مذاہب کی نامۂ اعمال کی تاریکی کے مقابلہ
مین نور ہے۔ اب وہ زمانہ آگیا ہے کہ وہ آواز جسنے سارے عالم مین اور تمام بنی آدم مین آزادی و
اور برابری اور مواخات یعنی شفقت برادرانہ کا حکم فرمایا تہا اوس تاثیر قلبیہ سے پہیلتی ہے
جو اس تیرہ سو برس کے عرصہ مین روحانی اور تاثیر قلبی سے اسلام کو حاصل ہوئی ہے۔
ابہی مسلمانون کو یہ کام کرنا باقی ہے کہ اون مطاعن کی تکذیب جو معاندین نے حضرت
اشرف الانبیاء وخاتم المرسلین صلعم پر کئے ہین اسطرح ثابت کردین کہ بعبارت صریح وواضح اسکا
اعلان کرین کہ ہمارے مذہب مین غلامی ممنوع ہی اور ہماری شرع کے خلاف ہی اس سے
اونکی عظمت اور اونکی پیغمبری کی جلالت دنیا اور اہل دنیا کی نظر مین اور زیادہ ہوجائیگی
بلکہ اگر انسان کی زبان یارائی کرے تو یہ کہنا چاہیئے کہ اوس خالق برحق اور حکیم مطلق
کا عزت وجلال ظاہر ہوجائیگا جسنے شارع اسلام کو ایسی طبع عالی اور عقل کامل عطا
فرمائی تہی جس سے ایسی ایسی حکمت آمیز قوانین واحکام صادر ہوے۔ فقط

حاشیہ متعلقۂ باب ۱۵

قرمص ایک شخص دسوین صدی عیسوی مین گذرا ہی جسکو اون مسلمانون نے جو اپنے تئین اہل حق کہتے ہین حق ناحق بدنام
کردیا ہی۔ سب سی پہلے اسی شخص نے سارے دنیا مین مشہور کیا تہا کہ اسلام مین غلامی قطعاً حرام ہی۔ یہ امر مشکوک ہی کہ آیا
وہ ایسا ہی خراب آدمی تہا جیسا لوگون نے بیان کیا ہی۔ مگر یہ بات یقینی ہے کہ اکثر اعمال بد اوسکے شاگردون کی جنمین سے
ایک حسن صباح تہا اوسکی طرف ناحق منسوب کردیے گئے ہین۔ قرمص فرقہ باطنیہ سے تہا جسکا یہ قول تہا کہ ادیان سالفہ
کیطرح دین اسلام کی بہی دو پیرائے ہین ایک ظاہر شریعت اور ایک باطن شریعت۔ اوسکے اعتقادات کی تفصیل
شہرستانی کے ملل نحل صفحہ ۱۴۲ مین ملاحظہ ہو ۱۲۔ مؤلف

سولہوان باب

عقل انسانی یا نفس ناطقہ کے خواص مین سے ایک نہایت تعجب انگیز خاصیت یہ بھی ہی کہ
ایک حیات آخرت کا خیال اوسکو رہتا ہی یعنی وہ حیات جو جسم وروح کی مفارقت کے بعد ہوگی
یہ اعتقاد انسان کی سب قومون مین جو دیگر اعتبارات سے باہم بالکل مختلف ہین اسقدر شائع ہی کہ

کہ بعض لوگون کو یہ یقین ہوا ہی کہ یہ اعتقاد ارکان اولیہ وجود انسان مین داخل ہی
اگر بنظر غور و تامل سے دیکھا جاوے کہ اصناف و اقوام انسان کا عالم طفلی مین کیا حال تھا
تو اوس سن جہلی کے واقعات سے یہ نتیجہ نکلے گا کہ حیات آخرت کا اعتقاد بھی تکمیل عقل اور
تہذیب نفس کے نتائج ضروریہ مین سے ہی- وحشی لوگ کسی ایسی حیات کا اعتقاد نہین
رکھتے ہین جو زندگانی دنیا سے علیحدہ ہو- چنانچہ جزائر اندمن کے مردم خوار وحشی مطلق
وجود کا خاتمہ موت کو سمجھتے ہین- اسکے بعد دوسرا درجہ تہذیب کا ہی جس درجہ مین انسان
کا نفس وحشت یعنی جہل مطلق کی حالت سے نکل چکا ہی اور اوسکی امیدین اور حوصلے اس
عالم فانی پر محدود و منحصر نہین ہین بلکہ اس زندگانی چندروزہ کے بعد ایک عالم جاودانی
کی بھی امید اوسکو ہوتی ہے- مگر اس درجہ تہذیب مین بھی انسان کی عقل اس دنیاے
فانی کے دائرہ سے باہر نہین قدم نکالتے- بلکہ موت کے بعد جو زندگی ہوگی اوسکو بھی اسی
زندگانی دنیا کے سلسلہ مین داخل سمجھتے ہین گو اوس زندگی مین قحط کا خوف نہ ہو اور
اکل و شرب بافراط ہو- مرنے کے بعد حیات جاودانی کا اعتقاد غالبًا اس اشتیاق سے
پیدا ہوتا ہی جو انسان کی روح کو اوس عالم باقی کا ہوتا ہی جہان ہر شخص کو خواہ جاہل وحشی
ہو خواہ مہذب و شائستہ یہی یقین ہوتا ہی کہ اپنے پیارے دوستون اور عزیزون سے پھر
ملیگا جو پہلے ہی اسکے مرنے سے اوٹھ چکے ہین- اس درجہ تہذیب سے متصل تیسرا درجہ ہے
انسان کو یقین ہوتا ہی کہ جو کچھ رنج و راحت عذاب و ثواب ہوتا ہی اوسکا خاتمہ اسی
عالم فانی پر [illegible] نہین ہو سکتا ہی بلکہ ایک اور عالم اور ایک اور زندگانی بھی ہی
جسمین [illegible] اعمال کے موافق ملتی ہے- جب اس درجہ تہذیب پر انسان پہنچتا ہی
تو [illegible] اصول اور ایک قانون اوسکے ہاتھ آتا ہی- عقل بشری آخرت کے اعتقاد سے آگے نہین
[illegible] زبانی ہے جن فلاسفہ نے فنا روح کا اقرار اور حیات آخرت کا انکار

کیا ہی اونھون نے کوئی نئی بات نہین کی ہی نہ کوئی نیا اصول قائم کیا ہی بلکہ اونھون نے صرف ہمارے جاہل و وحشی اسلاف کی تقلید کی ہے جنکو فقط یہی دنیا سوجھتی تھی اور کوئی عالم نہ دکھائی دیتا تھا۔ بس یہی مقام ہی انسان کی عقل چکرا جاتی ہے۔

تاہم یہ مسئلہ بخوبی ثابت ہو چکا ہی کہ تمام وہ خیالات جو مختلف مدارج تہذیب پر آل ہین ایک ہی زمانہ مین نہ صرف مختلف قومون مین ہوتی ہین بلکہ ایک ہی قوم مین افراد قوم کے مدارج کمال عقلی کے موافق اون خیالات کا سلسلہ علیحدہ علیحدہ ہوتا ہی۔ فکر ہرکس بقدر ہمت اوست لکھا ہی کہ سب سی بیشتر جو قوم آخرت کی قائل ہوئی تھی یا سب سی بیشتر جس قوم نے انسان کے چال چلن کے اصول کو اس مسئلہ پر مبنی رکھا تھا وہ اہل مصر تھے۔ وہ لوگ تناسخ ارواح کے قائل تھے اور اوسکے ساتھ عذاب و ثواب آخرت کے بھی معتقد تھے اونکا اعتقاد یہ تھا کہ انسان قبر مین صرف اسلیے جاتا ہی کہ پھر زندہ ہوگا اور جب دوبارہ زندہ ہو چکتا ہی تو ایک تازہ حیات پاتا ہی اور آفتاب کی ساتھ رہتا ہی جو خالق اشیا اور مسبب الاسباب ہی اور انسان کی روح کو آفتاب کی مانند غیر فانی سمجھتے تھے اور کہتے تھے کہ روح بھی آفتاب کیطرح دورہ کیا کرتی ہے۔ اونکا اعتقاد یہ تھا کہ تمام اجسام زیر زمین جاتے ہین مگر اونکے نشور یعنی دوبارہ زندہ ہونے کا یقین نہین ہے۔ اور جو مرجاتا ہی اوس سے انریس اُسایرس اور اوسکی بیالیس نائب کرتے ہین۔ اور جو لوگ گنہگار قرار پاتے ہین وہ بالکل فنا ہو جاتے ہین اور نیک آدمی گناہان صغیرہ سے پاک ہو کر داخل بہشت ہوتے ہین اور اُسایرس کی رفاقت مین طعام لذیذ کھاتے ہین۔ بنی اسرائیل کا قیام مصر مین اتنے عرصہ تک رہا کہ خواہ مخواہ خیال ہوتا ہی کہ اونمین بھی آخرت کا اعتقاد اور عذاب و ثواب آخروی کا عقیدہ شائع ہوگا۔ مگر خالص شریعت موسوی مین دیکھیے اون انبیا مین جنکے مجموعہ کو توراۃ موسوی

لہ یہ مصریون کی بڑے دیوتا کا نام ہی۔ لینارمنٹ صاحب کی تاریخ ممالک شرقی جلد ۱ صفحہ ۳۱۹-۳۲۰ و اور انجیل

کہتے ہین) اس زندگانی دنیا کے سوا اور کسی حیات کی اعتقاد کا حکم نہین ہے۔ کل سلسلۂ
قوانین موسوی کا دارومدار دنیاوی سزا و جزا پر ہے[1]۔ حشر و نشر اور اوسکے لوازم کا اعتقاد حضرت
موسیٰ کے زمانہ کی بعد یہود نے پیروان زردشت سے اخذ کیا تھا اور اس اعتقاد کی تصریح
خاصّتہً صحیفہ دانیال اور صحیفہ حزقیل مین ہوئی ہے۔ یہود کی قدیم کتابون مین جو ایک
مقام کی کیفیت لکھی ہے جسکا نام شیول ہے اور جو نیک و بد سب کی ارواح کا مقر قرار دیا گیا ہے
وہ کیفیت بھی عبرانی الاصل نہین معلوم ہوتی اور اولاد سام ابن نوح کے خیالات سے
کچھ نسبت اور کچھ علاقہ ہی نہین رکھتے۔ اس مقام شیول مین انسان تسبیح و تہلیل و تحمید
نہین کر سکتا[2]۔ یہود کی اعتقاد مین عالم ارواح یہی تھا اور مشرکین بھی ایسکے معتقد تھے اور
اونکے نزدیک یہ وہ مقام تھا جہان روح غمگین اور سست اور بیچین رہتی ہے اور جن
لوگون سے دنیا مین محبت رکھتی تھے اونکا کچھ حال نہین جانتی ہے بلکہ ہمیشہ ایسے ہی حال
پر گریہ و زاری کیا کرتی ہے[3]۔ یہ کیفیت دین یہود کی ابتدا مین تھی۔ مگر آخر زمانہ مین اس
دین مین بھی اعتقاد کامل عقبی کا پیدا ہوا۔ یہود کی روایات مین جنات عدن کی الفت
اور عذاب جہنم کی مذمت خوب لکھی ہے[4]۔ دین مجوس کے دوہری تاثیر قوم عبرانی
پر ہوئی۔ یعنے اسی دین کی تاثیر سے یہود کو ادراک روحانی اور اعتقاد خالص آخرت کا
ہوا اور اسی مذہب کی باعث سے اخبار یہود کے اعتقادات عذاب و ثواب اخروی مین
مادیت اور جسمانیت کا رنگ پیدا ہوا[5]۔ زندگانی دنیا کے بعد حیات آخرت کا اذعان
و اعتقاد کامل اگر ہوا ہے تو ممالک مشرقی مین اقوام آرین کو ہوا ہے۔ خاندان آرین کے

[1] الجر صاحب کی کتاب حیات الآخرت صفحہ ۱۵۷ اور ملمین صاحب کی تاریخ دین مسیحی جلد ۱ صفحہ ۲۱ و ۲۵ و ۵۷ وغیرہ ملاحظہ ہو ۱۲ مؤلف [2] زبور دعا ۶۔ آیت ۵ ملاحظہ ہو ۱۲ مؤلف [3] صحیفہ ایوب باب ۱۴۔ آیت ۲۲۔ اور ڈاکٹر النجر صاحب کی تاریخ یہود و مشرکین جلد ۲ صفحہ ۳۸۹۔ اور الجر صاحب کی حیات الآخرت صفحہ ۱۵۱ و ۱۵۲۔ ملاحظہ ہو ۱۲ مؤلف [4] بشپ ملمین صاحب کی تاریخ دین مسیحی جلد ۱ صفحہ ۲۲۲ ملاحظہ ہو ۱۲ مؤلف [5] الجر صاحب کی کتاب حیات الآخرت مین دو باب ملاحظہ ہو

مضمون [illegible] صفحہ ۱۹۸ ۔ ۱۲ مؤلف

ایک شعبہ مین یہ اعتقاد تناسخ ارواح کے پیرایہ مین جاری ہوا ہی جسکا مفاد و مآل یہ ہی کہ ولادت اور موت کا سلسلہ ہر فرد بشر مین ہمیشہ جاری رہتا ہی یا یہ اعتقاد اس صورت سے شائع ہوا ہی کہ دنیا دار الامتحان ہی اس دنیائے فانی سے رحلت کرنے کے بعد انسان کی روح فنا فی اللہ ہوجاتی ہی یا لاشے محض[1] ہوجاتی ہی۔ اس خاندان ایرین کے دوسرے شعبہ مین آخرت کا اعتقاد اس پیرایہ مین جاری ہوا ہی کہ عذاب و ثواب کے درجے اوس معنی سے قرار دیے گئے ہین جس معنی سے اس زمانہ کی عیسائی اور مسلمان انسان کو مکلف یعنی نیک و بد کا ذمہ دار اور جواب دہ سمجھتے ہین۔ اس باب مین علما مین بہت اختلاف ہی کہ آیا پیروان زردشت یعنی مجوس ابتدا سے حشر و نشر جسمانی کے قائل تھے ڈالنجر صاحب اور برنوف صاحب اور اور علماے یورپ کا قول ہے کہ یہ اعتقاد فی الواقع پیروان زردشت کا نہ تھا بلکہ یہ اعتقاد اوس زمانہ کے بعد پیدا ہوا ہی اور شاید عبرانیون یعنے یہود سے اخذ کیا گیا ہی۔ خیر[2] یہ تو جو ہو سو ہو۔ اسمین شک نہین ہے کہ آنحضرتؐ کی بعثت کی زمانہ مین مجوس آخرت کا مضبوط اور کامل اعتقاد رکھتے تھے۔ اونکی مذہبی کتاب زند اوستا سے جو کچھ اسوقت تک باقی ہے عذاب و ثواب اخروی کا اعتقاد صاف ثابت ہوتا ہی۔ زند اوستا مین جو اعتقادات لکھے ہین اونپر[3] زند اوستا اور

---

[1] اسپر بھی برہمنون نے عذاب جہنم اور نعمات بہشت کو بڑی شد و مد سے بیان کیا ہی اور مادیات و جسمانیات سے تعبیر کیا ہی مگر غالبا یہ جسمانی تعریفین بہشت و دوزخ کے عوام الناس کے سمجھانے کے لیے کی گئی ہین اور روحانی تعریفین یعنی مفہوم عقلی جنت و نار کا برہمنون نے اپنے لیے مخصوص رکھا ہے۔ جو ناظرین زبان عربی سے واقف ہین اونکو مناسب ہی کہ شہرستانی کے ملل نحل صفحہ ۴۴۶ مین مذہب بودھ کے اعتقادات جو آخرت کے بارے مین پوست کندہ بیان کیے ہین اونکو ملاحظہ کرین ۱۲۔ مؤلف [2] الجر صاحب نے قوی وجوہ اسکی بیان کیے ہین کہ ابتدا سے پیروان زردشت حشر و نشر جسمانی کے قائل تھے۔ اس قول کے ابطال کی دلیل یہ نہین ہوسکتی کہ مجوس مردون سے کراہت شدید رکھتے تھے کیونکہ غالبا یہ کراہت فرقہ مانکیہ یعنی پیروان مانی کی صحبت کے اثر سے پیدا ہوئی تھی۔ الجر صاحب کی حیات الآخرت صفحہ ۱۳۶۔ ملاحظہ ہو ڈالنجر صاحب کی تاریخ مشرکین یہود جلد ۲ صفحہ ۹۰۔ ۴۰ مین دیکھیے کہ آنحضرتؐ کے زمانہ مین پارسی لوگ مردون سے کسقدر کراہت کرتے تھے ۱۲۔ مؤلف [3] یہ دونون کتابین بھی کتب معتبرہ مجوس مین سے ہین ۱۲۔ مترجم۔

بندہش مین اور کچھ اضافہ کیا گیا ہی اور جو پارسی ان دونون کتابون پر عمل کرتے ہین اونکا اعتقاد یہ ہی کہ مرنے کے بعد آدمی کے جسم پر شیاطین مسلّط ہوجاتے ہین مگر تیسرے روز آدمی کو ہوش وحواس پھر آجاتے ہین اور جن ارواح نے دنیا مین اغواے شیطانی سے گناہ کیے ہین وہ اوس ہولناک پل سے نہین گذر سکتین جسکا نام چناوڈ ہی اور جہان آدمی کے مرنے کے بعد تیسری شب کو اوسکی روح کو لیجاتے ہین - مگر نیک آدمیون کو نیراتاس (جسکو اس زمانہ کے فارسی مین ایزد کہتے ہین) بآسانی اوس پل سے گذار لیجاتا ہی اور داخل بہشت ہوکر وہ ارمزد اور اَمشاسپند سے ملاقات کرتا ہی جو تختہاے طلائی پر بیٹھے ہوے حوران بہشت کی صحبت سے محظوظ اور تمام لذّات سے متلذّذ ہوتے ہین - اور گنہگار آدمی اوس پل سے نیچے گر پڑتا ہی اور فرشتگان عذاب اوسکو کشان کشان دوزخ مین لیجاتے ہین - اور اس عذاب کی مدّت کو ارمزد مقرر کرتا ہی اور بعض گنہگار اپنے دوستون کی التجا یا شفاعت سے بخش دیے جاتے ہین اور آخر زمانہ مین ایک پیغمبر[1] پیدا ہوگا جو دنیا سے ظلم وشر کو دفع کریگا اور جسکے حکومت مین سب کو راحت ہوگی - اور اسکے بعد تمام عالم مین حشر برپا ہوگا اور اعزا واحباب سے پھر ملاقات نصیب ہوگی - اس ملاقات سے جو فرحت ہوگی اوسکے بعد نیکون اور بدون مین پھر جدائی ہوجایگی اور گنہگار اور بیدین عذاب الیم مین مبتلا ہونگے - اور اہرمن نہایت ملول ومحزون پل چناود پر ادھر اودھر دوڑتا پھریگا - اور ایک دُم دار ستارہ زمین پر گریگا جس سے ساری دنیا مین آگ لگجایگی اور پہاڑ پگھل پگھل کر مس گداختہ کے مانند بہجائینگے اور تمام بنی آدم چہ نیک وچہ بد اس دریاے آتشین سے عبور کرکے پاک و پاکیزہ نکل آئینگے - یہانتک کہ خود اہرمن بھی بدل جائیگا اور دوزخ پاک ہوجائیگا - پھر بدی بالکل فنا ہوجایگی اور سب بنی آدم بہ عیش وعشرت تمام بسر کرینگے -

[1] شہرستانی نے ملل ونحل مین یہ لکھا ہی اس پیغمبر آخر الزمان کا نام اُشیدر بگا لکھا ہی - مگر مورخین یورپ نے اوسکا نام سوسیاس لکھا ہی جسکے پیشتر اور دو پیغمبر پیدا ہونگے جنکا نام اشیدر بامی اور اُشیدر ماہ ہے - ڈاکٹر صاحب کی تاریخ مشرکین وبہود جلد ۲ صفحہ ۱۰۹ ملاحظہ ہو

دیکھو ملک صاحب کی تاریخ ایران صفحہ ۹۵ حصہ اول اور اسپرٹ آف اسلام مصنفہ سید امیر علی صفحہ ۱۹۲ - ۱۲ مولف

مؤرخین ایشیا اور مؤرخین یورپ دونون نے اوس مذہب[1] کی تحقیقات یہ لکھے ہین
جنکا خلاصہ عرض کیا گیا۔ اسمین شک نہین ہے کہ اس دین کی تاثیرات ان سب مذہبون[2] مین
ہوئی ہے جو اولاد سام ابن نوح مین شائع ہین علی الخصوص اسلام پر اسلئے کہا جاتا ہے
کہ یہ دین تمام ادیان کے خوبیون کا مجموعہ ہے۔

جب حضرت یسوع[3] ناصری مبعوث بہ رسالت ہوئے تو اہل فنیسیہ[4] اور اہل عشر کا زمانہ
گذر چکا تھا۔ اوس زمانہ مین رومیون کی سلطنت دنیا مین تھی اور رومی بھی ایسے جو سب
باتون مین یونانیون کے مقلد تھے اور جنکو ممالک مشرقی مین صرف دین مجوس آگے بڑھنا تھا
یہود کی آزادی اور خودسری ہمیشہ کیلئے فنا ہو گئی تھی اور ایک ذلیل مسخرہ حضرت داؤد
کا خلیفہ بنا تھا۔ اوس سرکش کو وہ بادشاہ دبائے رہا جو سلیوقوس بادشاہ شام سے بھی
زیادہ زبردست تھا۔ ہر قوم اپنے ملک اور اپنے دین کے عاشق زار ہوتی ہے اور اپنی تشخص پر
مرتی ہے۔ علی ہذا القیاس جب یہودی زمانہ روز بروز خلاف ہوتا گیا تو روز بروز انکو
یہ اُمید ہوتی گئی کہ کوئی پیغمبر فرستادہ خدا ہماری عظمت و شوکت گذشتہ کو بحال کریگا
اور ہمکو اس قابل کر دیگا کہ ظالمون کی گردنون کو اپنے پاؤن سے توڑ ڈالین گے۔ تمام
انبیاء بنی اسرائیل نے اس مضمون کو بعبارت رنگین بیان کیا ہے کہ اخیر زمانہ مین ایک
مسیح پیدا ہو کر بنی اسرائیل کی سلطنت کو دنیا مین دوبارا قائم کریگا۔ ممالک مشرقی مین
دین مجوس کی تاثیرات سے اور ممالک مغربی مین حکماے یونان کے اقوال کے اثر سے
یہود کے بعض فرقون مین علی الخصوص اون فرقون مین جنپر حیبرو[6] وصوبہ دار روم کی

---

[1] یعنی دین مجوس ۱۲۔ مترجم [2] یعنی دین یہود اور دین نصاری ۱۲۔ مترجم [3] یہ حضرت عیسی کا عبرانی نام ہے اور
اسی وجہ سے اونکی امت نصاری کہلاتی ہے ۱۲ مترجم [4] یعنی اہل شام اور اہل بابل ۱۲۔ مترجم [5] یہود کا اعتقاد یہ ہے کہ
الیجاہ نبی یا اور کوئی پیغمبر آخر زمانہ مین دوبارہ مبعوث ہوکر ہماری سلطنت کو بحال کرینگے مگر اس سے یہ نہین لازم آتا جیسا
الحمد صاحب نے گمان کیا ہے کہ یہود تناسخ ارواح کے قائل ہین ۱۲۔ مؤلف [6] یہ اغسطوس اور طیباریس قیصران روم کی
طرف سے ایشیای کوچک یعنی شامات وغیرہ کا عامل تھا اور اسی کے عہد حکومت مین حضرت عیسی مبعوث ہوئی تھی اور یا سیس

حکومت مین یونانیت غالب ہوگئی تھی اور اسرائیلیت ضعیف ہوگئی تھی) مسیح کا اعتقاد نہایت
ضعیف اور مبہم ہوگیا تھا یا صرف عوام کالانعام مین باقی رہگیا تھا - مگر بشپ ملمین صاحب
نے کیا خوب فرمایا ہی کہ اس زمانہ مین فلسطین کے یہود نے مختلف اسباب و علامات کو دیکھکر
پیشین گوئی کی تھی کہ اخیر زمانہ مین ایک مسیح خروج کریگا اور سب خرابیون کی اصلاح دفعتہً
کریگا اور مردے زندہ ہوجائینگے اور مسیح کی سلطنت تمام عالم مین ہوجاےگی - اور
یہ سب واقعات فوراً وقوع مین آئینگے یا ایک دوسرے کے بعد متواتر واقع ہونگے - اور وہ
مسیح حضرت داؤد کی نسل سے ہوگا اور اسباط بنی اسرائیل کی اولاد احفاد کو ساری دنیا سے
سمیٹ کر یکجا کریگا اور اونکے دشمنون کو نکالدیگا اور فنا کردیگا - اور اوس مسیح کی عہد حکومت
مین اہل قبور زندہ ہوجائینگے اور حشر و نشر ہوگا مگر صرف اتقیاء بنی اسرائیل پر محدود[۱]
و منحصر رہیگا - الغرض - اس سب جوش و خروش مین اور ان سب مبہم خواہشون مین حیات
جاودانی اور راحت ابدی کی امیدین ضرورتاً مخفی تھین - جب یہود پر غایت درجہ یاس و ہراس
طاری ہوا اور بیرونی اعانت و امداد کی امید غالب ہوئی تو ایسی ایسے خیالات اونکے دل مین
پیدا ہوے - اور ایک فرقہ کو یہ امید ہوئی کہ ایک آسمانی سلطنت قائم ہوگی جسکا بادشاہ خود
خداوند عالم ہوگا اور بندگان خدا ظلم صریح اور جور شدید سے محفوظ رہکر باسایش تمام بسر کرینگے
دوسرے فرقہ کو یہ توقع ہوئی کہ انھین یا ایسی ہی ذریعون سے اغیار اور کفار قتل کیے جاینگے
اور آسمانی سلطنت قائم ہوگی -

مسیح کے باب مین ان پیشین گوئیون کی ابتدا اوسوقت سے ہوئی جب سے یہود پر آفتین آئی
شروع ہوئین - جتنی پیشین گوئیان اس باب مین ہوئی ہین کہ آخر زمانہ مین ایک نجات دہندہ
بنی آدم کا پیدا ہوگا اون سب کی اصل ایک ہی ہی اور ایسی سب پیشین گوئیون کی تکمیل کسی

۱ ملمین صاحب کی تاریخ دین مسیحی جلد ۱ صفحہ ۲۷ - اور حاشیہ ایستیا نہ باب ۱۶ ملاحظہ ہو ۱۲ مؤلف ۳ عیسائیون کی

۲ ایک گمنام فرقہ کا بھی یہی اعتقاد ہی یہ فرقہ حال مین پیدا ہوا ہی اور اوسکا نام کرسٹاڈلفین ہے ۱۲ مؤلف

ایسے برگزیدہ بندہ مین ہوئی ہے جسنے اپنی عقل و ادراک کی موافق اوس غرض کو ادا کیا ہی جو خداوند عالم نے اوس سے متعلق کر دیا ہے مگر جسنے کچھ نہ کچھ اون مُبہم پیشین گوئیون کے خلاف بہی ضرور کیا ہی جو پیشین گوئیان اور غیب دانون نے عوام الناس سے مین کی تہین جبکہ وہ اپنے اخلاقی اور تمدنی خرابیون پر رو رہی تہے اور خدا سے دعا مانگ رہی تہے کہ ہماری حال پر رحم کر اوس عالم یاس ہراس و ذلت و نکبت مین ایسی بشارتون سے عوام الناس کی بڑی تشفی اور تسکین ہوے - الغرض - یہود کا اعتقاد مسیح موعود کی باب مین ایسا تہا جب حضرت مسیح علیہ السلام

جن روایات مین حضرت مسیح کے احکام منقول ہین اونمین اخراج و انتخاب اس کثرت سے ہوا ہی کہ اس زمانہ مین یہ کہنا تقریباً محال ہے کہ کون سے الفاظ فی الواقع اونہون نے فرمائے تھے اور کون سے الفاظ نہین فرمائے تہے - لکن خیر - اناجیل اربعہ جس حیثیت سے وہ اب موجود ہین اوسی حیثیت سے اونکو دیکھئے اور اوسیقدر اعتبار اونکا کیجیے جسقدر اور مذاہب کی کتابون کا کیا جاتا ہی دیگر اونکی باطن لیجئے اصل منشار سے چشم پوشی نہ کیجیے اور نہ بعض عیسائیان پاک اعتقاد کیطرح اونکے معانی مین تاویل کرکے محالات عقلی کا استنباط اونسے کیجیے جیسے وحدانیت فی التثلیث اور قلب ماہیت[1] کا مسئلہ ہی) تو اون روایات کو دیکہنے سے جو اناجیل اربعہ اور مکاشفات حواریین وغیرہ مین منقول ہین صاف معلوم ہوتا ہی کہ وہ ایک آسمانی سلطنت" یعنے روز قیامت کا خیال حضرت مسیح کی دلمین سب خیالات پر غالب تہا - اونکی کلام مین جابجا یہی لکہا ہی کہ ابن آدم آیا ہی اور خدا کی سلطنت قریب ہے اور یہ سلطنت اوس نظام تمدن اور اوس طرز کو دست بدست قائم ہونیوالی تہی جسکو حضرت مسیح بالکل ناقص اور قبیح سمجہتے تہے - اونکے کلام سے اونکے حواریین کو بارہا یہ گمان ہوا ہی کہ یہ نئے پیغمبر اسلیے

[1] حاشیہ متعلقہ باب ۱۶ ملاحظہ ہو ۱۲ - مؤلف [2] یہ مسئلہ رومن کیتھولک کے اصول اعتقادات مین داخل ہے کہ پادری کی دعا کی برکت سے نان فطیر اور شیرہ انگور منقلب الماہیت ہو کر حقیقۃ کا مجازاً حضرت مسیح کا گوشت و خون ہو جاتا ہی جسکے کہانے سے گنہگارون کے سب گناہ بخشدیے جاتے ہین نعوذ باللہ من ہفوات الشیطان ۱۲ - مترجم [3] یعنی کی تفصیل

بشارت ہوئی ہین کہ فقط فقراء و مساکین کو عزت اور راحت بخشین اور جس سلطنت آسمانی کی امید دلاتے تھے ہین اوسمین صرف غریبون کا حصہ ہوگا بلکہ اونھین کی حکومت ہوگی کیونکہ اغنیاء اور اہل دولت پر حضرت مسیح نے سخت لعنت کی ہے[1]- اور بارہا حضرت عیسیٰ کے اقوال کے معنی حواریین یہی سمجھے ہین کہ انبیاء اور غیب دانان سلف نے جو پیشین گوئیان مسیح کے بابت کی ہین وہ بشارتین لفظاً باللفظ پوری ہونگی- اور بعض اوقات حواریین آسمانی سلطنت سے ایک روحانی سلطنت سمجھے ہین اور نجات اُخروی کے معنی صرف یہ سمجھے ہین کہ روح اس دنیاے فانی کے قید حیات سے رہا ہوجائیگی- معلوم ہوتا ہے کہ ان سب تصورات نے حضرت عیسیٰ کے دل مین یکبارگی خطور کیا تھا[2]- مگر جو قوم اوس زمانہ مین حاکم تھی اوسکی تعصب و نفسانیت کے باعث سے اور سلطنت قائمہ رومتہ الکبریٰ کے رعب و ہیبت کیوجہ سے حضرت عیسیٰ کے مواعظ سے اوس زمانہ کے نظام تمدن مین کوئی تغیر فوری نہ ہوسکا- اور جب حالت موجودہ کی اصلاح کی امید بالکل منقطع ہوگئی تو آئندہ کے رفاہ و بہبود کی امیدین اور حوصلے لوگون کے دلون مین پیدا ہوے- حضرت عیسیٰ کو معلوم ہوا کہ یہ حالت موجودہ زیادہ عرصہ تک نہ باقی رہیگی- بنی آدم کی اصلاح حال کا زمانہ قریب[3] آگیا ہے- یعنے وہ زمانہ قریب آگیا ہے جب خود حضرت عیسیٰ لباس نور سے ملبوس سریر سلطنت پر جلوہ آرا ملائکہ اور حواریین کے غول میں اور ابر کے سایہ مین آسمان پر ظاہر[4] ہونگے اور اہل قبور زندہ ہوجائین گے اور حضرت مسیح اونکا انصاف اور دادرسی کرینگے- اور خاصان خدا اور برگزیدگان درگاہ کبریا کو ایک

[1] لوقا کی انجیل باب ۶ آیت ۲۰ ملاحظہ ہو- متی کی انجیل مین لفظ غرباء کی جگہ "روحانی غرباء" لکھا ہے مگر لوقا کا قول اسوجہ سے زیادہ معتبر معلوم ہوتا ہے کہ اوس زمانہ کے امرا اور اہل دول کے ناخدا ترسی اور عیاشی کے سبب سے حضرت عیسیٰ کو اونسے ضرور نفرت کلی ہوگئی ہوگی ۱۲- مؤلف [2] رینن صاحب کا تذکرہ حضرت مسیح صفحہ ۲۸۲- ملاحظہ ہو ۱۲- مؤلف [3] متی کی انجیل باب ۱۶ آیت ۱۸- ۱۲- مؤلف [4] متی کے انجیل باب ۲۴ آیت ۲۷ اور ۳۰

مرغوب ومحبوب مقام پر بہیجدینگے جو ابد لے خلقت عالم سے اونکے لیئے تیار ہے — اور
گمراہون بے ایمانون کو آتش جہنم مین ڈالدینگے جو شیطان اور اوسکے ہواخواہون کے لیئے
ابد الآباد تک مشتعل رہیگی جہان وہ گریہ وزاری کیا کرینگے اور اپنے دانت کٹکٹایا کرینگے
اور خاصان خدا کو جنکی تعداد بہت تہوڑی ہوگی ایک عالیشان اور نورانی مکان مین لیجائینگے
وہان اونکی دعوتین ہونگی جنمین بنی اسرائیل کے جد اعلی یعنے حضرت ابراہیمؑ اور انبیاء
ومرسلین اور شہدا وصدیقین صدر نشین ہونگے اور جنمین خود حضرت عیسیٰؑ بہی شریک
ہونگے۔ خود حضرت مسیحؑ کے کلام سے ظاہر ہے کہ یہ نئی آسمانی سلطنت قائم ہونا اور اونکا
دوبارہ زمین پر تشریف لانا اور حشر ونشر برپا ہونا یہ سب واقعات عنقریب وقوع مین
آئینگے۔ کیونکہ اونہون نے حوارین کو یقین دلایا ہے کہ خدا کی سلطنت کا زمانہ قریب ہے
پس اس حیات چندروزہ کے حوائج واشغال کی فکر کرنا محض عبث وبیکار ہے۔

چونکہ یہ کلام حضرت عیسیٰؑ کا اوس کیفیت کے موافق تہا جو اوس زمانہ کے حالات سے
حوارین کے مزاج کی ہوگئی تہی لہذا یہ کلام اونکے دل پر نقش کالحجر ہوگیا اور اونکو یقین واثق
اور اعتقاد کامل ہوگیا کہ یہ پیشین گوئی جو حضرت مسیحؑ نے کی ہے کہ آسمانی سلطنت دنیا
مین قائم ہوگی اور اوسکا پادشاہ مین ہونگا اور اہل قبور زندہ ہوجائینگے۔ یہ لفظاً
باللفظ پوری ہوگی۔ چنانچہ رینن صاحب مورخ فرانسیسی تذکرۃ المسیح صفحہ ۲۸۷ مین لکہتے
ہین کہ وہ اگر عیسائیون کے پہلی نسل کو کسی بات کا یقین کلی اور اعتقاد کامل تہا تو

ل متی کی انجیل باب ۲۵ آیت ۴۱ — ۱۲ مولف ۲ لوقا کی انجیل باب ۱۳ آیت ۲۸ — ۱۲ مولف ۳ متی کی انجیل باب ۸ آیت ۱۱ — اور لوقا کی انجیل باب ۱۳ آیت ۲۹ — اور باب ۲۲ آیت ۳۰ — ۱۲ مولف ۴ متی کی انجیل باب ۱۰ آیت ۲۹ — متاخرین محدثین مسیحی نے بہشت اور دوزخ کی تعریف اس سے بہی زیادہ لکہی ہے اور بڑے بلند پرواز بیان اور نازک خیالیان کی ہین جو وحی والہام کے نام سے مشہور ہین گو بعض فرق نصاریٰ نے اونکو نہین تسلیم کیا ہے مثلاً مشاہدات حوارین مین مکاشفہ ۲۱ — آیت ۸ — ۱۲ — اور مکاشفہ ۲۲ — آیت ۲ — ۱۲ ملاحظہ ہو — محدثین مسیحی کی خرافات اور مذاہب کے محدثین وغیرہ سے کچھ کم نہین ہین۔ چنانچہ وہ روایت دیکہنے کے قابل ہے جو ارینوس نے یوحنا حواری سے نقل کی ہے کہ بہشت کے ... معجزہ روایت کو نسل عبادت کی بہی تمہید ترجمہ قرآن مجید صفحہ ۱۰۱ مین نقل کیا ہے ۱۲ مولف ۵ متی کی انجیل باب ۱۹ آیت ۲۲ — اور مرقس کی انجیل باب ۱۱ آیت ۳۰ اور لوقا کی انجیل باب ۱۳ آیت ۳۵ اور متی کی انجیل باب ۲۵ آیت ... ۱۲ مولف

امر کا تھا کہ اس دنیا کا خاتمہ عنقریب ہوگا اور مسیح کی پیشین گوئی جلد پوری ہوگی۔ جب
کلیسای مسیحی بخوبی قائم اور مرتب ہو چکا اوسوقت عیسائیون کے خیالات مین اتنی وسعت
اور ترقی ہوئی کہ اوس دائرہ سے آگے بڑھے جو یہود نے باندھ رکھا تھا اور اوس "آسمانی
سلطنت" کے خواب وخیال کو فراموش کر کے فلسفۂ روم و یونان کے معرکہ مین قدم رکھا
اور اپنے دین کو بیشمار وحشی قومون مین جاری کیا جو حضرت عیسیٰ اور اونکی والدہ کو
اَمثال و اَشباہ اپنے قدیم معبودون آدُونِ اور فِریا کے سمجھنے لگے جنکی پرستش وہ جنگلون
مین کیا کرتے تھے۔ مگر اس "آسمانی سلطنت" کی امید اور نبی ناصری کی دوبارہ آنے
کی توقع نے تلاطم و انتشار کے زمانہ مین عیسائیون کو بارہا سخت حیران و پریشان کیا ہی
یہ امر ویسے ہی رہا اور ترقی و تہذیب عقل کیوجہ سے "خدا کی سلطنت" کا اعتقاد یا تو روحانی
محض رہگیا ہی یا بالکل زائل ہوگیا ہے یا اگر یہ اعتقاد ابتک اپنے ہیئت اصلی پر
باقی ہے تو چند راسخ الاعتقاد عیسائیون مین اونکی حالات مخصوصہ کی وجہ سے باقی رہگیا ہی[۲]
پس آنحضرتؐ کی بعثت کے پیشتر مختلف اہل مذاہب و ادیان کے اعتقادات آخرت
کے باب مین ایسے تھے جیسے بیان کیے گئے۔

دین اسلام مین آخرت کا اعتقاد خاص کر اس یقین پر مبنی ہے کہ اس دنیاے
فانی کے بعد جو ایک عالم جاودانی آئیگا اوسمین ہر مکلف کو خواہ مرد ہو خواہ عورت اوسکے
اعمال کا حساب دینا پڑیگا جو اوسنے اس دنیا مین کیے ہین اور ہر شخص کی سزا اور جزا اس پر موقوف
ہوگی کہ وہ اپنے خالق کے احکام کو کسطرح بجالایا ہی۔ مگر اوسکا فضل و رحمت بے حد ہے
اور سب بندون پر برابر ہوگا۔ اصل اعتقاد آخرت اسلام مین یہی ہی باقی سب اسکی فروع
ہین اور صرف اتنی ہی بات کے قبول کرنے اور اسی پر ایمان لانیکا حکم بھی ہے۔ اور جتنی امور

مقصد نہم ۱۱۲/۱ سطر

[۱] بشپ ملمن صاحب کی تاریخ دین مسیح جلد ۱ صفحہ ۳۷۸ بھی ملاحظہ ہو نمبر ۱۲ ۔ مؤلف [۲] مجھکو فہمیدہ و سنجیدہ اور ذی شعور عیسائیون سے اکثر صحبت کا اتفاق ہوا ہی مگر سواے چار پانچ صاحبون کے مین نے کسی کو حضرت عیسیٰ کے آسمان سے آکر سلطنت کرنیکا

آخرت سے متعلق ہین وہ سب اسی اصل کے فروع ہین خواہ اونکا استخراج خود پیغمبر خدا نے وحی والہام سے کیا ہی خواہ اوس زمانہ کی قومون اور لوگون مین جو روایات مشہور تھے اونمین توافق کرکے اونسے ان فروع کا استنباط کیا گیا ہی۔ اگر اس سے قطع نظر کیجاے کہ جتنے اعتقادات عذاب وثواب اُخروی کے نسبت ہین بلکہ یہ کہئے کہ جتنے اقوال متعلق حیات بعد الموت کے باب مین ہین آیا وہ محض ذہنی ہین یا وجود خارجی بھی رکھتے ہین تو بھی یہ سمجھنا چاہئیے کہ ایسے ہی اعتقادات سے تمام مصلحان بنی آدم اور مہذبان اخلاق کو نہایت قوی ذریعہ اشخاص اور اقوام کا چال چلن درست کرنے کا ہم پہونچا ہے۔ لکن اگرچہ ہر مذہب مین حساب آخرت کا اعتقاد کم وبیش موجود ہے تاہم اسکی حقیقت کوئی مذہب بخوبی نہین سمجھا ہی اور کسی ملت نے اسکو واہی ذریعہ عوام الناس کی تہذیب اخلاق کا نہین گردانا ہی۔ خیر محض اپنے نیکی کرنا صرف اس خیال سے کہ نیکی فی نفسہٖ اچھی چیز ہے صرف چند اعلی درجہ کے نفوس زکیہ اسکا تعقل کرسکتے ہین۔ مگر اوسط درجہ کے عقول کے لیئے اور عوام کالانعام کے واسطے کسی پیغمبر یا شارع کے احکام کا ہونا ہمیشہ ضرور ہوگا۔

اب ان احکام کی حقیقت ملاحظہ کیجئے اور یہ سمجھ لیجئے کہ یہ ہرگز ممکن نہین ہے کہ لذت روحانی یا الم روحانی کا تصور عوام الناس کو ہوسکے بے اسکے کہ وہ لذت اور وہ الم جسمانیات اور مرئیات کے پیرایہ مین بیان کیا جاے یا اوسکے اظہار مین مرئیات ومشاہدات کو دخل دیا جاے۔ فلاسفہ نے مفہومات ذہنی محض پر بہت کچھ بحث کی ہے بے اسکے کہ اونکو کسی خارجی پیرایہ مین لاکر دکھادیا ہو۔ ایسے مفہومات اور ایسے خیالات کا بھی ایک زمانہ تھا اور ایک زمانہ مین یہ رائج بھی ہوئی اور زائل بھی ہوگئی مگر اونکا اثر کسی پر خاک بھی نہ ہوا سواے چند خواب وخیال دیکھنے والان کے جو ہمیشہ

اوہام فاسدہ اور تخیلات بیجا مین ہمیشہ مبتلا رہتے تھے۔

آمدم برسر مطلب۔ آنحضرتؐ کا خطاب فقط اون چند حکماء کے عقول عالیہ سے نہ تھا جو اوس زمانہ مین موجود تھے بلکہ آپؐ کا خطاب اپنے گرد و نواح کے سب قومون سے تھا جو ہر قسم کے کفر و الحاد اور مادہ پرستی مین سرشار تھے۔ لہذا آپؐ کو سب کی عقول کے موافق کلام کرنا پڑا بمفاد تَکَلَّمُوا النَّاسَ عَلٰی قَدْرِ عُقُوْلِهِمْ قحط زدہ اعراب صحرائی کو اس سے زیادہ کیا چیز مرغوب و مطبوع ہوتی اور نعمات بہشت کی حقیقت وہ اس سے زیادہ اور کس بات سے سمجھ سکتے تھے کہ صاف اور شفاف پانی[1] کی نہرین یا شیر و شہد کے دریا جاری ہونگے اور بے حد میوے کہانے کو ملین گے اور بے انتہا سبزی و شادابی ابد الآباد تک رہیگی۔ اون وحشیون کے ذہن مین کوئی نعمت ان لذات جسمانی سے خالی نہ آسکتی تہی یہی حجت اون علماے اسلام نے کی ہے جو مثل حکیم سنائی اور امام غزالی کے اسکے قائل ہین کہ لذات جسمانی کو حور و قصور اور اشجار و انہار اور اشیائے خارجی کے پیرایہ مین بیان کیا ہے مگر اس سب کے معنے باطنی اور ہین یعنی باطناً اس سے یہ مراد ہے کہ جب وہ حجاب اوٹھ جائیگا جو انسان اور اوسکے خالق کے درمیان حائل ہے اور جب روح اس لباس جسمانی سے سبکدوش اور اس دنیاے فانی کے قیدخانہ سے رہا ہو جائیگی اوسوقت بہترین لذات اوسکو یہ لذت حاصل ہوگی کہ نور الٰہی اور جمال کبریائی کو مشاہدہ کریگی۔ اور اس قول کی تائید مین اونھون نے بعض آیات[2] قرآنی اور چند احادیث معتبرہ نقل کیے ہین۔ چنانچہ ایک حدیث مین آنحضرتؐ نے فرمایا ہے کہ "مقرب ترین

---

[1] ایک عجیب حکایت ایک اعرابی کی لکھی ہے کہ مامون الرشید کی سخاوت کی کیفیت اوسنے سنی اور اتفاقاً ایک کنوان اوسنے دیکھا جسمین آب باران بھرا ہوا تھا اور اوسکے پانی کو چکھا تو اپنے جنگل کے آب شور کے مقابلہ مین بہت شیرین و خوشگوار پایا اور سمجھا کہ یہ پانی بہشت سے آیا ہے اور کسیقدر اوسمین سے خلیفہ کو لاکر نذر دیا ۱۲ مؤلف [2] يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً فَادْخُلِي فِي عِبَادِي وَادْخُلِي جَنَّتِي۔

بندگان خدا وہ بندہ ہی جو اپنے پروردگار کے منھ کو نیشاپور اسکی عزت وجلال کو صبح وشام دیکھے گا اور یہ لذت تمام لذات جسمانی پر اسطرح فائق ہوگی جسطرح ایک قطرہ آب ایک بحر سے میں" ایک روز آنحضرتؐ نے ابوہریرہ سے فرمایا کہ "خدا نے اپنے نیک بندوں کے لیئے وہ چیز بنائی ہے جسکو کسی آنکھ نے نہیں دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا ہی اور نہ کسی کے ذہن میں خطور کرسکتی ہے" اور اسکے بعد یہ آیت پڑھی اَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ جَنّٰتُ الْمَاْوٰى نُزُلًا بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ دوسری حدیث میں آنحضرتؐ نے فرمایا ہی کہ "نیک آدمیوں کو خدا کا دیدار نصیب ہوگا اور آیت ذیل میں اسکی طرف اشارہ کیا ہی لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ وَلَا يَرْهَقُ وُجُوْهَهُمْ قَتَرٌ وَّلَا ذِلَّةٌ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ قرآن مجید میں دو قسم کے آیات ہیں محکمات اور متشابہات۔ متشابہات کی نسبت بعض متکلمین کے اقوال اس آیت پر مبنی ہیں۔ هُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ فَاَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَآءَ تَاْوِيْلِهٖ وَمَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ وَالرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا وَمَا سورہ آل عمران آیت ۵ — ایک فرقہ اہل اسلام کا یہ قول ہے کہ لذات والآم اخروی محض ذہنی اور روحانی ہونگے کیونکہ الم شدید روحانی اذیت جسمانی کے بہ نسبت زیادہ موذی و مولم ہوتا ہی اور اسیطرح سے لذت روحانی سرور جسمانی سے کہیں زیادہ مفرح و منشط ہوتی ہی اور چونکہ موت جسمانی کے بعد انسان کی روح خدا کیطرف رجوع کرتی ہے جیسا قرآن مجید میں جا بجا فرمایا ہے یا خالق ارواح سے جاکر ملجاتی ہی لہذا تمام لذات والآم جنکو آنحضرتؐ نے الہاماً بجا

لہ قرآن مجید سورۃ سجدہ آیت ۱۷ مشکات کتاب ۲۳ — باب ۱۳ جزء ۱ — لہ قرآن مجید سورہ یونس آیت ۲۷ — علامہ زمخشری نے تفسیر کشاف صفحہ ۲۴۴ میں مختلف متکلمین و فرق اسلام کے اقوال رویت کے باب میں تفصیلاً بیان کیے ہیں علی الخصوص فرقہ مشبہہ اور مجبرہ کے اعتقادات بہت شرح و بسط سے لکھے ہیں ۱۲ — مؤلف

نگین اس غرض سے بیان کیا ہے کہ عوام کالانعام ان اعتقادات حقہ کو بخوبی سمجھ سکین
خواہ ذوقی اور روحانی ہونگے۔ اس فرقہ مین بڑے بڑے صوفی داخل ہین۔

مگر جمہور اہل اسلام قرآن کی عبارات نگین کے معانی حقیقی لفظی کا اعتقاد رکھتے ہین
ہم ان مختلف اقوال و اعتقادات پر اپنی راے کچھ نہین بیان کرتے۔ البتہ عذاب و
ثواب اخروی کا ذکر جو قرآن مجید مین ہی اوسکی نسبت اپنا اعتقاد عرض کرتے ہین۔

قرآن مجید کو بغور دیکھنے سے معلوم ہوتا ہی کہ رسول اللہ صلعم کے نفس قدسی کو کمال
اسیطرح تدریجاً حاصل ہوا جسطرح حضرت عیسیٰ کو عرفان تدریجاً حاصل ہوا تھا۔ تاریخ
عالم مین رسول اللہ صلعم اور حضرت عیسیٰ ہی دو پیغمبر سب سے بزرگ معلوم ہوتے ہین
لہذا ہم ان دونون بزرگوارون کو ایک نظر سے دیکھتے ہین۔ یہ کمال نفسانی حضرت
عیسیٰ کو تدریجاً کیونکر حاصل ہوا یہ اس امر سے ظاہر ہے کہ جب اس دنیاے فانی سے
کوچ کرنے کا زمانہ قریب آیا تو "آسمانی سلطنت" یعنے روز قیامت کی خبر اونھون نے
ایسی دی جس سے روحانیت ٹپکتی ہے اور اس سے یہی ثابت ہوتا ہی کہ اخیر زمانہ مین
حضرت عیسیٰ کا طرز کلام غیر بنی اسرئیل کی نسبت بدل گیا تھا۔[۱] ابتدا مین تو حضرت مسیح کے
خیالات بالکل اپنی قوم یعنے بنی اسرائیل مین محدود تھے مگر جتنا ایمان و عرفان کا درجہ
بڑھا اوتنی ہی اونکے دل مین زیادہ وسیع ہمدردیان پیدا ہوئین۔[۲]

پس جو حال حضرت عیسیٰ کا ہوا وہی کیفیت بعینہ رسول اللہ صلعم کی ہوئی۔
وہ مختلف سورے قرآن مجید کے جنمین بہشت کے کوائف وحالات بیان کئے ہین
خواہ اونکے معنی حقیقی لیے جائین خواہ مجاز و استعارہ سمجھا جاے کلاً یا جزاً مکی ہین
یعنی مکہ مین نازل ہوئے تھے۔ غالباً ابتداء بعثت مین جب عرفان کا درجہ ابتدائی تھا

[۱] یعنی وہ لوگ جو بنی اسرائیل سے نہ تھے ۱۲۔ ترجمہ [۲] متی کی انجیل باب ۱۰ آیت ۵- اور باب ۱۵ آیت ۲۲-۲۶-۱۲- مؤلف

[۲] متی کی انجیل باب ۲۸ آیت ۱۹ وغیرہ- اور اسٹراس صاحب کا تذکرہ حضرت مسیح جلد ۱ صفحہ ۲۹۶ ملاحظہ ہو ۱۲- مؤلف

آنحضرتؐ کو بعض اون روایات کا یقین تھا جو آپ کو قرب و جوار کی قومون مین مشہور تھین مگر جب عرفان کا درجہ بڑھا اور خداوند عالم سے تقرب و توسل زیادہ ہوا تو وہ خیالات جنمین پہلی مادیت اور جسمانیت ٹپکتی تھی اب محض روحانی ہو گئی۔ آپ کے نفس قدسی کو اوتنا ہی کمال حاصل ہوتا گیا جتنا زمانہ ترقی کرتا گیا اور جتنا عرفان کا درجہ بڑھتا گیا اور جتنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو روحانیات کی فہم و ادراک کی قابلیت آتی گئی۔ یہی وجہ ہے کہ جو سورے بعد نازل ہوے اونمین جسمانیات روحانیات کے ساتھ بالکل مخلوط و ممزوج ہو گئی ہین۔ گلزار جنت مین انہار کا جاری ہونا اور سایہ کا ہمیشہ رہنا اور ہر نعمت کا بافراط ہونا اور سب اہل بہشت مین باہم اتفاق و اتحاد ہونا۔ یہ سب باتین تشنہ و گرسنہ بے آب و گیاہ صحرا نشینان عرب کو کسقدر مرغوب و مطبوع تھین اور کیسی فصاحت و بلاغت سے انکو بیان کیا ہی۔ مگر صاحبان سے جس نعمت اور جس لذت کا وعدہ فرمایا ہے وہ یہ ہی کہ ابد الآباد تک باحسن عافیت اپنے خالق کے حضور مین حاضر رہینگے چنانچہ آیات ذیل ملاحظہ ہون اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ جَنّٰتٍ وَّعُیُوْنٍ اُدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ اٰمِنِیْنَ وَنَزَعْنَا مَا فِیْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰی سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِیْنَ لَا یَمَسُّهُمْ فِیْهَا نَصَبٌ وَّمَا هُمْ مِّنْهَا بِمُخْرَجِیْنَ آیات ذیل سے زیادہ عالی مضمون اور بلند پروازی کسکی کلام مین ہوسکتی ہے یا اور کس بات سی معلوم ہو سکتا ہی کہ آنحضرتؐ زندگانی دنیا اور حیات آخرت کی باب مین کیا اعتقاد رکھتے تھے هُوَ الَّذِیْ یُسَیِّرُكُمْ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ حَتّٰۤی اِذَا كُنْتُمْ فِی الْفُلْكِ وَجَرَیْنَ بِهِمْ بِرِیْحٍ طَیِّبَةٍ وَّفَرِحُوْا بِهَا جَآءَتْهَا رِیْحٌ عَاصِفٌ

[1] مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِیْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ اُكُلُهَا دَآئِمٌ وَّظِلُّهَا تِلْكَ عُقْبَى الَّذِیْنَ اتَّقَوْا سورۂ رعد آیت ۳۵ [2] مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِیْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ فِیْهَاۤ اَنْهٰرٌ مِّنْ مَّآءٍ غَیْرِ اٰسِنٍ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ یَتَغَیَّرْ طَعْمُهٗ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِیْنَ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى وَلَهُمْ فِیْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ وَمَغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ كَمَنْ هُوَ خَالِدٌ فِی النَّارِ وَسُقُوْا مَآءً حَمِیْمًا فَقَطَّعَ اَمْعَآءَهُمْ سورۂ محمد آیت ۱۶ و ۱۷

وَجَاءَهُمُ الْمَوْجُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَظَنُّوا أَنَّهُمْ أُحِيطَ بِهِمْ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ لَئِنْ
أَنْجَيْتَنَا مِنْ هٰذِهِ لَنَكُونَنَّ مِنَ الشَّاكِرِينَ فَلَمَّا أَنْجَاهُمْ إِذَا هُمْ يَبْغُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ
الْحَقِّ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّمَا بَغْيُكُمْ عَلَىٰ أَنْفُسِكُمْ مَتَاعَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ثُمَّ إِلَيْنَا مَرْجِعُكُمْ فَنُنَبِّئُكُمْ
بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ إِنَّمَا مَثَلُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَاءٍ أَنْزَلْنَاهُ مِنَ السَّمَاءِ فَاخْتَلَطَ بِهِ نَبَاتُ
الْأَرْضِ مِمَّا يَأْكُلُ النَّاسُ وَالْأَنْعَامُ حَتَّىٰ إِذَا أَخَذَتِ الْأَرْضُ زُخْرُفَهَا وَازَّيَّنَتْ وَظَنَّ أَهْلُهَا
أَنَّهُمْ قَادِرُونَ عَلَيْهَا أَتَاهَا أَمْرُنَا لَيْلًا أَوْ نَهَارًا فَجَعَلْنَاهَا حَصِيدًا كَأَنْ لَمْ تَغْنَ بِالْأَمْسِ
كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ وَاللّٰهُ يَدْعُو إِلَىٰ دَارِ السَّلَامِ وَيَهْدِي مَنْ يَشَاءُ
إِلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا الْحُسْنَىٰ وَزِيَادَةٌ وَلَا يَرْهَقُ وُجُوهَهُمْ قَتَرٌ وَلَا ذِلَّةٌ
أُولٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ وَالَّذِينَ كَسَبُوا السَّيِّئَاتِ جَزَاءُ سَيِّئَةٍ بِمِثْلِهَا
وَتَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ مَا لَهُمْ مِنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ كَأَنَّمَا أُغْشِيَتْ وُجُوهُهُمْ قِطَعًا
مِنَ اللَّيْلِ مُظْلِمًا أُولٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ سورہ یونس آیت ۲۳-۲۸

پھر آیات ذیل کو بغور ملاحظہ کیجئے کہ عظمت وجلال اور علو ورفعت اور لطافت ونظافت میں بلکہ حیثیت عملی کے اعتبار سے بھی انکا عدیل ونظیر تمام عالم کی تاریخ اخلاق میں نہیں ہے

الَّذِينَ يُوفُونَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَلَا يَنْقُضُونَ الْمِيثَاقَ وَالَّذِينَ يَصِلُونَ مَا أَمَرَ
اللّٰهُ بِهِ أَنْ يُوصَلَ وَيَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَيَخَافُونَ سُوءَ الْحِسَابِ وَالَّذِينَ صَبَرُوا ابْتِغَاءَ
وَجْهِ رَبِّهِمْ وَأَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَأَنْفَقُوا مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ سِرًّا وَعَلَانِيَةً وَيَدْرَءُونَ
بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ أُولٰئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ جَنَّاتُ عَدْنٍ يَدْخُلُونَهَا وَمَنْ صَلَحَ
مِنْ آبَائِهِمْ وَأَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيَّاتِهِمْ وَالْمَلَائِكَةُ يَدْخُلُونَ عَلَيْهِمْ مِنْ كُلِّ بَابٍ
سَلَامٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ سورۃ الرعد آیت ۲۰-۲۴

سلہ سیل صاحب نے تفسیر بیضاوی [illegible] من یشاء کے معنی [illegible] ہدایت کرتا ہے [illegible] کو جو توبہ کرتے ہیں ۱۲ تفسیر کشاف علامہ زمخشری بھی ملاحظہ ہو ۱۲ مؤلف

سابق مین جو کچھ عرض کیا گیا وہ اس قول کی تکذیب کو کافی ہے کہ آنحضرت صلعم نے
جو تصویرین بہشت و دوزخ کی کھینچی ہین وہ شہوانی ہین - اس باب کو ہم آیت ذیل پر
ختم کرتے ہین جس سے ثابت ہوتا ہی کہ اسلام مین کس درجہ روحانیت ہی اور وہ امیدین اور
وہ حوصلے کتنے پاک و پاکیزہ ہین جو اسلام مین بنا ر زندگانی دنیا قرار دئے گئے ہین -

یَا اَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِی اِلٰی رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً فَادْخُلِی
فِی عِبَادِی وَادْخُلِی جَنَّتِی - قران مجید سورہ ۸۹ - آیت ۲۷ - ۳۰ مولف

حاشیہ متعلقہ باب ۱۶

مجوس کو جو یہ اعتقاد تھا کہ اخیر زمانہ مین ایک نجات دہندہ آئیگا اور دنیا مین دین اور انتظام کو دوبارہ قائم کریگا
اس عقیدہ مین اور یہود کی اس اعتقاد مین کہ اخیر زمانہ مین ایک مسیح آئیگا عجیب و غریب مشابہت ہی - یہ امر
یقینی ہے کہ یہود نے یہ اعتقاد پیروان زردشت سی اخذ کیا تھا اور جب یہود مصائب مین مبتلا ہوے تو اس اعتقاد کو
اور زیادہ رونق اور جلا دی - مگر میری رائے غالب یہی ہی کہ مسیح کے اخیر زمانہ مین خروج کرنیکا اعتقاد پارسیون مین اوس
زمانہ مین پیدا ہوا تھا جبکہ وہ ایک غیر قوم کے محکوم تھی خواہ وہ اہل بابل ہون جو سام ابن نوح کے نسل سے تھی خواہ اہل
مقدونیہ ہون جو یونانی تھے - جس ملک مین مجوس کا مسیح پیدا ہوگا وہ ڈی سیسی صاحب مورخ کے قول کے موافق خراسان
مین ایک مقام گنگیدز نامی ہے اور وانلیجر صاحب مورخ کے اسناد کی موافق اوس ملک کا نام کنسویہ ہی - اس سے ثابت
ہوتا ہی کہ جب پارسیون پر آفت آئے تو اونکو بھی امید ہوئی کہ ہمارا نجات دہندہ بلاد مشرق مین پیدا ہوگا - ۱۲ مولف

حاشیہ ۲ متعلقہ باب ۱۶

خود بشپ ملمین صاحب اپنی تاریخ دین مسیحی جلد ۱ صفحہ ۱۲۶ مین اس امر کو تسلیم کرتے ہین کہ جن روایات مین
حضرت عیسیٰ کے افعال و اقوال منقول ہین اور جو عیسائیون مین مشہور تھے اس ہیئت کذائی سے جو اب
اونکی ہے دوسری صدی عیسوی کے آخر تک مرتب ہوئی تھی - اس سے خواہ مخواہ یہ لازم آتا ہے کہ جن لوگون نے
اناجیل اربعہ کو جمع اور مرتب کیا تھا اور جنکو ملمین صاحب نے بے تمیز و سادہ لوح مورخین کے لفظ سے تعبیر کیا ہے
اونھون نے ان روایات کو قبول کرنے مین ضرور اپنی رائی کو دخل دیا ہوگا اور ہر مسئلہ مین اجتہاد کیا ہوگا -
جیسا ملمین صاحب نے فرمایا ہی کہ " اگر کسی قصہ یا روایت کی عبارت یا مضمون اونکی تعصبانہ رائے کے موافق ہوتا
تو بیرونی شہادت گو کیسی ہی ناقص ہوتی تھی اوسکو بھی وہ کامل اور قطعی سمجھتے تھے اور اگر کوئی قصہ یا روایت
ظاہراً یا باطناً یعنے لفظاً یا معنًی اونکی رائے کے خلاف ہوتی تھی تو گو کیسی ہی شہادت کافی [illegible]
واقعیت پر موجود ہوتی تھی اوسکو بھی وہ غلط کہکر رد کر دیتے تھے " پس حضرت عیسیٰ کے افعال [illegible]

زیادہ کر دیا گیا ہی گو عمداً نہین سہواً سہی - اس باب مین سلسوس مورخ کی شہادت قطعی سمجھنے چاہیئے
گو اوسنے کسیقدر مبالغہ بہی کیا ہو - یہ مورخ لکھتا ہی کہ عیسائی لوگ اپنی احادیث وروایات کو خودگڑہ لیا
کرتے تھے اور جسطرح چاہتے تھے اونکو اپنے طور پر درست کرلیتے تھے (تاریخ سلسوس مورخ باب ۲ صفحہ ۲۷
ملاحظہ ہو -) اور یہی اصول سر ولیم میور صاحب نے تذکرہ پیغمبر اسلام جلد ۱ صفحہ ۸۱ مین مقرر کردیا ہی - چونکہ
یہ ایک تاریخی اصول ہے لہذا ہر ایک مضمون تاریخی سے اسکو متعلق کرنا چاہیئے - مگر چونکہ مین مسلمان ہون اور
حضرت عیسیٰؑ کو اولی العزم من الرسل مین داخل سمجھتا ہون لہذا سر ولیم میور صاحب کے اس جواز تحریف کے اصول کو صرف
عیسائیون سے متعلق کرونگا خود حضرت عیسیٰؑ پر اسکو نہ لگاؤنگا ۱۲ - مؤلف

سترھوان باب

جبتک دین اسلام نہین جاری ہوا تہا اوسوقت تک عرب خاص یعنے ملک حجاز جزیرۂ نمائی عرب کے حدود کے اندر محدود تہا اور چند قطعات ارض شمال و شرق اور شمال و مغرب کی بہی اوسمین داخل تھے اوسوقت تک اس ملک مین عقلی ترقی کے آثار و علامات مطلق نہین پائے جاتے ہین - اگر احیاناً کوئی شخص فلسفی یا عالم ہوتا تہا تو وہ فوراً ان لوگون کے زمرہ مین داخل ہوجاتا تہا جو علوم و فنون کا شوق رکہتے تھے اور اونکی قدر کرتے تھے اور اپنے تئین یونانی یا عجم مشہور کرکے اپنی قومیت کو بھلا دیتا تھا -

جزیرہ نمای عرب کے باشندون کو فقط فن شعر اور فصاحت و بلاغت اور علم نجوم کا شوق تہا - عقدہ کے سالانہ جلسون مین شعراے عرب طبع آزمائی کی غرض سے مشاعرے کرتے تھے - اور قبائل عرب مین علی الخصوص اون قبائل مین جو عرب مین سکونت پذیر تھے اور خانہ بدوش نہ تھے طرز حکومت ایسا تہا کہ کسیقدر شخصی اور کسیقدر جمہوری تھا اور اونکو اپنی آزادی اور خودسری پر ہمیشہ گھمنڈ رہتا تہا اور اسیوجہ سے علم فصاحت و بلاغت مین اونہون نے بڑی ترقی کی تہی - الغرض ان وجوہ سے عرب کی زبان مین ایک عجب حسن و لطافت پیدا[1] ہوگئی تہی - شعر گوئی اونکی جان و روح تہی - یہانتک کہ لڑائیان تک

[1] ڈی سلین صاحب کا ترجمہ تاریخ ابن خلدون دیباچہ صفحہ ۶ - ملاحظہ ہو ۱۲ - مؤلف

بھی وہ آتش مزاج صحرائی اپنی عورتوں کی غزلخوانی کی برکت سے دشمن پر فتحیاب ہوتے تھے اور اوس سے انتقام لیتے تھے۔

جب قیصران روم نے غلبۂ نصرانیت سے فلاسفۂ یونان و روم کو مشرک و ملحد قرار دیکر اونپر ظلم و تعدی کرنی شروع کی تو وہ بیچارے خوف جان سے بھاگ کر فارس مین چلے گئے اور نقشے چند اونمین سے عرب[۱] مین بھی چلے آئے۔ مگر ان تازہ وارد حکماء کی صحبت کا اثر عرب پر کچھ نہین ہوا۔ لکن حضرت خاتم الانبیاء کی تعلیم و تلقین کی برکت سے بیس ہی برس کے عرصہ مین اوس ملک کا رنگ ایسا بدل گیا کہ گویا معجزہ ہوا اور قبائل عرب مین باہم جدال و قتال جو ہمیشہ رہتا تھا وہ سب موقوف ہوکر اتفاق و اتحاد کامل اونمین ہوگیا۔

جب وہ لوگ وحشت و جہالت کی تاریک خندق سے نکلکر نور اسلام کے میدان مین آئے اور آخرت کا اعتقاد کامل اونکی دل مین راسخ ہوگیا جس سے دنیا کو مزرعۃ الآخرۃ سمجھنے لگے تب اونھون نے اوس رسول جلیل[۲] کے بلا عذر اطاعت کی جسنے اونکی اصلاح حال مین ایسے معجزنمائی کی تھی۔ اوس بیس سال کی کیفیت اور احکام اسلام کی آزادی و فرزانگی جیسے اس حدیث سے ثابت ہوتی ہے ویسی کسی چیز سے نہین معلوم ہوتی۔ منقول ہے کہ رسول اللہ صلعم جب سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو سفیر مقرر کرکے کسی قبیلہ پاس بھیجنے لگے تو اونسے پوچھا کہ اگر وہ لوگ کسی مقدمہ کا فیصلہ تجھسے کرائین گے تو تم کیونکر انصاف کروگے اور فصل خصومات کس قاعدہ کی رو سے کروگے سعد نے عرض کیا "یا رسول اللہ پہلے مین قرآن مجید مین دیکھونگا۔ پھر خدا کے حبیب کے افعال پر نظر کرونگا بعد اوسکے اپنی عقل پر بھروسا کرونگا۔"

[۱] السر صاحب مورخ جرمنی کی تاریخ اسلام صفحہ ۱۱ – ملاحظہ ہو ۱۲ – مؤلف [۲] شہرستانی کی ملل نحل ملاحظہ ہو

آپؐ نے جو اصول جاری کئے وہ سب عملی اصول ہین۔ زمانہ سلف کے حکماء سے (یعنی
مراد ساتوین صدی عیسوی کے فلاسفۂ یونان ہین) خدا کی ماہیت اور انسان کی حقیقت
پر بحث کرتے کرتے یہ نوبت پہونچا دی کہ نہ اونکو خدا ہی کا اعتقاد باقی رہا نہ انسان
کی قابل ہوئے۔ (نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم + نہ ادھر کے ہوئے نہ اودھر کے ہوئے)
آنحضرتؐ کے زمانہ مین تمام عالم کے علوم وفنون اور تہذیب و شائستگی رومیون مین
جمع تھی اونھون نے حکمت عملی کو حکمت نظری سے بالکل علیحدہ کر دیا تھا۔ کیونکہ
رومی یونانیون کے مقلد تھے اور یونانیون کا خاصہ یہ تھا کہ علم کو عمل سے ہمیشہ علیحدہ
رکھتے تھے۔ اونکے نزدیک حضرت مسیحؑ کی الوہیت اور بشریت کا مسئلہ اون تمام اعمال
نیک سے اہم و اعظم تھا جنکا حکم اونھون نے فرمایا تھا۔ رسول اللہ صلعم نے ایک وحدہٗ
اور حقیقی خدا اون لوگون کو بتا دیا جو اوسکی کنہ حقیقت اور اوسکی صفات پر لڑے مرتے تھے
چنانچہ پروفسر مارش صاحب مرحوم کا قول ہے کہ "کوئی چیز عیسائیان روم کو اوس
ضلالت و غوایت کے خندق سے نہ نکال سکتے تھے جسمین وہ گر پڑے تھے سوای اوس
آواز کے جو سرزمین عرب مین غار حرا سے آئی۔ اوسی آواز نے اعلاء کلمۃ اللہ دنیا مین
کیا جس سے یونانی انکار کرتے جاتے تھے اور اعلاء کلمۃ اللہ ایسی عملی پیرایہ مین کیا
کہ اوس سے بہتر ممکن نہ تھا" اسوقت ہمکو آنحضرتؐ کی جمال مبارک کا تصور ہے
اور آپؐ کا حلیہ شریف جس سے عظمت و جلال رسالت اور رعب و سطوت شاہانہ
نمایان ہے ہمارے پیش نظر ہے۔ آپؐ بادشاہ بھی تھے امیر بھی تھے۔ حاکم بھی تھے
اور ہادی و پیشوائے خلق بھی تھے۔ آپؐ نے وحی و الہام کے زور سے بندگان خدا کو قائد ہو کر
مسخر کر لیا تھا۔ تمام اطراف و اکناف عالم سے لوگ جوق جوق آکر آپؐ کے کلام معجز نظام
کو سنتے تھے جسکی برکت سے انسان خواب غفلت سے بیدار ہوا اور اوسکی دل مردہ مین جودت

اور قوت بلکہ حیات تازہ پیدا ہوئی۔ اللہ اللہ۔ وہ زمانہ بھی عجب ایمان وعرفان کا زمانہ تھا جبکہ انسان کی روح ایک بے سود اور بے جان فلسفہ کے غلبہ و استیلا کو دفع کرنے کے لئے جہاد پر آمادہ ہوئی تھی۔ اور اوسی زمانہ مین یہ بخوبی ثابت ہوگیا کہ اصول عملی کے مقابلہ مین خالی بک بک زق زق نہین چل سکتی۔

وہ زمانہ حکمت عملی کا تھا۔ مگر اوسکے تھوڑے ہی عرصہ کے بعد حکمت نظری کا زمانہ شروع ہوگیا جسکا تخم آنحضرتؐ کے احکام[1] مین موجود تھا اور آپؐ کے شاگرد رشید کہ بابُ العلم تھے عمل کے ساتھ ہی علم وعرفان بھی حاصل کرتے جاتے تھے۔ خود آنحضرتؐ نے فرمایا تھا کہ جو شخص میرے احکام کے معانی کو سمجھنا چاہے وہ میرے اس شاگرد کے کلام کو بگوش ہوش سُنے۔[2] آپؐ کے کلام بلاغت فرجام وہدایت التیام کو حضرت علیؑ سے زیادہ کون سُن سکتا تھا جو آپؐ کے دوست صادق اور شاگرد رشید اور برادر جان نثار اور صہر رسولؐ وزوج بتولؑ تھے۔ جس محبت وشفقت سے خود رسول مقبولؐ نے اپنے شاگرد رشید کو سن طفولیت مین احکام واسرار تعلیم کئے تھے اوسکا نمونہ خلفاء راشدینؓ مین سے خلیفۂ اولؓ اور خلیفہ ثانیؓ کے عہد خلافت مین حکومت اسلام کے تحفظ یا استحکام کی غرض سے خود دار الاسلام یعنے عرب مین اور بیرونجات مین بھی سخت لڑائی جھگڑے ہوا کئے۔ خلیفۂ ثالث کی حکومت ایسی ضعیف اور مذبذب رہی اور اوس قلیل مدت خلافت مین ایسی بدعملی اور بدانتظامی رہی کہ وہ جوش وخروش جو اسلام نے لوگون کے طبائع مین پیدا کیا تھا فرو ہوا۔ خلیفۂ ثالث کی عبرت انگیز وفات کے بعد اعلم الناس بعد رسول اللہ باجماع امت منصب خلافت پر مامور ہوئے

---

[1] خود قرآن مجید اور احادیث مین جابجا حکم ہے کہ اثبات وجود واجب الوجود مین اپنی عقل سے کام لو اور اپنی فہم وادراک پر عمل کرو ۱۲۔ مولف

[2] کما قال صلے اللہ علیہ وسلم انا مدینۃ العلم وعلیؑ بابہا ایک شاعر عجم نے کیا خوب ترجمہ اس حدیث کا کیا ہے۔ شعر: من شہر علم علیم در است + درست این سخن قول پیغمبر است

اوس گوشہ نشینی اور عزلت گزینی کے زمانہ مین حضرت علیؓ اپنے مالک[1] کے احکام کی تحقیق و تنقیح دلائل عقلیہ سے کرتے رہے تھے - اگر حضرت علیؓ شہید نہ ہوجاتے تو مسلمان کو اپنے پیغمبرؐ کے احکام کی حقیقت واقعی اسطرح معلوم ہوجاتی کہ عقل[2] و نقل یعنے احکام عقلی اور احکام شرع باہم آمیختہ ہوجاتی اور اصول اولیہ فلسفۂ حقہ[3] اور حکمت الٰہیہ اصول عملی قرار پاتے - وہی ذوق و شوق علم و فضل کا جو آنحضرتؐ کو تھا اور جو تمام تاصحابان امین اور مہذبان اخلاق پر آپؐ کی شرف و فضیلت کا باعث ہے آپؐ کے شاگرد رشید کی کلام کے ہر ہر لفظ[4] سے پایا جاتا ہے اور نیز زیادہ کریم النفس اوس زمانہ مین بھی کوئی نہ تھا اور اوس کریم النفسی کے ساتھ ہی اعلیٰ مدارج ایمان اور اکمل مراتب عرفان پر فائز تھے[5] - حضرت علیؓ کے اشعار خداوند عالم کی تعریف اور دنیا کی مذمت مین فصاحت و بلاغت کے اعتبار سے بے مثل و نظیر ہین - ان اشعار آبدار سے انکی معنف کا غایت درجہ خضوع و خشوع اور کمال عجز و نیاز اپنے خالق کی درگاہ مین نمایان[6] ہے

افسوس صد افسوس ابن ملجم لعین کے دست نجس سے یہ سب امیدین خاک مین مل گئین جب بنی امیہ نے مکر و کید سے اور سازشین کر کر کے اوس تخت خلافت پر قدم رکھا جسکو خلفاء راشدینؓ نے اپنے قدوم سعادت لزوم سے شرف اور بزرگی بخشی تھی تب اوسیوقت علوم اسلامیہ کو اور اسلام کے آزادی کو صدمۂ عظیم پہونچا - اور انکے فتنہ انگیز عہد مین جنگ و جدل کا بازار ہمیشہ گرم رہا اور مسلمانون کو اتنی مہلت نہ ملی کہ ترقی علوم پر توجہ کرتے - اوسپر طرہ یہ ہوا کہ خلفاے بنی امیہ مین اپنے اسلاف شرک

---

[1] یہ قول حضرت علیؓ کا کہ اَنَا عَبْدٌ مِّنْ عَبِیْدِ مُحَمَّدٍؐ یعنے مین ایک غلام ہون غلامان محمدؐ مین سے - اسپر دال ہے کہ آنحضرتؐ کو حضرت علیؓ کا مالک کہنا جیسا جناب مصنف علامہ نے انگریزی مین ماسٹر کا لفظ لکھا ہے جائز ہے ۱۲ مترجم [2] اسمر صاحب کی تاریخ صفحہ ۱۳۰ - ملاحظہ ہو ۱۲ مؤلف [3] حاشیہ متعلقہ باب ہذا ملاحظہ ہو ۱۲ مؤلف [4] صاحب مستطرف نے بہت سے اشعار آبدار حضرت علیؓ کے نقل کیے ہین جنسے ثابت ہوتا ہے کہ انکو علم و فضل کا کیسا اعلیٰ ذوق و شوق تھا ۱۲ مؤلف [5] حضرت علیؓ

و بت پرستی کی بو ابتک موجود تھی - بنی امیہ کی خلافت تقریباً سو برس تک رہی - اس عرصہ دراز مین فقط ایک شخص ایسا ہوا جسنے کچھ سعی ترقی علم مین کی - وہ شخص ابو ہاشم خالد ابن یزید تھا جسکو خاندان مروانیہ کا حکیم فلسفی کہتے ہین اور جو فقط اپنے علم و فضل کی وجہ سے خلافت سے محروم رکھا گیا۔[۱]

ہندۂ جگر خوار[۲] اور ابو سفیان[۳] کی اولاد کے رشک و حسد اور بغض و عناد سے مجبور ہوکر اولاد رسول[۴] اور بنی فاطمہ[۵] نے زاویہ نشینی اور عزلت گزینی اختیار کی تھی اور رنج و مصیبت کی شب دیجور مین اپنے جد امجد[۶] کے احکام کو نیت خالص سے بجالاتے تھے اور تعلیم و تدریس کے شغل سے اور مراقبہ اور ذکر خدا سے جو اولیاء اللہ کا خاصہ ہے اپنے دل حزین کو تسکین دیا کرتے تھے - وہ سب بزرگوار علم و عرفان کے عاشق زار تھے اور بندگان خدا کی اصلاح حال اور تہذیب اخلاق کی فکر مین ہمیشہ سرگرم و شاغل رہتے تھے اور اونکے نفوس قدسیہ ظواہر احکام شرع سے تجاوز کرکے اونکے مصالح و حکم باطنی کی تحقیق و تفتیش مین مصروف رہتے تھے - الغرض - سچے عارف اور خدا شناس تھے اور اونھین کی بدولت سے اسلام کی روحانیت اور حقانیت کالشمس فی رابعۃ النہار ہویدا و آشکار ہوئے - اونکے متوسلین براہ بغض و عداوت اوس قوم سے جسنے اونکے

[margin] ۵ [illegible] مراد ہین ۱۲ مترجم

---

۱ مخزن العلوم صفحہ ۸ و ۹۴ - اور تاریخ ابن خلدون جلد ۱ صفحہ ۴۸۱ ملاحظہ ہو ۱۲ - مؤلف ۲ ابوسفیان معویہ کا باپ بانی خاندان بنی امیہ تھا - بنی امیہ کے بغض و عداوت کی کیفیت بنی فاطمہ سے تاریخ ابن خلدون جلد ۲ صفحہ ۲۱۰ - ۲۱۵ - مین ملاحظہ ہو ۱۲ مؤلف ۳ تاریخ ابن خلدون جلد ۲ صفحہ ۱۴۲ و ۱۴۳ مین ایک لطیف حکایت حضرت امام حسن عسکری ع کی لکھی ہے ۱۲ - مؤلف ۴ تاریخ ابن خلدون جلد ۲ صفحہ ۲۱۲ - ملاحظہ ہو - اور [illegible] خطبہ نہج البلاغہ کا اور دو احادیث جو آخوند ملا محمد باقر مجلسی علیہ الرحمہ نے جلد ۱ بحار الانوار مین علم کے باب مین [illegible] ہے مین ملاحظہ ہوں حضرت امام جعفر صادق ع نے علم کی تعریف یہ بیان فرمائی ہے کہ وہ ایک روشن علم کا جوہر ہے او[ر] [illegible] یق حق اوسکا مقصود اعظم ہے - اور وحی و الہام اوسکی ہادی و رہنما ہے - اور عقل اوسکی دلیل کرنیوالی ہے اور خدا اوسکا [illegible] ہے ۵ تاریخ الحکماء بھی ملاحظہ ہو ۱۲ - مؤلف ۶ حدیث الاہلیلجہ جو مفضل ابن عمر جعفی نے حضرت امام کی زبان سے روایت کیا ہے بحار الانوار مین ملاحظہ ہو ۱۲ مؤلف

حق کو غصب کر لیا تھا خود لڑتے تھے اور اونکا نام لگاتے تھے۔ مگر خلفاء بنی امیہ مین گل سرسبد عمر ابن عبد العزیز تھا وہ اون بزرگوارون کی قدر و منزلت خوب سمجھتا تھا یہانتک کہ اوسنے اپنا تاج اتار کر اونکے قدمون پر رکھدیا۔

ان بزرگوارون کو اکثر وہ لوگ گھیرے رہتے تھے جنکو اہلبیتؑ کی محبت اور اونکے مصائب و صعوبات کا خیال کھینچ لاتا تھا۔ پس مامون کے مختلف خیالات کا اثر مامون پر کم و بیش خواہ مخواہ ہوتا تھا تاہم اونکا فلسفہ اوس قسم کے لغو اور بیہودہ نزاع لفظی سے مُبّرا و مُعرا ہے جیسے حکماے یونان و مصر یا بہ عہد متاخرین خلفائے عباسیہ حکماے بغداد کے فلسفہ مین پائی جاتی ہے۔ خلفاے عباسیہ کے عہد خلافت مین ایک قرن جدید پیدا ہوا اس خاندان کے لوگ اوسی چشمۂ فیض سے سیراب ہوئے تھے جس سے بنی فاطمہ مستفیض ہوئے تھے اور جو نصیحتین عالم مصیبت مین اونکو حاصل ہوئی تھین اونکا اثر خلافت پر منصوب ہونے کے بعد بھی اونپر باقی رہا۔ ابو العباس سفاح جیسا خونخوار و جنگجو تھا ویسا ہی شائق علوم بھی تھا۔ منصور دوانقی اور ہادی اور مہدی نے صرف اون اہل علم کی دستگیری اور مربی گری نہین کی جو تمام اطراف و اکناف عالم سے اونکی دار الخلافت مین آ گئے تھے بلکہ خود اونھون نے بھی بڑی مشقت سے ہر قسم کا علم حاصل کیا۔

"تاریخ عالم مین چند زمانے ہمیشہ ایسے دکھائی دیتے ہین جنھین ہر قوم کی زندگی کے بعض حصے تابان و درخشان ہوتے ہین۔ مثلاً تاریخ یونان مین پرکلیس حکیم و مُقنّن کا زمانہ اور تاریخ رومتہ الکبری مین اغسطوس قیصر کا زمانہ ایسا ہی تھا۔ علی ہذا القیاس تاریخ اسلام مین بھی ایک ترقی علوم کا زمانہ تھا اور انصاف کی بات یہ ہے کہ ہارون الرشید اور مامون الرشید کا عہد خلافت ترقی علوم کے اعتبار سے اگر یونان و روم سے اعلی و افضل نہ تھا تو اونکی برابر تو ضرور تھا

۱؎ مسٹر ولیم میور صاحب نے تذکرہ پیغمبر اسلام جلد ۱ - دیباچہ مین بنی فاطمہ پر عموماً سخت طعن کیا ہے اور بغاوت کا فتوی بھی دیا ہے صرف اس وجہ سے کہ اونکی تمام

انہین دونون خلیفون کے عہد مین مسلمانون نے اوس مقصود اعظم کو پورا کر دکھایا جس مقصد سے خداوند عالم نے اونکو پیدا کیا تہا - عرب کی قوم اول تو خلقت سے طباع تھی دوسرے اوسکا ملک بلاد علوم کے بیچون بیچ مین واقع تہا یعنے ایک طرف خزائن علوم روم و یونان دوسری طرف معادن فنون فارس - (ہندوستان اور چین بڑی دور پڑے ہوے صدہا برس سے خواب غفلت مین سرشار تھی) لہذا کل بنی آدم کا معلم بننے کی لیاقت عرب سے زیادہ کس قوم کو تھی - حضرت خاتم الانبیا کی تعلیم و تلقین کی برکت سے عرب بھی ایک قوم ہوگئی اور ایسی شریعت سہلہ سمحہ اوسکو ملی - بعد اوسکے کچھ بادشاہان وقت نے بھی اعانت کی - پھر اس قوم نے ممالک مشرقی اور بلاد مغربی سے مسائل حکمت اخذ کرکے اپنے پیغمبر کے احکام کے ساتھ اونکو جمع کیا جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ پہلے زرے سپاہی تھے اب خاصے عالم ہوگئے - خلفای بنی امیہ کا عہد خلافت مسلمانون کی آزمایش و امتحان کا زمانہ تہا یعنے یہ وہ زمانہ تہا جسمین اوس کار عظیم کے انجام دہی کی تیاریان وہ کر رہے تھے جس کام پر وہ خدا کیجانب سے مامور ہوئی تھی - خلفاء عباسیہ کے عمال اور اہل کار خزائن علوم سلف کی تلاش مین ساری دنیا کی خاک چہان رہے تھے - آخر الامر اون خزائن کو دار الخلافت بغداد مین لاکر شائقان علم اور قدر دانان حکمت کے سامنے کہولا - ہر طرف مدارس و مکاتب کی افراط ہوگئی اور بڑے بڑے فلاسفۂ روم و یونان کی کتابین قرآن مجید کے ساتھ پڑہائی گئین - جالینوس دقیانوس - بطلمیوس - ارسطاطالیس - اور افلاطون کا بڑا اعزاز و احترام ہونے لگا اور ایسی تعظیم و تکریم ہوئی کہ خود اونکی قوم نے اتنی تعظیم اونکی نہ کی تھی - مجالس و محافل علمی مین خود خلفاء شریک ہوکر مسائل فلسفہ پر بحث کرتے تھے - الغرض تاریخ بنی آدم مین یہ پہلا زمانہ تھا کہ ایک دینی اور خود سر حکومت نے فلسفہ کا ساتھ دیا تہا اور نتائج فلسفی کے استخراج مین شرکت کی تھی -

تمام سلطنت اسلام مین ہر شہر یہی چاہتا تھا کہ ترقی علوم مین دوسرے شہر پر
کوئی سبقت لیجاے - اور ہر ایک ناظم اور عامل خلیفۂ وقت کی ذوق وشوق علم پر غبطہ
کرتا تھا - تمام اطراف واکناف عالم سے طلبہ اور شائقان علم جوق جوق شہر قرطبہ و
بغداد وقاہرہ مین آآکر حکماے عرب کی درس مین شریک ہوتے تھے - یہانتک کہ وہ
لوگ[1] جو چند عرصہ کے بعد ائمۂ دین عیسوی اور پیشوایان کلیساے مسیحی ہوگئے شارع اسلام
کے چشمۂ علم سے سیراب ہوئے تھے - جب خلفاے عباسیہ کا تسلط خلافت پر نہ باقی رہا
تو جو لوگ اونکی مقام پر پادشاہ ہوے وہ بھی یہی کوشش کرتے رہے کہ ترقی علوم و
فنون مین خلفاء عباسیہ پر گوئی سبقت لیجائین - چنانچہ سلاطین بیاضیہ وسمانیہ
وغزنویہ ممالک مشرقی مین اور پادشاہان فاطمیہ وایوبیہ ممالک مغربی مین اور
سلاطین عرب اندلس مین - یہ سب بادشاہ یہی کوشش کرتے رہے کہ ترقی علوم و
فنون مین دوسرے کو اپنے اوپر سبقت نہ کرنے دین - الغرض مسلمانون ہی کی
تعلیم وتدریس[2] کی برکت سے فلسفہ اور علوم عقلی کی آواز سواحل بحر ظلمات سے
بحر الہند تک بلکہ اس سے بھی کہین دور بحر الکاہل تک تمام عالم مین گونج گئی
یہ زمانہ اسلام کی عظمت وشوکت علمی کا پندرہوین صدی عیسوی کی آخر اور سولہوین صدی
عیسوی کی ابتدا تک باقی رہا - پھر جو اپنے پیغمبر کے احکام کو فراموش کرنے سے مسلمانون
کو تنزل ہوا تو اون وحشی قومون کے ہمپایہ ہوگئی جو ایشیا کے بلاد اسلامیہ پر لوٹ پڑی تھین
بلکہ ممالک مفتوحہ کی مشرکین کے ہم رتبہ ہوگئی اور وہ قساوت قلب اور ضعف ایمان اور او
وسواس شیطان اونکی دل مین پیدا ہوی جو احکام خدا اور رسول کے سراسر خلاف ہے

[1] جیسا جربرٹ تھا جو بعد ازان پوپ سلوسٹر ثانی کی لقب سے ملقب ہوکر خلیفۂ مسیح اور امام کلیسا ہوگیا ۱۲ منہ
[2] مسلمانون کی طبیعت کا خلاق ہونا ان ضخیم ودقیق کتابون سے بخوبی ثابت ہے - کتاب المعارف ابن قتیبہ
دینوری - کتب رجال ابن خلکان ونویری - اور جامع اللغات حاجی خلیفہ ملقب بہ کشف الظنون ۱۲ مؤلف

اول تو خود شارع اسلام نے فلسفہ اور علوم عقلیہ کو رتبہ عالی بخشا دوسرے اونکی اولاد امجاد نے علوم عقلیہ کے ہر قسم اور ہر شعبہ کو رونق اور جلا دی - اسوجہ سے عقلی آزادی مسلمانون مین بہت جلد درجہ کمال کو پہونچ گئی - قرآن مجید کے فضائل مین سے ایک فضیلت یہ ہے کہ مشیت ایزدی کے اعتقاد کو انسان کے فاعل مختار ہونے اور اوسکی عقل کے آزاد ہونے کے مسئلہ کے ساتھ جمع کیا ہے اور مشیت ایزدی وہ چیز ہے جو صرف سب باتون کا حکم ہی نہین کرتی ہے بلکہ اون پر صریحاً اور بلا واسطہ فعل کرتی ہے اور اوسکی خیالات کی اصل اور منشا سے واقف ہے البتہ ان دونو مسئلون مین توافق کرنا کم ہین ظاہر پرستون کے نزدیک اجتماع نقیضین کا قائل ہو جانا ہے - بادی النظر مین یہ امر خلاف عقل معلوم ہوتا ہے کہ انسان کے افعال و اعمال کے بازپرس ہوگی (یہی مسئلہ اسلام مین اخلاق کے اصل و بنیاد ہے) اور پھر اوسکے افعال و اعمال مشیت ایزدی کے تابع ہین[1] - یہ دقیق مسئلہ اسطرح حل ہو سکتا ہے کہ یہ سمجھا جاے کہ آنحضرت[صلعم] ایک علۃ العلل اور مسبب الاسباب کا اعتقاد کامل رکھتے تھے اور اوسکو حیٌّ القیوم فعّالٌ لما یرید جانتے تھے - مگر ساتھ ہی اسکے انسان کی ترقی و عروج پر بھی بھروسا رکھتے تھے - آنحضرت[صلعم] کے نزدیک احکام الٰہی کا لُبّ لباب اور اصل اصول وہ قوانین قدرت اور احکام حق و باطل تھے جنکا حس و ادراک کرنا انسان کے خواص طبیعی مین داخل ہے اگر لفظ قوانین کے ٹھیک ٹھیک معنی لیجیے تو قوانین اخلاقی بھی اوسی قسم کے ہین جیسے وہ قوانین ہین جو اجرام سماویہ کی حرکت کا باعث ہوتے ہین - مگر خداوند عالم کی مشیت خودسرانہ اور جابرانہ نہین ہے بلکہ حکیمانہ اور رحیمانہ مشیت ہے جسکی اطاعت عالم کو اپنے اشغال علمی مین بھی اوسیطرح واجب ہے جسطرح زاہد کو اپنی خلوت کدہ مین ہے -

[1] کما قال علیہ السلام ارادۃ اللہ غالبٌ علی ارادۃ الناس عرفت ربی بفسخ العزائم وقولہ تعالی یُهدی من یشاء و یضل من یشاء

مخلوقاتِ خدا مین گھنٹہ بھر غور و فکر کرنا اور عالم کون و فساد کی تغیرات کی اصول کو ایک ساعت نظرِ تأمل سے دیکھنا خدا کی نزدیک ستر برس کی عبادت سے زیادہ مقبول ہے[۱]

اسلام نے ہر مسلمان کو عقلی آزادی بخشی ہے اور بجائے خود احقاقِ حق کا حکم دیا ہے مگر یہ عقلی آزادی مختلف اشخاص مین باوقات مختلفہ مختلف پیرایون مین ظاہر ہوئی ہے

دین اسلام مین جو اختلافات ہوئے اور اون اختلافات سے مختلف فرقے پیدا ہوے اونکا باعث یا ملکی اسباب ہوے یا قبائل عرب کا باہمی رشک و حسد ہوا۔ گو کسیقدر عناد مذہبی بھی نفسانیت و جنبہ داری مین شعین ہوا۔[۲]

علماء و فقہائے اسلام بھی اپنے مثل و مانند علمائے یورپ کیطرح مسائل دینی مین اجتہاد کرنے کا بڑا شوق رکھتے ہین اور پُرانی پُرانی باتون کی سخت پابند ہین۔ پس اونھون نے بھی مسائل دینی کو قدیم الایام سے دو قسمون پر منقسم کیا ہی۔ اصول دین اور فروع دین۔ اصول دین مین وہ امور داخل ہین جنکا اعتقاد اور اقرار کرنا ہر مسلم پر واجب ہی مثلاً وجود باری تعالے کا اعتقاد اور یوم الحساب لینے روز قیامت کا اعتقاد اور فروع دین سے مراد وہ فرائض ہین جو ان اعتقادات سے پیدا ہوئے ہین قسم اول کو اصول دین شاید اسوجہ سے کہتے ہین کہ ہر ایک مذہب و مسلک مین اخلاق عامتہ کی بناء خاص کر انھین امور پر ہے۔ علماے اسلام نے ابتدا ہی مین اصول دین کو فلسفہ حقیقے سے علاحدہ کرکے علم کلام مین داخل کر دیا اور جب اصول دین معقولات کے دائرہ مین آگئے تو اونمین قیل و قال کی گنجائش ہوگئی اور صدہا اختلافات پیدا ہوے۔ ایک فرقہ کا قول یہ ہی کہ اصول دین اور فروع دین دونون عقل کے تابع و محکوم ہین۔ دوسرے فرقہ کی راے یہ قرار پائی کہ اصول دین کو عقل سے کچھ تعلق نہین ہے

[۱] تاریخ الحکماء اور پہلا خطبہ نہج البلاغت ملاحظہ ہو ۱۲۔ مؤلف [۲] مختلف فرقِ اسلام کی تفصیل شہرستانی کے

البتہ فروع دین عقل پر موقوف ہین - اور اور فرقون کے اعتقادات اوسطہ دین رہے ہیے
جبر و اختیار کے مسئلہ مین تین شخصون نے روایات قدیم سے عدول کر کے
انسان کو فاعل مختار قرار دیا ہے - یعنے معاذ الجہنی اور گیلان دمشقی اور یونس الاسواری
شہرستانی نے اسکو بدعت لکہا ہے اور اسکا باعث یہ بیان کیا ہے کہ جہم ابن صفوان
چونکہ جبر محض کا قائل تہا لہذا اوسکی تردید مین اختیار مطلق کا مسئلہ قائم ہوا -
جہم ابن صفوان بہی انسان کے فاعل مختار ہونیکا ویسا ہی منکر تہا جیسا علمائے
یورپ مین گیلون گذرا ہے اور اوسکے اعتقادات اون بدمزاج اور متعصب لوگون
کو بہت پسند ہوئے جو مسند خلافت پر متمکن تہے - اسکے تہوڑے ہی عرصہ کے بعد
واصل ابن عطا ہوا جو حسن بصری کا شاگرد تہا - خود حسن بصری نے اہل بیت کے
مذہب مین تعلیم پائی تہے جنکو صاحب مخزن العلوم نے فلاسفۂ خاندان رسالت
کے لقب سے بہت خوب ملقب کیا ہے - اور حسن بصری کے خیالات اوتنے ہی وسیع
و فرزانہ تہے جتنے اونکے معاصرین کے اعتقادات تضیق و متعصبانہ تہے - واصل
ابن عطا نے بہی اوسی ماخذ سے علم اخذ کیا تہا مگر چند مدت کے بعد ایک مسئلہ دینی مین
اوسنے حسن بصری سے اختلاف کیا اور ایک خاص مسلک اور فرقہ کا بانی ہوا - اوس
فرقہ کا نام معتزلہ ہو گیا - چند ہی مدت مین اوسنے اون اصول کو شایع کیا جنکی بنا پر
اوسنے اور فرقون سے اختلاف کیا تہا - لیوتھر مصلح دین مسیحی اور بانی مذہب پراٹسٹنٹ

---

۱ شہرستانی کی ملل ونحل - کل - علی الخصوص صفحہ ۲۸ و ۲۹ - ملاحظہ ہو ۱۲ - مؤلف ۲ ملل ونحل صفحہ ۱۷ - ۱۲ - مؤلف
۳ منک صاحب کی تاریخ فلسفہ عرب صفحہ ۳۱۰ ملاحظہ ہو ۱۲ - مؤلف ۴ واصل ابن عطا ۸۰ ہجری مین پیدا ہوا
تہا اور ۱۳۱ھ مین انتقال کیا - منک صاحب کی تاریخ فلسفہ عرب صفحہ ۳۱۱ - ملاحظہ ہو ۱۲ - مؤلف ۵ اہل بیت
کا جو اعتقاد اس مسئلہ جبر و اختیار مین تہا اور غالباً خود آنحضرت ؐ اور حضرت علیؑ کا بہی وہی اعتقاد تہا اوسکی کیفیت
اوس حدیث مین خوب بشرح و مفصل لکھی ہے جو بحار الانوار کتاب الجبر والاختیار مین یونس ابن لقیلین سے نقل کی ہے ۱۲ - مؤلف
۶ ملل ونحل صفحہ ۱۷ و ۳۱ - ۱۲ - مؤلف -

کیطرح واصل ابن عطا بہی بڑا تیز آدمی تہا اور لوگون کی عقل پر جو اوس زمانہ مین ظلم عظیم ہو رہا تہا اوسکو دفع کرنے مین بعض امور خلاف عقل بہی کہہ دیتا تہا - مگر چونکہ اوسکا مسلک بہ نسبت اور مسالک کے عقل سلیم کے زیادہ تر موافق تہا لہذا سب سے زیادہ سلیم العقل اور آزاد خیال جو لوگ تہے[۱] وہ اوسکی طرف ہو گئے - اونہین کی وجہ سے اصول منطق و فلسفہ مسائل دینی مین جاری ہوئے جس سے ایک خاص علم پیدا ہو گیا اوسیکو علم کلام کہتے ہین[۲] - شہرستانی نے ملل نحل مین لکہا ہے کہ "معتزلہ بالاتفاق اسکے قائل ہین کہ خداوند عالم قدیم ہے اور قدم ایسی صفت ہے جو اوسکی ذات سے مختص ہے اور صفات باری عین ذات باری ہین کیونکہ اونکا قول ہے کہ وہ عالم الغیب بالذات ہے یعنے علم اور قدرت اور حیات اوسکی عوارض ذاتیہ قدیمہ سے نہین ہین بلکہ کنہ ذات مین داخل ہین اسواسطے کہ اگر صفات قدیمہ ذات باری سے علاحدہ سمجہے جائین تو تعدد قدماء لازم آئیگا اور وہ عقلاً محال ہے[۳]"

"معتزلہ کا قول یہ بہی ہے کہ خدا کو پہچاننا بہی اوسیطرح عقل انسانی کے امکان مین ہے جسطرح اور اشیاء کا ادراک کرنا ہے - مگر خدا کو اس جسمانی آنکہ سے نہین دیکہ سکتے -

[۱] ابو الحسن علی المسعودی مصنف مروج الذہب جسکو امام و عالم و مورخ لکہا ہے معتزلی تہا - اور مصنف حبیب السیر کو بہی معتزلی لکہا ہے ۱۲ - مؤلف [۲] ملل نحل صفحہ ۱۸ - اور مشتاک صاحب کی تاریخ فلسفہ عرب صفحہ ۳۱۱ - ۳۱۲ و ۳۲۰ و ۳۲۲ - اور رینن صاحب کا تذکرہ شیخ الرئیس ابو علی ابن سینا صفحہ ۷۹ - ۸۱ - اور شمولڈر صاحب مورخ جرمنی کا رسالہ فلسفہ عرب صفحہ ۱۳۱ و ۱۳۹ - اور تاریخ ابن خلدون جلد ۳ صفحہ ۴۸ ملاحظہ ہو - مین گبن صاحب مورخ کے بالکل اتفاق رائے کرتا ہون کہ علماے اسلام مین متکلم فلسفی عنقا صفت معلوم الاسم مجہول الجسم ہے - تاہم میرے نزدیک ایسے فلسفہ کا ہونا ممکن ہے جسمین مسائل فلسفہ کے ساتہہ اصول ضروریہ دین جمع کر دیے جائین اور دونو مین کچہ تناقض اور منافات نہ باقی رہے ۱۲ - مؤلف [۳] ملل نحل صفحہ ۳۰ - ملاحظہ ہو - ذات باری اور صفات باری مین عینیت یا غیریت کا مسئلہ علم مابعد الطبیعہ سے متعلق ہے اور یہ علم عقل انسانی کے احاطہ سے باہر ہے - لہذا ہمارے نزدیک اس مسئلہ مین ایسی ایسی باریک فرق نکالنا جیسے معتزلہ نے نکالے ہین محض مہمل و غیر ضروری ہے مگر یہ یاد رکہنا چاہیے کہ یہ مسئلہ عینیت ذات و صفات کا خاص کر عیسائیون کے تردید مین جاری کیا گیا ہے کیونکہ جب عیسائیون نے حضرت مسیح کو خدا اور بشر دونو قرار دیا تو ذات واحد مین الوہیت اور بشریت کی اجتماع سے اجتماع نقیضین لازم آیا اور جب توافق اضداد مین سخت حیران و پریشان ہوئے تو مجبور ہو کر ذات باری کے تین اقنوم قرار دیے - اور اون سطانون کے تردید بہی اس سے مقصود تہی جو تمام اوصاف بشری کو خداوند عالم کیطرف منسوب کرتے تہے ۱۲ مؤلف

اور سواے ذات واجب الوجود اور سب اشیا متغیر و حادث ہین - اور معتزلہ کا قول یہ بہی ہے کہ عدل اصل اصول انسان کے افعال کا ہی اور عدل کے معنی اونکے نزدیک یہ ہین کہ جس چیز کا حکم عقل کرے اور جو نتائج اخری انسان کے کردار سے پیدا ہون وہ عقل کے نزدیک ممدوح و مستحسن ہون - پہر یہ بہی اونکا مقولہ ہی کہ انسان کے افعال کے باب مین کوئی قانون ایسا نہین ہے جو ابدالآباد تک جاری رہسکے اور احکام الٰہی جو انسان کے اعمال سے متعلق ہین وہ تکمیل نفس اور تہذیب اخلاق کے نتائج ہین -

اور کل اوامر و نواہی اور وعدہ و وعید جو خدا کیجانب سے ہوا ہی ایسی شرع کے ذریعے ہوا ہے جو تدریجاً جاری ہوئی تہی - مگر ساتہی اسکے وہ اسکے بہی قائل ہین کہ جو شخص کوئی عمل نیک کرتا ہی وہ لائق جزا ہوتا ہی اور جو شخص کسی فعل قبیح کا مرتکب ہوتا ہی وہ مستوجب سزا ہوتا ہے - اور یہ امر اونکے نزدیک عقل کے موافق ہے - معتزلہ کا قول یہ بہی ہے کہ مطلق علم عقل کے ذریعہ سے حاصل ہوتا ہی اور فقط اوسیکے ذریعہ سے حاصل ہو سکتا ہی اور یہ بہی کہتے ہین کہ حق و باطل کا ادراک بہی عقل ہی سے متعلق ہے اور جبتک کسی چیز کا حسن یا قبح عقلاً نہ ثابت ہوجاے اوسوقت تک اوسی حسن یا قبیح نہین کہسکتے اور نعمات خدا کا شکر بجا لانا اوس زمانہ مین بہی عقلاً فرض تہا جب اس باب مین کوئی حکم شرع نہ جاری ہوا تہا[1] - کل معتزلہ کا اسپر اتفاق ہے کہ حسن و قبح اشیا کا عقلی ہے اور انسان فاعل مختار ہے اور اعمال نیک و بد اوسکی اختیار سے صادر ہوتے ہین اور اونہین کے موافق اوسکو عقبی مین جزا یا سزا[2] ملیگی -

معتزلہ کا عکس نقیض فرقۂ صفاتیہ ہے - اس فرقہ کے اعتقادات بالکل قرآن کے رنگ پر ہین اور اوسی قدیم سانچہ مین ڈہلے ہوے ہین - فرقۂ اشاعرہ فرقۂ صفاتیہ کا

---

[1] ملل ونحل ملاحظہ ہو ۱۲ - مؤلف - [2] ملل ونحل صفحہ ۲۹ - اوبنک صاحب کی تاریخ فلسفۂ عرب صفحہ ۱۱-۳-۱۲۶-۳

ایک شعبہ ہے۔ اس فرقہ کا بانی ابوالحسن اشعری ہوا - اور اسکے اعتقادات بھی صفاتیہ کے مزعوبات کے مشابہ ہین اور اسکا یہ قول ہے کہ صفات باری تعالے قدیم ہین اور انسان وجود واجب الوجود کا علم عقل سے نہین حاصل کرسکتا اور نہ عقل سے حق وباطل مین تمیز کرسکتا ہے - اور احکام الٰہی قدیم ہین اور خدا کو دیکھ سکتے ہین - اور صرف قبائح کے صدور کا اختیار انسان رکھتا ہے اور کل حسنات منجانب اللہ ہین - مگر فرقہ جبریہ انسان کے فاعل مختار ہونیکا انکار قطعی کرتا ہے اور کہتا ہے کہ انسان کے کل افعال مشیت الٰہی سے سرزد ہوتے ہین -

اس فرقہ کا نام معتزلہ نے جبریہ صحیح و درست رکھا ہے - اور اپنے تئین اصحاب العدل والتوحید بجا کہا ہے۔ کیونکہ تمام فرق اسلامیہ مین عقلیہ یعنی معقول پسند فرقہ صرف معتزلہ ہے کہ اس فرقہ کے نزدیک ہر مسئلہ مین جو انسان کی ترقی و تہذیب سے متعلق ہے عقل مداخلت تامہ رکھتی ہے - اس فرقہ کو افادیہ بھی کہسکتے ہین کیونکہ اسنے اس مسئلہ کو تسلیم کرلیا ہے کہ خیر و شر اور حق و باطل کا معیار جمہور خلائق اور کافہ انام کے نفع رسانی اور راحت افزائی ہے - اور اسکو استخراجیہ اسوجہ سے کہسکتے ہین کہ اسکے نزدیک ہر ایک قانون جو بندگان خدا کے باہمی تعلقات سے متعلق ہے مصالح وقت پر مبنی ہے اور واقعات سے استخراج کیا گیا ہے - اس فرقہ کے اعتقادات جو انسان کی قدامت کے

۵۱ ملل نحل صفحہ ۶۶ - اور منک صاحب کی تاریخ فلسفہ عرب صفحہ ۲۲۴ - ۶ - ۳۲ ملاحظہ ہو ۱۲ - مؤلف ۵۲ تعجب یہ ہے کہ یہ سب فرقے اپنے اقوال پر قرآن مجید اور احادیث نبوی سے استدلال کرتے ہین - مگر ظن غالب یہ ہے کہ فرقہ معتزلہ جو ان سب فرقون مین معتدل الرای ہے اون اعتقادات کا مظہر ہے جو حضرت علیؑ اور ائمہ اطہار کے تھے یعنی فاطمیہ کے اعتقادات معتزلہ کے اعتقادات سے اکثر امور مین مشابہت تام رکھتے ہین - پہلا خطبہ حضرت افصح العربؑ کا نہج البلاغت مین ملاحظہ ہو اور بحار الانوار مین جو احادیث جبر و اختیار کے مسئلہ مین وارد ہوے ہین وہ بھی ملاحظہ ہون - یہ بات مشہور و معروف ہے کہ اعاظم علمائے معتزلہ نے اہل بیت یعنی بنی فاطمہ سے تعلیم پائی تھی ۱۲ - مؤلف ۵۳ ملل نحل صفحہ ۲۹ و ۳۰ وغیرہ اور منک صاحب کی تاریخ فلسفہ عرب صفحہ ۳۱۱ - ملاحظہ ہو ۱۲ مؤلف ۵۴ ان اعتقادات کا ماخذ وہ حدیث ہے جو بحار الانوار کتاب الاسماء و العالم مین حضرت علیؑ سے منقول ہے ۱۲ - مؤلف

باب مین ہین وہ اس زمانہ کے فلاسفۂ طبیعی کے اقوال پر ترجیح رکھتے ہین معتزلہ کے اعتقادات اوس کتاب مین خوب جمع کیے ہین جسکا نام تحفۃ اخوان الصفا ہی۔ یہ ایک بہت بڑی کتاب ہی جسمین نہایت پاک و پاکیزہ مضامین لکھے ہین اور تمام بنی آدم کے ساتھ خلوص و محبت قلبی ظاہر کیا ہے اور انسان کی ترقی و تہذیب پر اعتماد کلی کیا ہی بلکہ انسان کا کیا ذکر ہے حیوانات کے ساتھ بھی حسن سلوک کی ترغیب دی ہے۔ لپس ان اعتبارات سے یہ کتاب بے نظیر ہے۔

معتزلہ کے اعتقادات کو مامون الرشید نے بھی قبول کرلیا جو سب سے زیادہ اولوالعزم اور قدردان علم و ہنر خلفاے عباسیہ اور پادشاہان عرب مین گذرا ہے بلکہ کسی عہد اور کسی زمانہ مین اوس سے زیادہ عاقل اور دوراندیش شاید چندہی پادشاہ گذرے ہونگے اس خلیفہ کی عمر اور اسکے بعد معتصم باللہ اور واثق باللہ کی عمرین اسی کوشش مین گذر گئین کہ وہ معقولات کا مذاق جو اونکو اور اونکی بعض رعایا کو تھا سب مسلمانون کے دل مین پیدا کرین۔ مگر بقول ایک مورخ[1] فرانسیسی کے اسلام کی بدقسمتی سے فقہاء بغداد ان خلفاء سے بھی زبردست نکلے اور متوکل علی اللہ کے عہد خلافت مین اعتقادات قدیم غالب آگئے اور یہ بھی ایک سبب قوی زوال و انحطاط خلافت کا ہوا۔

شیعہ کا فرقہ عموماً معتزلہ کے اقوال کیطرف مائل ہے۔ اور اہل سنت وجماعت عموماً صفاتیہ کے اعتقادات کی طرف راغب ہین۔ پھر شیعہ جو معتزلہ کیطرح معتدل الرای ہین دو فرقون پر منقسم ہین۔ اصولی اور اخباری۔ اصولی وہ ہین جو اجتہاد کے قائل ہین یعنے متشابہات مین اصول عقلیہ کے موافق تاویل کرکے مسائل شرعیہ کا استخراج و استنباط کرتے ہین اور جو احادیث صحیح و موثق کے درجہ کو نہین پہونچے ہین اونپر عمل نہین کرتے۔ اور اخباری وہ ہین

[1] رنان صاحب کے تاریخ فلسفہ عرب صفحہ ۳۲۹ ملاحظہ ہو ۱۲ مؤلف۔ [2] سیڈیو صاحب کی تاریخ عرب صفحہ ۱۸۷ اور اوسبرن صاحب کی تاریخ اسلام اور میور صاحب کی تاریخ سلاطین اسلام ملاحظہ ہو ۱۲ مؤلف

جو اجتہاد کے قائل نہین ہین یعنے مسائل شرعیہ مین صرف قول معصوم کو حجت سمجھتے ہین
اہل سنت کو شہرستانی نے دو فرقون پر منقسم کیا ہے - اہل الحدیث اور اہل الرآے
شافعی اور مالکی اور حنبلی اہل الحدیث مین اور حنفی اہل الرآے مین داخل ہین - یہ
فرقے اہل سنت کی ائمہ اربعہ کے اسم سے موسوم ہوئی ہین[1] - شافعی اور مالکی اور حنبلی کٹّر
صفاتیہ ہین اور اونکے اعتقادات صفات باری تعالے کے باب مین اوسی قسم کے ہین
جیسے صفاتیہ کے ہین اور وہ ہر ایک اصول کلیہ اور روایات پارینہ کی سخت پابندی
کرتے ہین - حنفیہ احادیث کو تسلیم کرتے ہین مگر اونکے معانی کو ہر شخص کی عقل اور
قیاس پر موقوف رکھتے ہین - پس شیعون مین اخباری اور سنیون مین حنفی کے اصول باہم مشابہ ہین[2]

صوفیہ کا مسلک بھی عجیب وغریب مسلک ہے اس زمانہ کے فارسی اشعار وغیرہ کی
روح رواں تصوف ہی - ایک عظیم الشان فرقہ اہل اسلام نے قرآن مجید کے بعض آیات
کو غوامض و اسرار پر مشتمل سمجھکر ایسی تاویلین کی ہین جنسے یہ مسلک پیدا ہوا ہے مسلمانون
مین تصوف کا ماخذ اور منشاء وہ احادیث ہین جنمین آنحضرت نے باری تعالے کی نسبت
فرمایا ہی کہ اوسکی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ از ثریٰ تا ثریا سب اشیا مین ساری و
طاری ہے اور جس خضوع و خشوع اور حضور قلب اور محویت اور وجد کے ساتھ آپ عبادت
خدا فرماتے تھے وہ بھی اس مسلک[3] کا موئد ہے - جبتک آنحضرت زندہ رہے اوسوقت تک
عبادات واجب محض ذکر و مراقبہ پر مقدم سمجھے جاتے تھے اسوجہ سے متصوفانہ مراقبہ اور اسرار کی گنجایش کم تھی

---

[1] امام اعظم ابو حنیفہ نعمان ابن ثابت سنہ ۶۹۹ع سے ۷۶۷ع تک رہے - امام محمد ابن ادریس شافعی ۷۶۷ع سے ۸۲۰ع تک رہے
امام مالک ابن انس ۷۱۶ع سے ۷۹۵ع تک رہے - امام احمد ابن حنبل ۷۸۰ع سے ۸۵۵ع تک رہے - ملل و نحل صفحہ ۱۶۰ و ۱۶۱ - اور
سید لاٹ صاحب کی تاریخ عرب صفحہ ۴۰۳ و ۴۰۴ - اور حاشیہ تاریخ ابن خلدون اور دیباچہ تاریخ ابن خلکان ملاحظہ ہو ۱۲
مولف [2] شاید اس مقام پر جناب مصنف علامہ سے سامحہ ہوا ہے کیونکہ مشابہت اگر اصول اجتہاد مین ہے تو اصولی اور حنفی مین ہے
اخباری اور حنفی مین کچھ مناسبت نہین معلوم ہوتی ۱۲ مترجم [3] مشکٰوۃ اور صحیح بخاری مین چند احادیث ایسے ہین جنسے آنحضرت
کے عرفان اور حقانیت کی کیفیت خوب معلوم ہوتی ہے علی الخصوص وہ حدیث جو ابو موسیٰ اشعری سے منقول ہے

تصوف یعنی درویشی اور مراقبہ پسندی سب مذاہب اور سب قومون مین رہی ہے۔
جسقدر انسان کے علائق جسمانی اور افکار دنیوی کم ہوتے جاتے ہین اور تہذیب اخلاق
اور تزکیۂ نفس حاصل ہوتا جاتا ہی اوسیقدر وہ خلوت گزینی اور مراقبہ کو بہترین کمالات انسانی
سمجھکر اختیار کرتا جاتا ہی - مگر مدارج تصوف ہر شخص اور ہر قوم کے خصائص طبیعی کے اعتبار
سے مختلف ہوتے ہین یعنے جس قوم اور جس شخص کو جتنی استعداد ظاہر و باطن اور مجرّد
و مادّی مین تمیز کرنے کی ہوتی ہے اوتنا درجہ اوسکا تصوف مین ہوتا ہی - مثلاً ہندوؤن کا
اعتقاد یہ ہی کہ منتہی شرف و فضیلت انسان کا یہ ہی کہ عالم لاہوت و ناسوت مین پہنچکر
خدا سے ملجاے اسی غرض سے سنیاسی لوگ ایک ہی مقام پر جمے رہتے ہین اور جنبش نہین کرتے اور بالکل
ذی حس و حرکت سے بے حس ہوجاتے ہین جب ایک غیر متناہی اور غیر مرئی چیز کے تصور مین وہ منہمک رہتے ہین تو ہمہ شیر
اور ہمہ مین امتیاز نہین کرسکتے - آخر کو یہ نوبت پہونچتی ہے کہ مختلف مخلوقات کو مظہر کبریا
تصور کرکے اونمین اور اونکے خالق مین تمیز نہین کرسکتے - اور ہمہ اوست کا دم بہرنے لگتے
ہین اور پہر جو اس خیال مین ترقی ہوتی جاتی ہے اور مراقبہ کا زور بڑہتا جاتا ہے تو
اونکو یقین کلی ہوجاتا ہی کہ خالق اور مخلوق ایک ہی چیز ہے - جیسا بہاگوت گیتا سے
ظاہر ہے - بس اس سے معلوم ہوتا ہی کہ جب ہمہ اوست کا اعتقاد منتہی کو پہونچ جاتا ہے
تو شرک و بت پرستی کا باعث ہوتا ہی اور جتنے اعتقادات خدا کے باب مین ہین اون
سب سے پیشتر یہی اعتقاد بت پرستی کا ہوا تھا - اور اسکا باعث یہ ہوا تھا کہ ابتداء خلقت
مین انسان کے دل مین کوئی روحانی خیال نہ آتا تھا جسمین خوف اور ہیبت شریک
نہ ہوتی ہو - جب وہ بڑے بڑے جنگلون کو دیکھتا تہا جنمین انسان کا دست رس کبھی نہین
ہوا ہی اور بڑے بڑے عظیم الشان پہاڑ دور سے اوسکو دکھائی دیتے تھے اور شب
تیرہ و تار مین مہیب صورتون کو اوڑتے دیکھتا تہا اور جنگل بیابان مین ہوا کا سناٹا

سنتا تھا تو ان سب باتون سے اوسکے دل مین ایک عجب خوف اور ہیبت پیدا ہوتی تھی اور جس آدمی یا چیز کو اپنے سے زیادہ قوی پاتا تھا یا اوسکے قریب جو اور چیزین ہوتی تھین اونسے زبردست دیکھتا تھا اوسیکی پرستش کرنے لگتا تھا۔ رفتہ رفتہ ان تمام مخلوقات خدا مین ایک روحانیت اوسنے قرار دی لی اور ان روحانیات کو سزاوار پرستش سمجھنے لگا پھر چند عرصہ کے بعد ان سب روحانیات کو باہم خلط ملط کرکے ایک روح قرار دی لی جو تمام عالم پر محیط اور حاوی اور سب کائنات مین ساری وطاری ہے۔ بت پرستی ایک مقدمہ توحید اور حلول کا ہے اور جب یہ تینون اعتقاد انتہا کو پہونچ جاتے ہین تو باہم خلط ملط ہوکر ایک اعتقاد ہو جاتا ہے۔ زمانۂ سلف مین مذہب زردشت مین حلول کا اعتقاد بہت کم تھا اور زیروانی مذہب اوسکے بعد پیدا ہوا تھا۔

مذہب افلاطونی خود شرقی خیالات سے پیدا ہوا تھا اور اوسکی تاثیر دین مسیحی پر بہت کچھ ہوئی۔ غالباً عشاء ربانی کا اعتقاد عیسائیون نے اسی فلسفۂ افلاطونی یعنی حکمت اشراقیہ سے اخذ کیا ہے۔ قرون اوسطی مین جو صوفی یورپ مین ہوئی اونکے مسلک کا دارومدار صرف اسی مسئلہ پر تھا۔ مشائخ یورپ مین سے فقط ایک شخص جوہانس اسکوٹس[1] اس سے مستثنیٰ تھا۔ جس مسلک کا نام تصوف ہے یعنے جذبۂ معرفت الٰہی اوسکو یورپ مین مسلمانون ہی نے جاری کیا تھا جیسا آئندہ عرض کیا جائیگا۔

بعض لوگون نے ترکیہ مین جو یہ اعتقاد پیدا ہوا کہ قرآن مجید کے آیات کے معانی باطنی اور محامل روحانی بھی ہین تو یہ اعتقاد اسوجہ سے نہین پیدا ہوا کہ وہ لوگ بعض ظواہر کتاب اللہ سے جو عقلی دقتین پیدا ہوتی تھین اور محالات عقلی لازم آتے تھے اونسے اپنی جان بچانا چاہتے تھے بلکہ یہ اعتقاد کمال عرفان سے پیدا ہوا تھا کہ ان لوگون کو اذعان کامل

[1] اسکوٹس کا حال بہت ہی کم معلوم ہے اور یہ وہ زمانہ ہے جبکہ ... سلطنت ... مذہب پروٹسٹنٹ مستقل ہوا۔ اوس زمانہ مین

اس بات کا تھا کہ ان الفاظ کے معانی اوس سے دقیق تر اور باریک تر ہین جو مفسرین
نے لکھے ہین[۵۱]۔ اول تو اون لوگون کو یہ خیال ہوا پھر اسکے ساتھ وہ اس بات کا بھی
اعتقاد کامل رکھتے تھے کہ حق سبحانہ تعالی کی قدرت اور حکمت کل اشیا مین ساری اور طاری
ہے اور یہ اعتقاد احکام قرآنی سے پیدا ہوا تھا اور بالکل اون احکام کے موافق تھا
اور احادیث نبوی بھی اسکے معاضد موجود تھے۔ الغرض۔ ان وجوہ سے مسلمانون مین
وہ فلسفۂ اشراقیہ پیدا ہوا جسکا نام تصوف ہے اور بلاد مغربی کے مسلمانون مین فلسفۂ
اشراقیہ یعنے افلاطون کے اقوال کا جاری ہونا اس مسلک تصوف کا اور زیادہ معین
ہوا۔ ممالک ایشیا مین امام ابو حامد محمد غزالی صاحب احیاء العلوم اور ممالک یورپ
مین ابن طفیل بہت بڑے عالم اور پیشوا فلسفۂ اشراقیہ یعنے تصوف کے گذرے ہین
امام غزالی کو جب کسی فلسفہ سے اطمینان نہوا جسکی بنا مشاہدہ اور عقل پر تھی تو تصوف
کو بے خدشہ سمجھکر اس مسلک کو اختیار کر لیا۔ بس اوسیوقت سے اونھون نے فلاسفہ
کو تہس نہس کرنا شروع کیا اور اونکے اقوال کی خوب جھاڑ کی۔ امام غزالی کے اعتراضات
اکثر شیخ الرئیس ابو علی ابن سینا اور مشائین[۵۳] پر ہین۔ اور اونھین کے زور قلم سے یہ مسلک
ممالک مشرقی کے مسلمانون مین شائع ہوا۔ لہذا اونکو مسلمانون کا افلاطون کہنا بجا ہے

۵۱ اس اجمال کی تفصیل اوس تفسیر سے خوب ظاہر ہے جو خواجہ عبید اللہ نے تفسیر حسینی مین سورۃ الفاتحہ کے بیان کی ہے اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ یعنے بتا دے ہمکو وہ رستہ جس سے تجھ تک پہنچ جائین اور اپنی محبت ہمارے دل مین پیدا کر کہ خود تیرا جوہر محبت ہے اور خلاص کر ہمکو ہر چیز سے جو ہمکو تجھسے دور رکھتی ہو اور ہمکو وہ راہ بتا جسمین ہم تیرے سوائے کسی کو نہ دیکھین اور تیرے سوائے کسیکو نہ سنین اور تیرے ...

۵۲ منک صاحب کی تاریخ فلسفہ عرب صفحہ ۳۶۶ اور ابن رشد صاحب کا تذکرہ ...
شمولڈرس صاحب کی تاریخ فلسفہ عرب جسمین خاص کر امام غزالی کے اقوال بیان کیے ہین ملاحظہ ہو ۱۲

۵۳ مشائین سے مراد وہ حکماء ہین جنکا مذہب ارسطو کے استدلالی طریقہ سے بہت مشابہ ہے۔ ...
اور اشراقیین کا اوسکا اوستاد افلاطون ۱۲ مولف ۵۴ انگریزی دیباچہ نفحات ...
کے سوانح عمری لکھے ہین صفحہ ۱۴ مطبوعہ کلکتہ ۱۸۵۸ء ملاحظہ ہو ۱۲ مولف

امام غزالی کے بعد بڑے بڑے علماء اور مشائخ صوفیہ گذرے - اور ممالک مشرقی کے مسلمانون مین جو سب سے زیادہ کامل العقل تھے اونھون نے فلسفۂ اشراقیہ یعنے تصوف اختیار کیا مولانا جلال الدین رومی جنکے مثنوی کے شرف و فضیلت کی اظہار کو یہ شعر کافی ہے - مثنوی مولوی معنوی + ہست قران درزبان پہلوے + حکیم سنائی[۱] جنکو خود مولانا روم نے اپنے اوپر ترجیح دی ہے - فرید الدین عطار - شمس الدین حافظ - خاقانی معلم الاخلاق شیخ سعدی شیرازی - ملک الشعرا نظامی - یہ سب صوفی تھے - بلکہ بعض صوفی فردوسی طوسی کو بھی اپنا ہم مشرب کہتے ہین جو فارس مین ہومر ملک الشعرائے یونان کا ہمپایہ گذرا ہے - مگر یہ قول اونکا کہ اجل شعراے ایران جو دنیا کے بڑے جلیل القدر شاعرون مین سے ہی صوفی تہا بے اصل و بنیاد[۲] معلوم ہوتا ہی - فردوسی کی طبیعت سب سے زیادہ رسا تھی - یہی وجہ ہے کہ اوسکے کلام کا جو حکیمانہ رنگ ہی وہ صوفیون کے جاہلانہ مذاق سے جدا ہے - بعض عاشق تمزون کے لیئے تصوف عجب نعمت عظمیٰ ہے - مگر جن لوگون کے نفوس عقل کے سانچے مین ڈھلے ہوسے ہین وہ تصوف کو ایک خواب و خیال سمجھ کر کبھی اوسکا اعتقاد نہین کرتے - یہی وجہ ہے کہ ابو علی ابن سینا کہ رئیس الحکما تھے اور خواجہ نصیر الدین طوسی کہ تیرھوین صدی عیسوی مین بہت بڑے منجم مسلمانون مین گذرے ہین تصوف سے نفرت کلی رکھتے ہین -

صوفیہ کے نزدیک اخلاق کا دار و مدار بالکل عشق خدا پر ہے اور اس اعتقاد کو وہ مکروہ جانتے ہین کہ احکام و عبادات شرعیہ کی اصل خوف جہنم ہے - ایک صوفی سے کسی نے پوچھا

---

[۱] حکیم سنائی کے باب مین مولانا روم فرماتے ہین - ہمچو شرحے کرده ام من نیم خام + از حکیم غزنوی بشنو تمام + اور فرید الدین عطار کی نسبت فرماتے ہین - عطار روح بود و سنائی دو چشم او + ما از پی سنائی و عطار آمدیم + تذکرہ مشائخ صوفیہ صفحہ ۲۹۶ ملاحظہ ہو ۱۲ - مؤلف [۲] اس شعر سے صوفیون نے استدلال کیا ہی کہ فردوسی صوفی تہا - جہان را بلندی و پستی توئی + ندانم چہ ای ہر چہ ہستی توئی + ۱۲ - مؤلف

کہ برے لوگ کون ہین تو اونسنے جواب دیا کہ "وہ لوگ جو خدا کی عبادت طمع ثواب یا خوف عذاب سے کرتے ہین" تب سائل نے پوچھا کہ "آپ کس نیت سے خدا کے عبادت کرتے ہین" اوس صوفی نے جواب دیا کہ "اوسکے عشق سے" اور اس دعوے کی دلیل اوس حدیث کو گردانا جسمین آنحضرتؐ نے فرمایا ہو کہ خدا نے عشق کو سو حصون پر منقسم کیا اونمین سے ۹۹ حصے اپنے لیئے مخصوص رکھے اور ایک حصہ بنی آدم کو عطا فرمایا۔ چنانچہ دنیا مین جسقدر عشق ہے وہ اوسی ایک جزو سے پیدا ہوا ہے اور اوسی جزو کی برکت سے بنی آدم ایک دوسرے سے محبت رکھتے ہین اور سب سے زیادہ تقرب بندہ کو اپنے معبود سے اوسوقت حاصل ہوتا ہے جسوقت اوسکا دل عشق خدا مین بالکل محو ہوتا ہے"[۱]

اس لطیف مسلک اشراقی کے صنف خالص اور نوع عالی یعنے تصوف حقیقی کے بنا احکام نبیؐ پر ہے۔ اور اسمین جو عرفان وحقانیت ہو اوس سے شعراے اسلام کو نہایت لطیف و عالی مضامین ہاتھ لگے ہین۔ مولانا روم اور حکیم سنائی اور فرید الدین عطار کے عارفانہ غزلون کو جنمین عشق خدا کیسے پیرایہ رنگین اور وجد انگیز الفاظ مین نظم کیا ہو کہ تمام کائنات وموجودات اونچے و اعلی اوسکے عشق کا دم بھرتے ہین صوفی لوگ قرآن مجید کے نظر احترام سے دیکھتے ہین بلکہ بعض اوقات کلام اللہ کے برابر اوس معرفت آمیز کلام کا احترام کرتے ہین۔

تصوف اہل اسلام اور نصاری دونون مین موجود ہے۔ مگر اس مسلک ہی نتائج عملی اکثر خراب پیدا ہوے ہین۔ نفوس کاملہ مین تصوف فلسفۂ اشراقیہ کے لطیف و پاکیزہ پیرایہ مین ظاہر ہوتا ہو مگر عوام الناس تصوف کے جوش مین آکر غوامض و اسرار کنۂ واجب الوجود مین اور جو تعلق انسان اوسکے ساتھ رکھتا ہے اوسمین غور وفکر

۱ [illegible]

کرتے کرتے اپنے دماغ کو خراب و پریشان کر دیتے ہین - اور اسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ہر ایک جاہل عامی کند ہ ناتراش علم حقیقی کو حقیر سمجھکر سچے فلسفہ اور اوسکے مفید شعبون کو ترک کر دیتا ہے اور گوشۂ تصوف مین پناہ لیکر اپنے تئین خواہ مخواہ اہل معرفت بنا لیتا ہے [1] امام غزالی کے زمانہ مین بھی یہی کیفیت تھی کیونکہ وہ شکایت کرتے ہین کہ اہل باطن کی کثرت [illegible] بازاری اسقدر ہے کہ کسان لوگ اپنی کھیتی باڑی کو چھوڑکر اہل اللہی اور عرفان کے مدعی ہوے ہین - اہل اسلام اور نصاری دونو مین عوام الناس کے تصوف پر سب سے بڑا اعتراض یہ ہوتا ہے کہ چونکہ تصوف فی نفسہ کوئی دین نہین ہے لہذا جہان یہ مسلک جاری ہوتا ہے عوام الناس کے ایمان کو ضعیف کر دیتا ہے اور اخلاق کی اصل و بنیاد کو کمزور کر دیتا ہے بلکہ وہ کیفیت پیدا کرتا ہے جو ہندوستان مین ہر روز ہندو بیراگیون اور جوگیون کے دکھائی دیتے ہین -

مگر اعلی درجہ کے فلسفۂ اشراقیہ سے جو فوائد عظیمہ حاصل ہوے ہین اونسے چشم پوشی نہین ہو سکتی شیخ الرئیس ابو علی ابن سینا اور ابو الفلاسفہ ابو الرشد اندلسی کے فلسفہ اشراقیہ کی برکت سے یورپ مین وجود باری تعالے کا اعتقاد اسقدر شائع ہوا ہے کہ اونکے بعد جو حکماء گذرے ہین اونکے قیاسات و تخیلات سے کبھی نہین ہوا - یورپ کے عیسائی سلطنتون مین جو تصوف کا جوش اور روحانیت کا غلبہ ہوا جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ احکام کلیسا جنسے شدید و غلیظ مادہ پرستی ٹپکتی تھی اور وہ اعتقادات فاسد اور وساوس شیطانی جنکے شکنجہ مین عیسائی لوگ جکڑے ہوے تھے سب دفع ہو گئے - یہ کسکی طفیل سے ہوا یہ اوس تاثیر کی برکت سے ہوا جو اہل اسلام کے تصوف اور حقانیت نے اہل یورپ کے

---

[1] دیباچہ تذکرۂ مشائخ صوفیہ صفحہ ۱۷ و ۱۸ - ملاحظہ ہو ۱۲ - مؤلف [2] مالکم صاحب کی تاریخ فارس جلد ۲ - باب ۲۲ صفحہ ۸۷ اور گوبنو صاحب کی تاریخ فلسفہ وسط ایشیا صفحہ ۶۷ و ۱۰۴ - ملاحظہ ہو صوفیون کے اعتقادات کی تفصیل تاریخ ابن خلدون جزو ۲ صفحہ ۹۰ مین ملاحظہ ہو ۱۲ - مؤلف [3] بوناونچر جو عیسائیون کا ایک بڑا ولی اور پیر طریقت گذرا ہے اوسنے مسلمانون ہی کے تصوف [illegible]

نفوس پر کیے تھے۔ یورپ کی عیسائیون کے مذہب کو فلسفۂ افلاطونی سے قطع نظر کر کے دیکھیے
جو حضرت عیسیٰؑ کے بعد پانسے برس تک اوسمین خوب کوٹ کوٹ کر بھر دیا گیا تھا تو اوس
مذہب کو بالکل مادی پائیگا روحانیت اوسمین مطلق نہ دیکھیے گا۔ اوس دین کی صفت
یہ ہی کہ اوسکی رو سے باری تعالےٰ کو اوصاف بشری سے معرا کر کے دیکھیے تو کوئی چیز نہین
باقی رہتی۔ بلکہ اوس دین مین خدا بشریت مین بالکل ڈوبا ہوا ہی۔ چنانچہ لیکی صاحب
مورخ نے جو یورپ کی معقول پسند مذہب کی تاریخ لکھی ہے اوسکی جلد ۱ صفحہ ۳۷۴ مین
فرماتے ہین کہ وہ ابوالرشد اور پیروان ابوالرشد کی جو تصوف اور فلسفۂ اشراقیہ مین کتابین تصنیف کی تھین
اونھین کی برکت سے یورپ مین وہ پرانے اعتقادات جو حکماے یونان باری تعالیٰ کی نسبت رکھتے تھے دوبارہ
زندہ ہوگئے اور اونھین کیوجہ سے لوگون کو اسکی فکر پیدا ہوئی کہ عالم مادیات اور عالم ارواح
مین باہم کیا تعلق ہے۔ یعنی مادیات مجردات سے کیا نسبت رکھتے ہین۔ یہ اعتقاد
کہ ایک روح ہے جو تمام موجودات مین ساری ہے۔ جو پتھر مین سوتی ہی۔ حیوان مین خواب
دیکھتی ہی۔ انسان مین جاگتی ہے۔ اور یہ اعتقاد کہ وہ پوشیدہ مبداء حیات جو مادہ سے
مختلف صورتین پیدا کرتا ہی صرف ایک جلوہ ہی اوس خدا کا جو اون سب صورتون
مین موجود ہے [۱] عیسائیون مین دوبارا جاری ہوا تو کس صورت سے ہوا کہ ایک خفیف
سا سایہ اوس تصوف حقیقی کا باقی رہگیا جو اسلام کی رگ رگ مین جاری ہے —

ا ایک فارسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔ شعر۔ جانِ جہانی و عالم گو مست گر پیدا جان جہان عالم جہ تن + در دل ہر ذرہ ہم پنہان و ہم پیدا ستی + یہ شعر ابوالقاسم فندرسکی کا ہے اور آتشکدہ صفحہ ۳۰۸ مین لکھا ہے — ۱۲ — مولف

حاشیہ متعلقہ باب ۱

صدہا احادیث فضیلت علم اور علماء مین خود آنحضرتؐ اور حضرت علیؑ سے وارد ہوئی ہین جنسے معلوم ہوتا ہی کہ یہ حضرات علم اور اہل علم کے کسقدر قدر فرماتے تھے۔ یہ سب احادیث باسناد معتبرہ صحیح بخاری مین (جسکی شرح قسطلانی نے جلد ۱ صفحہ ۱۹۶ مین لکھی ہے) ۔ اور جامع ترمذی صفحہ ۲۳۶ مین ۔ اور کتاب مستطرف باب ۴ مین (جو ایک نایاب کتاب

حکمت عملی مین ہے) اور مشکات وغیرہ مین لکھے ہین مستطرف باب مین فضائل علم سب سے زیادہ شرح وبسط کے ساتھ بیان کیئے ہین۔ تاریخ الحکماء مین جسکا مصنف شمس الدین محمد سہروردی ہے اور جسکا ترجمہ عربی سے فارسی مین حضرت جلال الدین اکبر کے عہد مین ہوا تھا نہایت شرح وبسط کے ساتھ بیان کیا ہی کہ خود آنحضرت صلعم نے لفظ پیغمبر کے کیا معنی فرمائے ہین اور علم کا احترام آپ کسقدر فرماتے تھے۔ جب عمرو ابن العاص مصر سے پھر آیا تو آنحضرت نے اوس سے پوچھا کہ کیا کیا عجائب وغرائب تو نے دیکھے۔ عمرو نے عرض کیا یا رسول اللہ جس بات کو دیکھکر مجھے سخت تعجب ہوا وہ یہ ہی کہ مین نے دیکھا کہ صدہا آدمی ایک مقام پر چلے جاتے ہین جہان ایک شخص کی کتابیں پڑھی جاتی تھین جسکا نام اون لوگون نے ارسطاطالیس بیان کیا۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ مین نے سنا ہی کہ ارسطاطالیس ایک پیغمبر تھا پھر فرمایا کہ واللّٰہ اَعلَمُ بالصّواب۔ ایک اور حدیث مین جو معاذ ابن جبل سے منقول ہے آنحضرت صلعم نے فرمایا ہی کہ ”علم سکھاؤ کیونکہ جو علم سکھاتا ہی وہ خدا سے ڈرتا ہی اور جو علم کا ذکر کرتا ہی وہ حمد خدا بجالاتا ہی۔ جو علم پر بحث کرتا ہی وہ خدا کی راہ مین جہاد کرتا ہی۔ جو علم کو طلب کرتا ہی وہ خدا کی عبادت کرتا ہی۔ جو اوسکو شائع کرتا ہی وہ جہلاء کو زکات دیتا ہی۔ اور جو علم رکھتا ہی سب اوسکا احترام کرتے ہین اور اوس سے راضی رہتے ہین۔ علم سے آدمی حق وباطل اور حرام وحلال مین تمیز کرسکتا ہی۔ وہ آخرت کے راہ کو روشن کردیتا ہی۔ وہ جنگل بیابان مین ہمارا دوست اور گوشۂ تنہائی مین ہمارا مونس وغمخوار ہے سفر مین ہمارا رفیق ہے۔ راحت مین ہمارا رہنما اور مصیبت مین ہمارا غمگسار ہے ہمچشمون مین ہمارا پایہ بلند کرتا ہی اور دشمنون سے ہمارا سینہ سپر ہوتا ہی۔ علم سے بندہ خدا اعلیٰ درجہ کی نیکی کو پہونچ جاتا ہی اور عالی مرتبہ ہوجاتا ہی۔ اور اس دنیائے فانی مین بادشاہون کا مصاحب بنجاتا ہی اور دار البقاء مین راحت ابدی حاصل کرتا ہی۔ تعلیم وتدریس عبادت خدا کے برابر ہے“ (یہ حدیث مستطرف باب میں لکھی ہے اور صاحب کشف الظنون نے بھی کسیقدر اختلاف کے ساتھ اسکو نقل کیا ہی۔) اس حدیث سے زیادہ کون تقریر علم کی تعریف مین فصیح وبلیغ ہوسکتی ہے۔ پس کچھ مقام تعجب نہین ہے کہ جبتک یہ امت مرحومہ اپنے پیغمبر صلعم کی بواطن احکام کی مطیع رہے اوسوقت تک اقلیم عقل کی مالک رہے۔ مشکات مین جو احادیث فضائل علم ہین وہ بھی ملاحظہ ہون ۱۲۔ مؤلف

اٹھارہوان باب

اسلام کی سیاستی یعنی ملکی حیثیت کو مخالفین نے بالکل غلط بیان کیا ہی۔ سیاست مدن کے اعتبار سے دیکھیئے تو اوس چند سال کے عرصہ مین یعنے جبتک شارع اسلام صلعم مدینہ منورہ مین تشریف فرما رہے اسلام نے اوس سے زیادہ فوائد بنی آدم کو بخشے

جتنے پیروان اشراقیین و مشائین یونان اور خوشہ چینان فقہاء و متقنین یومنۃ الکبریٰ
صدہا برس علم بے عمل مین اوقات ضایع کرکے بخشی تھی۔ اسلام نے خلق اللہ کو ایک مجموعہ قوانین
بنا دیا اور سلطنت کا ایک آئین اور ضابطہ مقرر کر دیا اور احکام دین کے ذریعہ سے اوسکو جاری
اور نافذ کیا۔ اوسنے ٹیکس کو محدود کر دیا۔ اور سب بندگان خدا کو قانون شرع کی نظر مین برابر کر دیا اور
سلف گورنمنٹ یعنی اپنے اوپر خود حکومت کرنے کے اصول کو مقدس بنا دیا۔ اوسنے
حکام اور عمال کو شرع کا پابند کرکے اونکی خودسری اور مطلق العنانی کو مٹا دیا۔ اور شرع
بہی ایسی جو احکام دینی اور فرائض اخلاقی پر مبنی ہے۔ چنانچہ ارکہارٹ صاحب
مورخ فرماتے ہین کہ "وہ اصول شرع اسلام مین سے ہر ایک اصل کو دیکھیے تو فی نفسہ
ایسے عمدہ اور موثر ہے کہ شارع اسلام کی شرف و فضیلت کو قیامت تک کافی ہے
اور اون سب اصول کے مجموع سے ایک ایسا نظام سیاست قائم ہو گیا ہے جسکی
قوت و متانت کے سامنے اور سب انتظامات سیاست ہیچ ہین ایک شخص کی
حین حیات اور وہ بہی ایسا شخص جو ایک جاہل۔ وحشی۔ تنک مایہ و کم ظرف قوم
کے قابو مین تہا وہ شرع اون ممالک مین شایع ہو گئے جو سلطنت قاہرہ رومۃ الکبریٰ کی
سے کہین عظیم و وسیع تہی۔ جبتک اس شرع مین اسکی اصلی کیفیت باقی رہی اوسوقت
تک کوئی چیز اسکا مقابلہ نہ کر سکے" اللہ اللہ۔ جس ملک مین مسلمان پہونچے
اوسکی صورت بدل گئی۔ اوسکا اور ہی رنگ ہو گیا۔ بڑے بڑے شہر بنگئی۔ جہان
بدنظمی تہی وہان انتظام ہو گیا۔

خلیفہ اول کے قلیل عہد خلافت مین قبائل صحرائی کے سرکوبی اور گوشمالی سے
اتنی مہلت نہ ملی کہ اون صوبوں کا انتظام کیا جاتا جو دو مہینوں کے بغض و عناد سے
مسلمانوں کے ہاتھ لگے تھے۔ مگر خلیفہ ثانی کے عہد خلافت سے رعایا کی رفاہ و بہبود کا

انتظام اوس دانشمندی اور بیدار مغزی سے ہونے لگا جو خلفای راشدینؓ کی حکومت مین یادگار ہی - جنگ قادسیہ جسمین مسلمانون نے فارس کو فتح کر لیا اسکے علامت تہی کہ خسروان فارس کے مظلوم و مقہور و ستم رسیدہ رعایا نے ظلم و جور سے نجات پائی - یہود کو مجوس (یعنے پیروان زردشت) ہمیشہ قتل و قمع کرتے رہے تہے اور عیسائیون کو جلاوطن کر دیا تہا اور اور ملکون مین نکالدیا تہا - ان دونون قومون نے بہی لقول گوئبو صاحب مورخ فرانسیسی کے "اوس پیغمبرؐ کے ظل حمایت مین آکر امن و عافیت پائی جو اونکو موسن جانتا تہا گو اونکے ایمان کو ناقص سمجہتا تہا اور جسنے خدمات جنگ کے معاف کے معاوضہ مین کچہ خفیف سا جزیہ اونپر باندہ دیا تہا" یہانتک کہ کسان اور چہوٹے چہوٹے زمیندار ہی جنکو حکام جابر نے پامال کر دیا تہا اور علماؤن نے حقیر و ذلیل بنا دیا تہا مسلمانون کو اپنا نجات دہندہ سمجہکر اونکے آنے سے نہایت خوش اور مسرور ہوے سبحان اللہ - کیا برکت تہی رسول عربیؐ کی کہ وہ قومین جو صدہا برس سے خواب غفلت مین پڑے ہوئی تہین چونک اوٹہین اور وہ قومین جو صدہا سال کی ذلت و نکبت سے حس و ادراک ہو گئی تہین اونکی قالب مردہ مین دوبارا جان آگئی - الغرض - جہان جہان مسلمان گئے جمہور خلائق اونکو اپنا نجات دہندہ اور آزاد کنندہ سمجہکر بڑی تعظیم و تواضع سے پیش آئے - اور اگر کہین اونکا مقابلہ کیا تو علمار اور امراء نے کیا -

مسلمانون کی حالت بعہد خلافت خلفاء راشدینؓ نظر غور سے دیکہی جاے تو صاف معلوم ہوتا ہی کہ ایک حکومت جمہوری تہی جو ایک محدود و معین مجموعہ قوانین پر مبنی تہی اور جسکا انتظام منتخب شدہ حکام سے متعلق تہا اور اون حکام کے اختیارات محدود تہے

۵۱ گوئبو صاحب کی تاریخ صفحہ ۵۵ - ۱۲ - مولف ۵۲ السبتر صاحب کی تاریخ صفحہ ۹۰ ملاحظہ ہو ۱۲ - مولف

امرا اور ارکین سلطنت پر رائے جمہور حاکم تھی اور ذلیل ترین رعایا بھی اونکو جرح و تنقید کر سکتے تھے۔ چنانچہ خلیفہ ثالث رضی اللہ عنہ کو ہر روز بیت المال کا حساب دینا پڑتا تھا۔ اور خلیفہ رابع کو معمولی عدالتون مین حاضر ہوکر ایک عیسائی چور کے مقابلہ مین جوابدہی کرنی پڑی۔ قضات کی فیصلجات ناطق اور قطعی ہوتے تھے اور خلفاے راشدین رضی اللہ عنہم یہ قدرت نہ رکھتے تھے کہ جن لوگون کو حاکم عدالت نے مجرم قرار دیا ہو اونکے گناہ کو معاف کر دین گو غاصبین خلافت ایسا کرتے تھے۔ امرا و غربا دونون کے لیئے ایک ہی قانون تھا اور اہل مقدرت اور مزدور دونون کا انصاف برابر ہوتا تھا۔[1] رئیس المتکلمین امام فخر الدین رازی کی مشہور و معروف کتاب تاریخ الدول[2] مین جو آنحضرت صلعم کے زمانہ کے ستو ہی برس کے بعد تصنیف ہوئی تھی ملاحظہ کیجیے کہ اسلام مین سلاطین کے آداب و فرائض رعایا و برایا کی نسبت کیا لکھے ہین اور رعایا کی آزادی اور برابری کو ترقی دینے کی کسقدر تاکید لکھی ہے اور اوسکو حکام وقت کی ظلم و جور سے بچانے کی کیا تدبیر بیان کی ہے۔ قوانین اسلامیہ اصول عدل و انصاف پر مبنی ہین اور اونکی سادگی اور صحت مشہور ہے اور شرع مین عسر و حرج[3] اور تکلیف مالایطاق بندگان الٰہی کے لئے جائز نہین ہے۔ یعنی اوس بات کا حکم نہین ہے جو عسیر العمل یا خلاف عقل ہو۔ چنانچہ السنر صاحب مورخ فرماتے ہین کہ "اگر قانون وراثت خلائق کے امن و عافیت اور رفاہ و بہبود کے لئے ضروری و لابدی ہے تو یہ شرف مسلمانون ہی کے لیے مخصوص ہے کہ اونکی قوانین اس باب مین سب قوانین سلف سے اعلیٰ و افضل ہین[4]۔"

[1] جبلہ کی ملاقات کا حال خلیفہ ثانی سے تاریخ ابو الفدا جلد ۱۔ صفحہ ۲۳۹ مین ملاحظہ ہو۔ تاریخ کاسن ڈی پرسول جلد ۳۔ صفحہ ۵۰۶ سے ۵۱۱ بھی ملاحظہ ہو ۱۲۔ مؤلف [2] اس کتاب کا پورا نام یہ ہے کتاب الفخری فی اداب السلاطین والدول الاسلامیہ ۱۲۔ مؤلف [3] لقولہ تعالیٰ لا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا لہا ما کسبت وعلیہا ما اکتسبت ۱۲۔ مؤلف [4] السنر صاحب کی تاریخ سے نقل ہوا ہے

جن ملکون مین مسلمانون کا تسلط ہوا وہ فیوڈل سسٹم[1] اور فیوڈل قوانین کے نتائج بد سے محفوظ رہے - قوانین اسلامیہ مین چونکہ مروت و رعایت کو کچھ دخل نہ تھا اور قومیت بھی کوئی چیز نہ تھی لہذا دو بہت بڑے نتیجے اونسے پیدا ہوئے - ایک یہ کہ اراضی اون سنگین محصولون سے سبکدوش ہوگئے جو وحشیانہ اور ظالمانہ قوانین کے بموجب مقرر کیئے گئے تھے - دوسرے یہ کہ افراد قوم کے حقوق مین مساوات کلی ہوگئی چنانچہ السنر صاحب مورخ فرماتے ہین کہ وہ اگلے زمانہ کے مسلمانون مین عجب اوصاف حمیدہ جمع تھے کہ سادگی اور بے تکلفی کے ساتھ قوت وجودت اور ایمانداری اور نیک نیتی کے ساتھ بے طمعی اور بے لوثی اور شرم وحیا کے ساتھ شجاعت و جوانمردی اور زہد و تقوی کے ساتھ حلم ومروت جمع تھی" شرع شریف مین مسکرات مطلقاً حرام کردیئے گئے جس سے یہ فائدہ ہوا کہ عوام اہل اسلام اون خرابیون اور بے اعتدالیون سے محفوظ رہے جو اور اہل مذاہب کے طرز معاشرت مین داخل ہوگئی ہین - اور صدق مقال اور کسب حلال اور احکام شرع کے لحاظ وخیال کو فرض کردینے سے اسلام نے بندگان خدا کو ظلم وجور سے محفوظ و مامون کردیا - فقط

اُنیسوان باب

عبد اللہ المامون کو عرب کا اغسطوس قیصر[2] کہنا بجا ہے - ابو الفرج نے اوسکی بابت لکھا ہے کہ وہ مامون اس سے ناواقف نہ تھا کہ خاصان خدا اور برگزیدگان کبریا وہ لوگ ہین جو اپنے عمرون کو اپنی قوائے عقلی کی ترقی وتہذیب کی کوشش مین بسر کردیتے ہین اور عقل و دانش کے سکھانے والے سچے ستارے اور حقیقی قانون بنانے والے دنیا کی زینت

[1] یہ ایک خاص انتظام زمینداری زمانہ سلف مین انگلستان مین جاری تھا جسکے بموجب لگان اور مالگذاری اراضی کے عوض مین زمیندار اپنے رعایا سے اور بادشاہ وقت زمیندار سے فوجی خدمات لیتا تھا لیئے خراج وغیرہ کے بدلے رعایا کو تعلقدار ان کی طرف سے اور تعلقدارون کو بادشاہ وقت کیطرف سے میدان جنگ مین لڑنا پڑتا تھا ۱۲ - مترجم [2] یہ قیصر روما الگزنڈر کا حضرت عیسیٰ سے زمانہ قریب لذلدی - لو یہ قیصر بت پرست تھا مگر اسکا عہد سلطنت ترقی علوم و فنون کے لیئے تاریخ مین ضرب المثل ہے ۱۲ - مترجم

مامون الرشید کی بعد چند روشن ضمیر بادشاہ ایسے ہوے جنہون نے اون کاموں عظیم کو جنکی ابتدا مامون نے کی تہی جاری رکہا باعث اپنے فخر و مباہات کا سمجہا مامون اور اوسکی جانشینون کے عہد سلطنت مین علماء بغداد کو خصوصاً بلکہ تمام اہل بغداد کو عموماً علوم عقلیہ کا ایسا ذوق و شوق پیدا ہوا کہ کبہی نہ ہوا تہا - طریقہ استخراجیہ یعنے وہ طریقہ جس سے معلومات سے استدلال اور استنباط مجہول کا کیا جاتا ہی اور جسکو بڑے فخر و مباہات سے اس زمانہ کی اہل یورپ کا اختراع بلکہ اونکا ملک شخصی قرار دیدیا ہی مسلمانون کو بہی خوب معلوم تہا - جیسا سیڈلاٹ صاحب مورخ فرانسیسی اپنی تاریخ فلسفہ عرب صفحہ ۳۴۴ مین فرماتے ہین کہ "معلوم سے مجہول کا استنباط کرکے علماے بغداد نے ٹہیک ٹہیک اصلی کیفیت کائنات عالم کون و فساد کی دریافت کرلی اور اثر سے موثر اور سبب سے مسبب اور معلول سے علت کو پہچان لیا - اور صرف وہی امور تسلیم کیے جو تجربہ اور مشاہدہ سے ثابت ہوے - مسلمان استادون نے اہل یورپ کو ایسے اصول سکہائے تہے" پہر یہی مورخ فرماتے ہین کہ "دسوین صدی عیسوی مین عرب ہی کے پاس وہ مثمر و موثر طریقہ استدلال اور استخراج نتائج کا تہا جو مدت کے بعد اس زمانہ کے حکماء کے ہاتھ آیا ہی اور اوسی طریقہ سے اونہون نے عمدہ عمدہ مسائل علمیہ کا استخراج کیا ہی"

قریب اس زمانہ کے جو علماء و حکماے اسلام گذرے اور جنکے کمال علمی کی کوئی نہ کوئی علامت ترقی و تہذیب کی تاریخ مین ابتک موجود ہے اگر اونکا شمار کیا جاے تو کئی جلدین تصنیف کرنی پڑین - اس مقام پر صرف مختصر کیفیت اون علوم عقلیہ اور مسائل حکمیہ کے لکہی جاتی ہی جنکو مسلمانون نے اختراع کیا - علم ہیئت مین پسران موسی ابن شاکر نے ہارون الرشید اور مامون الرشید کے عہد مین آفتاب اور

سیارات کے حرکات سے متعلق وہ امور تحقیق کیے جو صحت و واقعیت کی اعتبار سے اون
اختراعات سے کم نہیں ہین جو اونکی بعد اس زمانہ کے حکمای یورپ نے کیئے ہین جو
آلات رصدی ان حضرات کو میسّر آئے اونکی لحاظ سے کہا جاتا ہی کہ اونھون نے
دائرہ معدل النہار کا منحنی ہونا اور ماہتاب کی ارتفعات کے اختلافات کس صحت
اور صداقت کے ساتھ ثابت کیئے ہین کہ گویا اعجاز کیا ہے۔ یونانی کبھی اس مسئلہ کو
نہ سمجھے تھے کہ قواعد علم ریاضی مساحت سطوح مین کیونکر جاری ہو سکتے ہین معتضد
باللہ کے عہد مین پہلے مسلمانون ہی نے جبر و مقابلہ کے قواعد ہندسہ یعنی اشکال
اقلیدس مین جاری کیئے اونھین نے اعتدال ربیعی اور اعتدال خریفی کے تقدم و
تاخر کو اور آفتاب کی منتہی بُعد کو زمین سے (جو یونانیون کو بالکل نہ معلوم تھا۔)
اور دائرہ معدل النہار کے منحنی ہونے کو اور اسی قسم کے اور امور متعلقہ علم ہیئت
کو بڑی صحت کے ساتھ مشاہدہ اور مشخص کیا جس زمانہ مین محمد ابن جابر البطنی ہوا
اوس زمانہ مین مسلمانون نے قدما کے بے قاعدہ علم ہیئت سے ایک باقاعدہ اور
با اصول علم بنالیا۔ بیلی صاحب نے لکھا ہی کہ مسلمانون مین صرف البطنی ایک عالم جلیل القدر
علم ہیئت کا گذرا ہے۔ مگر البطنی نے صرف اتنا کیا کہ اوسکے پیشتر کے محققین نے جو مسائل
ہیئت اختراع کیئے تھے اوسنے ایک حیثیت خاص سے اونکو مرتب کر دیا۔ تاہم تاریخ علوم ریاضیہ
مین وہ اسلیئے مشہور ہے کہ مسائل علم ہیئت اور علم مثلث کی استخراج کی نئی قاعدے اوسنے
اختراع کیئے۔ علم و فضل کا ذوق و شوق جو خلفائے عباسیہ اور خلفائے فاطمیہ کو تھا
وہی اون بادشاہان اسلام کو بھی ہوا جو اونکے بعد گذرے۔ ماوراء النہر مین سلاطین
سامانیہ اور فارس مین بادشاہان صفویہ اور غزنی مین ملوک غزنویہ سبب ترقی علم اور سرپرستی

[illegible]

له ابوالحسن ثابت ابن قرہ وہ شخص ہے جسنے پہلے اس علم کو اختراع کیا اوسنے ۲۸۸ ہجری مین وفات کی ۔ مخزن العلوم صفحہ ۲۴۶

اہل علم مین رقیبانہ کوششین کرتے تھے۔ سلاطین سلجوقیہ مین طغرل اور الپ ارسلان اور سنجر اور ملک شاہ نہ صرف اسلیئے مشہور ہین کہ عظمت وسطوت شاہانہ رکھتے تھے اور اپنی رعایا کے رفاہ وبہبود کی باتون کو خوب سمجھتے تھے بلکہ اسواسطے بھی مشہور ہین کہ بڑے عالی دماغ اور ذوی شعور تھے اور علوم وفنون کا بے انتہا ذوق وشوق رکھتے تھے۔

جنگیز خان ہلاکو کے فوج اشیا کی ممالک اسلامیہ کو سیلاب کے مانند بہالے گئے اور جہان جہان وہ فوج گئی سب کو تہس نہس کردیا۔ مگر جو ہین اون وحشیون نے دین اسلام اختیار کیا اونکا رنگ ہی بدل گیا۔ پہلے تو وہ مخربان علوم ودار العلوم تھے اب بانیہ مدارس اور سرپرستان اہل علم بنگئے۔ سلطان خدا بندہ جسکا ترکی نام الجیتو قاآن تھا اور جو چنگیز خان کی چھٹی پشت سے تھا علم وفضل اور سرپرستی اہل کمال کے لئے مشہور تھا۔ بلکہ ہلاکو قاآن نے بھی جو چنگیز خان کا پوتا اور بغداد کا غارت کنندہ تھا زبدۃ الحکما والمنجمین خواجہ نصیر الدین طوسیؒ کی حفاظت وحمایت کی۔

سلاطین بنی امیہ کے عہد مین ابو الوفا گذرا جسنے علم مثلث مین خط قاطع اور خط مماس کا استعمال جاری کیا مگر بقول سید لاتؔ صاحب مورخ کے "۱ اس حکیم نے صرف اتنا ہی نہین کیا۔ بلکہ نظام قمری بطلیموسی کو ناقص سمجھکر اوسنے قدیم مشاہدات رصدی کے تصدیق کی اور تیسرا اختلاف اوسنے ماہتاب مین پیدا کیا اور اوسی اختلاف کو چھ سو برس کے بعد یورپ مین ٹایکو براہی نے ظاہر کیا"

فاتح ہند سلطان محمود غزنوی اور اوسکے جانشینون کے عہد دولت مین ابوریحان بیرونی ایک بہت بڑا حکیم فلسفی اور ریاضی دان اور جغرافیہ دان گذرا۔ اور ملک الشعرا فردوسی طوسی اور دقیقی اور عنصری اور سنائی یہ سب شاعر اونہین کے عہد مین گذرے اس عرصہ مین جو راہ ورسم سلطنت اسلامیہ غزنی اور ممالک ہندوستان مین پیدا ہوا اوسکے

۱ ملاحظہ ہو تمدن عرب [illegible] صفحہ ۴۸۰-۴۸۱ مطبوعہ ۱۹۱۱ع [illegible]

باعث سے مسلمانون نے اپنے اختراعات علمی مین ہنود کے علوم بہی شریک کر لیئے جو اوس وقت تک کسی دوسری قوم اور غیر ملک مین نہ جانے پائی تہی۔

سلاطین سلجوقیہ کے زمانہ مین علی الخصوص ملک شاہ اور سلطان سنجر کے عہد دولت مین بعض اعاظم حکماے اسلام گذرے۔ جو مشاہدات رصدی ملک شاہ کے عہد مین ہوے تہے اونہین کے رو سے سنہ ۱۰۷۹ء مین تقویم مین اصلاح ہوئی اور اس سے پانسو برس کے بعد پوپ گرگری نے تقویم یورپ مین اصلاح[1] کی۔ شاعر و منجم عمر خیام جسکے دیوان کا ترجمہ اب زبان فرانسیسی اور زبان انگریزی مین ہوا ہی اور شاعر غرّا انوری سلطان سنجر کے عہد مین ہوے۔ چنگیز خان کے بعد جو بادشاہان اسلام ہوے اونہین کے عہد دولت مین علم کی روشنی تمام ممالک شرقی مین پہیل گئی بلکہ چین تک پہونچ گئی ابن یونس منجم کی زیج کا ترجمہ سنہ ۱۲۸۰ء مین چینیون نے کیا۔ پس علم نجوم جسکو اہل چین کی قدیم تہذیب و شایستگی کی طرف منسوب کیا ہی مسلمانون ہی سے اونہون نے اخذ کیا تہا۔

مسلمانون نے صرف علم ہیئت ہی مین ترقی اور اصلاح نہین کی بلکہ ہر ایک شعبہ علوم ریاضیہ مین اونکی ذہانت و طباعی کے آثار و علامات موجود ہین۔ یونانیون کو جبر و مقابلہ کا موجد کہا ہی مگر بقول مسٹر صاحب مورخ کے یونانیون مین جبر و مقابلہ صرف ایک کہیل کے طور پر جاری تہا۔ مسلمانون نے اس علم سے مفید نتائج نکالے اور عمدہ عمدہ کامون مین اسکو صرف کرکے اسکی قدر و منزلت ایسی بڑہائی کہ یونانیون کو کبہی خواب مین بہی نہ معلوم ہوئی تہی ہارون الرشید کے عہد مین حکماے اسلام نے دوسرے درجہ کے معادلہ بسیطہ کے حل کرنے کا طریقہ اختراع کیا اور اوسکی تہوڑے عرصہ کے بعد معادلات مرکبہ کا مسئلہ بہی اختراع کیا۔

علوم طبیعیات کا بہی اسیقدر ذوق و شوق مسلمانون کو رہا جلیل ترین حکماے اسلام کے

---

[1] کہتے ہین کہ صحیح بانسبہ تقویم فارسی کے بموجب دس ہزار برس مین صرف دو روز کا فرق پڑتا ہی مگر جو تقویم اب پوپ گرگری کا معتبر

اپنے قوای عقلیہ کو علم کیمیا - علم نباتات - علم الارض - علم دولت - علم فلاحت - اور علم حیوانات مین صرف کیا - البتہ مسلمان اسکی مستحق ہین کہ اس زمانہ کے لوگ اونکا شکریہ ادا کرین کہ یونانیون کے علم محض کے بدلے تجربہ اور عمل اونہین نے علوم ریاضیہ مین جاری کیا اسمین کچھ قال و قیل کی جگہہ نہین ہے کہ علم کیمیا مسلمانون ہی نے اختراع کیا تھا ابو موسی جعفر کوفی (جسکو عیسائی مورخون نے گیبر لکھا ہے) علم کیمیا کا موجد تھا چنانچہ ڈریپر صاحب مورخ اپنی تاریخ جلد ا صفحہ ۳۹۱ - مین اس حکیم کے باب مین فرماتے ہین کہ "اوسکا نام اسوجہ سے تاریخ علم کیمیا مین یادگار ہے کہ اوسنے اس علم مین وہ کار نمایان کیا جو اس زمانہ مین ڈاکٹر پریسٹلی صاحب اور ڈاکٹر لوازیر صاحب نے کیا ہے"

علم تشریح اور فن دواسازی مین بھی مسلمان بہت قدر پر گوئی سبقت لیگئے - اور ان شعبہاے علم کو باقاعدہ علوم بنا دیا - علم نباتات کو اونھون نے اوس سے بہت زیادہ ترقی دی جس حالت مین دسقوریوس حکیم یونانی اس علم کو چھوڑ گیا تھا - اور یونانیون نے جو قرابادین ادویہ نباتیہ کی بنا ڈالے تھے اوسمین دو ہزار جدید نباتات شامل کیے - قرطبہ بغداد - قاہرہ - اور فیض مین عمدہ عمدہ باغات تعلیم کے لئے بنائے جنمین بڑے بڑے علماء و حکماء درس دیا کرتے تھے -

مسلمانون مین الدمری نے ایسی عمدہ تاریخ حیوانات تصنیف کی کہ سات سو برس کے بعد بڑے محقق اس علم کے لنین صاحب ہوے اونکو بھی ایسی تاریخ لکھنی نہین نصیب ہوئی جیالوجی جسکے اختراع کے مدعی اہل یورپ ہین مسلمانون مین علم تشریح الارض کے نام سے جاری تھا - مگر علم فلاحت کو مسلمانون نے سب علوم سے زیادہ ترقی دی - چنانچہ یورپ کی ایک مورخ کا قول ہے کہ "مسلمانون کے زمانہ مین کسی مہذب و شائستہ قوم

قرطبہ اندلس کا - بغداد عراق عرب کا - قاہرہ مصر کا - اور فیض ممالک بربر کا دار الخلافت ہے ۱۲ - مترجم

پاس ایسی عمدہ اور ایسی مکمل قواعد علم فلاحت نہ تہی جیسے اونکے پاس تہی[۱]۔ علم معدنیات مین بہی کوئی قوم مسلمانون پر گوئی سبقت نہین لیگئی۔ اس زمانہ کے عمدہ ترین صنایع بہی طولیدو اور دمشق اور غرناطہ[۲] کی تلوارون کے سامنے ہیچ ہین۔ سکون کا علم بہی سواے مسلمانون کے کیسیکو نہ معلوم تہا اور اس علم مین مقریزی کی کتاب ہر زمانہ کے محققین کے لئے ایک ہدایت نامہ[۳] رہی ہی۔ فن عمارت مین مسلمانون کی فضیلت بیان کرنا فضول ہے۔ اور علم دولت مین جو ترقیان اونہون نے کین وہ بہی اسقدر مشہور ہین کہ انکو بیان کرنا تحصیل حاصل ہے۔ فنون لطیفہ مین سے صرف فن سنگ تراشی اور فن نقاشی مین مسلمان خام رہگئے لہذا عیسائی مورخون کو اونکے طعن مین اپنی طلاقت لسان اور فصاحت بیان کے اظہار کا موقع ملا ہی۔ ان فنون مین اونکی خام رہجانے کی وجہ یہ تہی کہ تصویرات حجری و عکسی وغیرہ بنانا احکام قرآنی کے بموجب حرام ہے حالانکہ احکام توراۃ کی رو سے بہی یہ فعل حرام ہے۔ یہ الزام عیسائیون نے اہل اسلام کو اسوجہ سے دیا ہی کہ تحریم تصویر سازی کے حکم شرعی کی حقیقت سے وہ محض ناواقف ہین اور نہ یہ جانتے ہین کہ کس وجہ سے یہ فعل حرام کر دیا گیا۔ غالباً قدماے اہل اسلام جو بت شکن مشہور تہے تصاویر حجری وغیرہ بنانے کو شرک و بت پرستی کا باعث سمجہکر اس فعل کو قبیح جانتے تہے۔ یہ راے ہماری صحیح ہے اور اسکی صحت پر تاریخ گواہ ہے۔ البتہ مسلمانون کی اس احتیاط نے اونکو دیگر اہل مذاہب و ادیان کے انجام بد سے بچالیا جو عام شرک و بت پرستی کا درو تک پی گئے اور دنیا مین اونکو موحدین کے لقب سے نیکنام کیا۔ گو جو ین

[۱] کراتین صاحب کی تاریخ جلد ۲ صفحہ ۱۱۸۔ اور کتاب الزراعت ابوزکریا کشف الظنون مین ملاحظہ ہو ۱۲۔ مولف

[۲] طولیدو ایک مشہور شہر اسپین یعنی اندلس مین ہی۔ دمشق شامات کا دار الخلافت ہی۔ اور غرناطہ ایک نامی و گرامی شہر مسلمانون کا اندلس مین تہا ۱۲۔ مترجم [۳] ڈی سیسی صاحب نے مقریزی کے دو کتاب مین فرانسیسی زبان مین ترجمہ کی ہین ایک کتاب کا نام تاریخ سکہاے عرب ہی اور دوسرے کا نام رسالہ اوزان و مقادیر شرعیہ ہی ۱۲۔ مولف [۴] یعنی شاعری کا

مسلمانون کو دشمنان چنگیز و غازی حملون سے امان ملی اور جو دین اونھون نے علوم و فنون کی ترقی مین اپنی ہمت صرف کی اوسیوقت اونکو اس فعل کی ممانعت شرعی کی مصلحت معلوم ہوگئی۔ یعنی وہ خوب سمجھ گئے کہ یہ ممانعت خاص اسوجہسے کی گئی تہی کہ پرستش کیلئے مورتین اور تصویرین نہ بنائی جائین۔ یہی وجہ ہوئی کہ علوم و فنون کی ترقی کے ساتھ تمام ممالک اسلامیہ مین تصویر سازی اور نقاشی کا شوق بہی پیدا ہوا۔ اور ایشیا اور یورپ دونو مین خلفاء اور سلاطین اور امرا کے مکانات عالی شان ہمیشہ تصویرات حجری و قلمی سے مزین و آراستہ کئے جاتے تھے۔ چنانچہ الف لیلہ مین مسلمانون کا طرز معاشرت اور اونکے آداب و اخلاق بعہد خلفاء عباسیہ سچے سچے بے کم و کاست لکھدیئے ہین اور اوسی کتاب مین یہ بہی لکھا ہے کہ ہارون الرشید نے اپنے خاص محلسرا کے کمرون کو انواع و اقسام کی تصویرون سے سجایا تھا علی ہذا القیاس مامون الرشید اور اوسکے بعد کے خلفاء اور سلاطین بویہ و صفویہ کا ذوق و شوق نقاشی و تصویر سازی سے مشہور و معروف ہی۔ الغرض۔ اسلام فنون لطیفہ کی ترقی کا مانع نہین ہی۔ البتہ مساجد کو جاندار چیزون کی تصویرون سے سجنا حرام ہے۔

علم ادب مین بہی مسلمانون نے ایسے ہی کارنمایان کیئے جیسے اور علوم مین کیئے تھے علم معانی و بیان مین۔ علم الالسنہ مین۔ فن شعر مین۔ علم تاریخ مین۔ فن افسانہ نویسی مین اکثر کتابین اہل اسلام کی زبانون مین علی الخصوص زبان عربی مین ایسے موجود ہین جنسے ثابت ہوتا ہی کہ وہ اعلی مدارج کمال عقلی پر فائز تھے۔

فصاحت و بلاغت مین تو یونانی بہی عرب پر گوی سبقت نہین لیگئے۔ اور علم معانی[1] و بیان کے قواعد کو اونھون نے ایسا مرتب و منضبط کر دیا کہ کسی قوم نے نہین کیا۔

---

[1] اس علم مین تو بہت بڑی کتابین زبان عربی مین موجود ہین۔ (۱) تلخیص المفتاح قزوینی اور اوسکی شرح ... [illegible]

قبائل عرب کی باہمی نفاق اور حسد کیوجہ سے اونکی محاورات مین اختلاف تو باقی رہا مگر ایک وسیع قومی زبان اونکی پیدا ہوگئی جو حجاز مین بولی جاتی ہے۔ اور ہر سال بمقام عقدہ مین تمام قبائل عرب کے جمع ہونے سے اور شعراے عرب کی باہمی مباحثون اور مشاعرون سے زبان عربی ایک باقاعدہ اور لطیف و سلیس زبان ہوگئی۔ مگر بقول ایک مؤرخ جرمنی کے کہ وہ عربی زبان کو جس چیز نے ایک باقاعدہ اور مضبوط بنیاد پر قائم کر دیا اور باقی رکھا وہ قرآن مجید ہے۔ اور یہ وہ کتاب ہی جسکی برکت سے عرب نے اتنے ملک کو فتح کر لیا جو اسکندر اعظم کے مملکت سے عظیم تر اور سلطنت قاہرہ رومتہ الکبریٰ سے وسیع تر تھا۔ اور جن ممالک کو سکندر اعظم اور رومیون نے صدہا برس مین فتح کیا تھا اونکو عرب نے دس بارہ برس مدت مین مسخر کیا اور یہ وہ کتاب ہی جسکی برکت سے تمام اولاد سام ابن نوح مین سے صرف عرب نے یورپ مین اکثر سلطنت کی جہان اہل فنیسیہ سوداگر بنکر اور یہود مفرور اور مسافر بنکر رہے تھے اور یورپ مین سلطنت کی تو کیونکر کی کہ علم کا چراغ روشن کر کے تمام دنیا کو دکھا دیا۔ اور جس زمانہ مین ظلمت جہالت تمام یورپ پر چھائی ہوئی تھی اوس زمانہ مین عرب ہی نے یونان کی علم و حکمت کو دوبارا زندہ کیا اور فلسفہ و طب و ہیئت اور شعر و سخن ایشیا و یورپ دونون اقلیمون کو سکھایا اور اندلس کو گہوارۂ علوم جدیدہ بناکر غرناطہ دار العلوم کی زوال و بربادی پر آیندہ کی نسلون کو خون کے آنسو رولایا[1]۔ وہ قرآن کی حقیقت کیا بیان کیجاوے کہ وہ کیسی کتاب ہی۔ اور اوسمین سادگی کے ساتھ کسقدر بلند پروازی کی ہی اور اوسکی عبارت کیسی فصیح و بلیغ ہی اور مضامین کیسے عالی لطیف و پاکیزہ ہین اور کیسے عمدہ استعارات سے مملو ہی اور کیسے کیسے مضامین آبدار صاعقہ وار چمک رہے ہین جنسے ثابت ہوتا ہی کہ ایک ناصح امین نصیحت کر رہا ہی اور ایک حکیم فلسفی اسرار و غوامض حکمت الٰہی بیان کر رہا ہی اور ایک ستم رسیدہ محب وطن کس جوش و خروش اور ولولہ و طنطنہ سے اپنے قوم کی بداعمالی اور ذلت

[1] واضح ہو کہ یہ کلام کسی مسلمان کا نہین ہی۔ بلکہ یہ ایک نہایت جلیل القدر عالم ادیب ڈوزی صاحب کی تقریر ہی اور اخبار

وخواری پر زجر و توبیخ کر رہا ہی اور ان سب امور کے ساتھی خدا وند عالم و عالمیان ایک عبد صالح کے ذریعہ سے اون اصول حقہ کو جنپر کل عالم اخلاق کا دار و مدار ہے کیونکر ظاہر کر رہا ہے - اور جو رعب وہیبت احکام قرآنی کو سنکر اوس زمانہ کے بڑے بڑے شعرائے عظام کے دل پر طاری ہوتا تہا اوس سے ثابت ہوتا ہی کہ اس کلام پاک کی کیسی قوی تاثیر اوس قوم پر ہوئی تہی گو قرآن مجید کی آیات اسوجہ سے متفرق و پریشان معلوم ہوتی ہین کہ مختلف اوقات مین نازل ہوئی اور اون ساعات مین نازل ہوئی جبکہ کفار طرح طرح کی ایذائین اور صدمے آنحضرتؐ کو پہونچا رہے تھے یا جب آپؐ میدان کارزار مین مصروف جہاد تھے یا صرف مقاصد عالی کے لئے نازل ہوئی تھے تاہم قرآن مجید مین ایک قوت اور متانت اور ایک جوش وولولہ ایسا پایا جاتا ہی جس سے صاف اس آیہ وافی ہدایہ کی تصدیق ہوتی ہے - وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ یا جیسا کہ ایک فارسی شاعر نے کیا خوب کہا ہی کہ شعر درپس آئینہ طوطی صفتم داشتہ اند + ہر چہ استاد ازل گفت ہمان میگویم اس زمانہ مین اہل یورپ کو یہ عادت پڑ گئی ہی کہ قرآن مجید کا استخفاف و استہجان کرتے ہین اور فصاحت بیان اور عالی مضمونی کے اعتبار سے اوسکو ادنے ادنے یونانی اور لاطینی کتابون سے بہی کم سمجہتے ہین - اس مقام پر ہم ڈوش صاحب مورخ کا کلام بجنسہ نقل کرتے ہین تاکہ ہماری بہ رائے تعصب مذہبی پر نہ محمول کیجائے - وہ فرماتے ہین کہ "وہ کلمات رنج و راحت اور عشق و محبت اور ہمت و شجاعت اور غیظ و غضب جنکی کچھ خفیف سی صدائین اب ہمارے کان مین آتی ہین پیغمبر اسلام کے زمانہ مین بہت پر معنی اور پر تاثیر کلمات تھے اور آپؐ کو افصح الفصحا اور ابلغ البلغاء سے صرف برابری نہین کرنی پڑی بلکہ اون پر فوق لیجانا پڑا اور

ملہ لبید جو اون شعرای عظام مین سے تہا جنکی سبعہ معلقہ محراب کعبہ مین آویزان تھی صرف قرآن مجید کی فصاحت و بلاغت کا قائل ہو کر ایمان لایا - اوسکا قصہ یہ ہی کہ لبید نے ایک بہت عمدہ قصیدہ لکہکے کعبہ مین لٹکا دیا تہا - دوسرے روز صبح کو اوسنے دیکہا کہ چند آیات سورہ بقر کے اوس قصیدہ کی برابر لٹکے ہوئے ہین - جو ہین ان آیات کو اوسنے پڑہا بے ساختہ چلا اٹہا کہ خدا اور اوس شخص کے سوائی جسپر وحی نازل ہوتی ہو ایسا کلام انسان نہین کر سکتا - اور فوراً آنحضرتؐ کی خدمت باسعادت مین حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوا - ۱۲ - مؤلف

جو کچھ آپ فرماتے تھے اوسکی فصاحت و بلاغت کو اپنی دعوی رسالت کی دلیل گردانا پڑا۔
آپ کے پیشتر کے شعرا نے عاشقانہ اشعار بہت کہے تھے۔ چنانچہ انہون نے جسکے عشق کا حال ایک
بہت مشہور داستان مین لکھا ہے اور امرء القیس نے جسکو آنحضرتؐ نے پیشوای شعراے عرب
اور رہنمای اہل جہنم فرمایا ہے نہایت عالی اور آبدار مضامین عشقیہ نظم کیے اور شراب و کباب اور
معشوقان ماہ وش و سیمین تن کے تعریف مین فصاحت و بلاغت کے دریا بہا دیے۔ مگر آنحضرت
نے عاشقانہ مضامین نہین نظم کیے۔ نہ کوئی عاشقانہ غزل کہی۔ نہ اس دنیاے فانی کے
رنج و راحت۔ نہ عرب کی شمشیر آبدار و شتر بے مہار۔ نہ عرب کی رشک و حسد اور خواہش انتقام
نہ کسی قوم و قبیلہ کے آباء و اجداد کی شجاعت و جوانمردی۔ نظم کی۔ نہ کوئی ایسا مضمون
فرمایا جس سے معلوم ہو کہ آپ کے نزدیک وجود بشر کی کوئی حقیقت ہی نہین ہے اور انسان
کے لئیے فنا محض و مطلق ہے۔ الغرض آپ نے لوگون کو شعر و سخن نہین سکھایا۔ بلکہ
اسلام سکھایا۔ اور کیونکر سکھایا کہ زمین و آسمان کو شق کر کے جنت و نار کو مجسم کر کے دکھا دیا۔
شعر و سخن اور اخلاقی مضامین مین کبھی کسی قوم مسلمانون پر کوئی سبقت نہین لیگئی
ہر قسم کے شعر مین۔ عاشقانہ۔ نصیحت آمیز۔ مرثیہ۔ نوحہ۔ قصیدہ۔ مثنوی وغیرہ مین
شعراے اسلام کی تعداد کوئی نہین بیان کر سکتا کہ کتنے گذرے۔

اب رہا یہ الزام جو مسلمانون کو دیا گیا ہے کہ اونھون نے ڈراما یعنے ناٹک کی کچھ
قدر نہین کی سو اسکا سبب ظاہر ہے اور بعض مورخین یورپ نے وہ سبب لکھدیا ہے
عرب و عجم جو قصص و حکایات کہتے تھے اونکے نزدیک یہ کچھ ضرور نہ تھا کہ سارا قصہ

لے وَإِن كُنتُمْ فِي رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلَىٰ عَبْدِنَا فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّن مِّثْلِهِ وَادْعُوا شُهَدَاءَكُم
إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ سلہ بقرہ لقاے وَمَا هُوَ بِشَاعِرٍ مَّجْنُونٍ سلہ ش صاحب کی تقریر اخبار
کوارٹرلی ریویو صفحہ ۲۶۰-۲۰۰ مین ملاحظہ ہو ۱۳۔ مؤلف

یا حکایت نظم ہی کردی جاے یعنی اشعار[1] ہی مین بیان کیجاے - جب اونکو کسی چیز کی کیفیت بیان کرنا یا کوئی تشبیہ دینا یا کوئی تقریر لکھنا منظور ہوتا تھا تو اوسکو نظم کرتے تھے مگر جب وقایع نگاری منظور ہوتی تھی تو واقعات کو ٹھیک ٹھیک لکھنے کے خیال سے نثر مین بیان کرتے تھے - چنانچہ الف لیلہ مین اکثر قصے اسی طور سے بیان کئے ہین کہ نظم و نثر ملی ہوئی ہے -

تاریخ نویسی مین بھی مسلمانون نے اپنی ذہانت وطباعی تمام دنیا پر خوب ثابت کردی ہے - حاجی خلیفہ کے کشف الظنون اہل اسلام کی جودت وذکاوت کی دلیل قاطع و برہان ساطع ہے - بلکہ علم تواریخ کے ایک شعبہ مین تو مسلمانون کو علی الخصوص عرب کو اختراع کا دعوی کرنا جائز ہے - شہادت تاریخی کا فن جو اوسط صدی گذشتہ تک یورپ مین کوئی نہ جانتا تھا یا کوئی قدر نہ کرتا تھا - مسلمانون کو خوب معلوم تھا جب اونکو اکثر متضاد احادیث اپنے پیغمبرؐ کے آداب و اخلاق اور واقعات تاریخی کے باب مین ملے تو اس سے علم الرجال پیدا ہوا یعنے وہ علم[2] جسمین رواۃ کے ثقہ یا غیر ثقہ ممدوح یا مطرود ہونے سے بحث کیجاتی ہے -

پس مسلمانون نے ایسی ایسے کارنمایان عقل کے وسیع میدان مین کیئے اور یہ سب اختراعات علمی صرف ایک ظلم دیدہ وستم رسیدہ شخص کے مواعظ ونصایح کی برکت سے ہوئی جسنے ناخدا ترس دشمنون کے ظلم وبیداد سے ہجرت[3] اختیار کی تھی اور جسکی آواز اونکو وحشت وجہالت کی خندق سے نکالکر جسمین وہ صدہا برس سے

[1] اس سے ہماری مراد وہ مرثیے اور نوحے نہین ہین جنمین معرکہ کربلا کے حالات نظم کیئے جاتے ہین ۱۲ - مؤلف [2] سب سے بڑا عالم علم الرجال ابو علی حسین قرابیسی بغدادی المکنی با بن خلکان تھا علم الرجال کو عربی مین علم الجرح والتعدیل بھی کہتے ہین ۱۲ - مؤلف [3] وی سلیقین صاحب کا دیباچہ ترجمہ تاریخ ابن خلکان صفحہ ۱۰ ملاحظہ ہو ۱۲ - مؤلف

پڑے ہوئے تھے اور دنیا و آخرت کی امید و بیم کچھ نہ رکھتے تھے دنیا مین لے آئے
اور جب وہ دنیا مین آئے تو بنی اسرائیل کیطرح ہزار ہا بندگان خدا کو نہ تیغ بیدریغ
نہین کیا بلکہ بنی آدم کو محاسنِ اخلاق اور محامد آداب اور تہذیب و شائستگی سکھا
کر آدمی بنا دیا۔ اور مظلوم و مقہور اور مصیبت زدہ بندگان خدا کو حیات تازہ
بخشی۔ جب یورپ کے جاہل اور وحشی قومین ایک سلطنت[1] کہنہ و پارینہ کو تخت و
تاراج کرکے ظلمت جہالت اور تیہِ ضلالت مین آوارہ و سرگردان پھر رہی تھین
اوسوقت مسلمان ہی دنیا مین تہذیب و شائستگی پھیلا رہے[2] تھے۔ اور جب یورپ
کے ممالک عیسائی مین صدہا برس سے اخلاق اور عقل پر اوس پڑگئی تھی او سوقت
مسلمان ہی ترقی علوم عقلیہ مین مقدمۃ الجیش بنے تھے۔ فسانہ عجائب مین
ایک سرزمین کی حکایت لکھی ہے کہ اوسپر تاریکی چار طرف سے چھائی ہوئی تھے
اور شیاطین و اجنہ کسیکو جانے نہ دیتے تھے۔ یہ سرزمین محض خیالی نہین ہے
بلکہ ایک زمانہ مین یورپ کا بعینہ یہی حال تھا۔ دین مسیحی قیصران روم کی تخت
سلطنت پر جگیا تھا مگر بنی آدم کو مہذب و شائستہ بنانے کے کام مین بالکل ناشاد
و نامراد رہا تھا۔ چوتھی صدی عیسوی سے بارھوین صدی عیسوی تک یورپ مین
ظلمت جہالت روز بروز بڑھتی ہی گئی۔ اور اس عرصہ دراز مین اہل کلیسا نے تمام
مجاری و منافذ کو جنمین سے نور علم مسلمانون کے تہذیب و شائستگی کی برکت سے
پہونچ جاتا بند کر دیا تھا۔ گو متعصبین و حسّاد نے اسلام کے زور کو بہت روکا مگر وہ
کب رک سکتا تھا۔ اسلام کی دم جان بخش سے یورپ کی قالب مردہ مین دوبارا
جان آگئی۔ جہان دیکھو وہان اسلام ہی اسلام تھا۔ اسلام کی آواز ساری یورپ مین

[1] یعنی سلطنت رومۃ الکبریٰ ۱۲۔ مترجم [2] ڈریپر صاحب کی تاریخ ترقی علوم عقلیہ یورپ جلد ۲ صفحہ ۲۶ سلا اعظم

گونج گئی اور جزیرہ صقلاب کی پادشاہان نارمن کے دربار سے شہنشاہ فریڈرک ثانی کے دربار سے صوبۂ اندلس سے۔ قیصران۱۵ قسطنطنیہ کی تاریک محلسراؤن سے۔ غرض ہر مقام سے اسلام ہی یورپ کے سرگشتانِ وادی جہالت سے کلام کر رہا تھا۔ جو لڑائیان پادشاہان خاندان گولف و خاندان گبلائن مین ہوئین اور جو مجادلہ و مطارحہ قسطنطنیہ کے فرقۂ بت شکن اور پیشوایانِ کلیسائے مسیحی سے ہوا اوسنے قدرے قلیل کیفیت اوس جنگ عظیم کی ظاہر ہو گئی جو مذہب معقول پسند اور دین آبائی مین اور اسلام کی تہذیب و شائستگی اور یورپ کی جہالت و ضلالت مین اور موحدینِ اسلام اور مثلثینِ نصاریٰ مین ہو رہی تھی۔ سکرینو۔ بغداد دمشق۔ غرناطہ۔ قرطبہ۔ ملاغہ۔ ایسے ایسے نامی وگرامی دار العلم اسلام کے تھے جہان مسلمانون نے کلیات فلسفہ نظری اور مسائل حکمت علمی جہالِ یورپ کو سکھائے۔ یہان تک کہ خود پاپایانِ روم کہ خلفا حضرت مسیح ۲ اور قسیم جنت و نار سمجھے جاتے تھے دار العلوم اسلامیہ مین حاضر ہو کر علمائے اسلام کے درس مین سماعت کرتے تھے۔

سب سے پہلا جو مذہب معقول پسند یورپ مین پیدا ہوا تو اوس صوبہ مین پیدا ہوا جسپر اسلام کی تہذیب و شائستگی کا اثر لگا چکا تھا۔ مگر افسوس ہے اسلام کے اس گلِ سرسبز کو اہل کلیسا نے آگ سے جلا کر اور تلوار سے کاٹکر دنیا کی ترقی کو سیکڑون برس پیچھے ہٹا دیا اور بنی آدم مین ترقی معکوس یا رجعت قہقری کی کیفیت پیدا کر دی لیکن عقلی آزادی کے اصول جو مسلمانون کے دل پر نقش تھے یورپ کے عیسائیون کے دل پر بھی اثر

۱۵ اوسنے خاندان اِساریَن کے قیصران روم مراد ہین جو اسلام کی طرف میلان ورجحان رکھتے تھے ڈریپر صاحب کی تاریخ ترقی اذہان عقلیۂ یورپ جلد ۲ صفحہ ۴۰۹۔ ملاحظہ ہو ۱۲۔ مؤلف

کر چکی تھے۔ ابو العاص جو ایک عورت حلوسہ نامی پر دل و جان سے عاشق تھا ابو الرشد اندلسی کا نوہا مان گیا تھا اور ابو الرشد وہ حکیم فلسفی تھا جس سے نور علم ساطع ہوکر تمام اطراف و اکناف یورپ مین پہونچ گیا۔ ابو العاص اوسیکا شاگرد تھا جسنے یورپ مین عقلی آزادی کے لیئے کوشش بلیغ کی اور اوسکے بعد جو حکیم ہوے اونھون نے بھی اس کار خیر مین بہت بدل جہد کیا۔ ابو العاص اور ابو الرشد وہ فلاسفہ سلف تھے جو اعاظم حکماے خلف لینے دسقارطوس اور ہابس اور لاک کے مقدمۃ الجیش[۵۱] بنے۔

ابو العاص اور اوسکی فلسفہ کی تاثیر اہل انگلستان پر بہت جلد ہوی۔ جان وکلف[۵۲] کی پختہ مغزی اور آزادمنشی محققین سلف کی مردانہ خیالات سے پیدا ہوے تھے۔ اوسکے بعد جو مصلحان دین مسیحی جرمنی مین گذرے اونکے اعتقادات کی اصل و ماخذ ایک طرف قسطنطنیہ کے مجاہدین بت شکن تھے اور دوسری طرف فرقۂ البخشر اور پیروان وکلف اور تابعان گوکلف تھے۔ لہذا اون مصلحان جرمنی مین بھی اسلام کے خیالات کوٹ کوٹ کر بھرے ہوئے تھے گو اونکا اظہار ایشیائی پیرایہ مین نہین ہوا یورپ کے پیرایہ مین ہوا۔ لیوتھر بانی مذہب پراٹسٹنٹ نے جسکو ہالم[۵۳] صاحب مورخ نے بجا فرمایا ہے کہ اس شخص کو ایک قسم کا جنون تھا اسلام کے احسانات کا انکار قطعی کیا ہی اور اپنے ترجمہ قرآن مجید مین شارع اسلام کی نسبت سخت کلمات لکھے ہین۔ مگر اسمین کون شک کرسکتا ہی کہ لیوتھر کے دل پر قرآن نے تاثیر کی تھی۔ علی ہذا القیاس ملانکتن اور اور مصلحان جرمنی آنحضرت صلعم کی احکام کو

---

۵۱ جن صاحبون کو میرے اس قول مین شک ہو وہ گو بنو صاحب کی تاریخ صفحہ ۲۶۔ ملاحظہ کرین ۱۲ مولف ۵۲ یہ ایک بہت بڑا مصلح دین مسیحی انگلستان مین گذرا ہے ۱۲۔ مولف ۵۳ ہالم صاحب تاریخ آئین سلطنت انگلستان باب ۲۔ صفحہ ۵ ملاحظہ ہو ۱۲۔ مولف

خوب جانتے اور دل سے مانتے تھے ۔

اب ہم پھر اوسی بحث کو شروع کرتے ہین جو یہان چھیڑے تھے اور عرض کرتے ہین کہ ایک زمانہ یورپ مین یقیناً ایسا گذرا ہی جبکہ اوس ملک کے عیسائی قومین علم کو بالکل ناچیز جانتی تھین اور اہل علم کی ایذا رسانی کرتی تھین ۔ جبکہ خود خلیفۂ حضرت مسیح ؑ عقلی آزادی کا ابتدا ہی مین گلا گھونٹ کر اس مصرع کا مصداق بنگیا تھا کہ ؎ چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی ۔ جبکہ خود علمائے دین یعنے قسیسین جہال پر تقدیم کرکے ہزارہا بیگناہون کو صرف اسوجہ سے زندہ جلادیتے تھے کہ شاید اونکی عقل نے خطا کی تھی یا وہ اس مہمل و مزخرف مسئلہ کا اعتقاد نہ رکھتے تھے کہ پادری کی دعا کی برکت سے نان و شراب مقلوب الماہیت ہوکر حضرت مسیح ؑ کا گوشت اور خون حقیقۃً ہوجاتا ہی لا مجازاً او استعارۃً ۔ جبکہ یورپ کی عیسائی قومین دیو اور پری کا آسیب جھاڑ رہی تھین اور اولیاء مسیحی کے لباس کہنہ اور استخوان خاک آلودہ کو اوصاف الٰہی سے متصف کرکے اونکی پرستش کر رہی تھین ۔ اوس زمانہ مین علم و ہنر سلاطین اسلام کے زیر حمایت جاری تھا اور اوسکی عظمت اور قدر و منزلت اسقدر کیجاتی تھی کہ سلف مین کبھی نہ ہوئی تھی ۔ خلفاء اسلام خود تہذیب و شائستگی کی ترقی مین مصروف ہوئی اور عقلی آزادی اور عقلی تحقیق و تفتیش جسکو خود شارع اسلام ؐ نے اپنی امت پر واجب کردیا تھا اوسکی شایع کرنے مین خود مدد دیتے تھے ۔ لَا اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ اس آیہ وافی ہدایہ پر پورا پورا عمل کیا جاتا تھا ۔ یعنے دین مین کسی پر ظلم و جبر نہ کیا جاتا تھا ۔ ان پادشاہان اسلام کا

لہ یعنے پوپ ۱۲ ۔ مترجم ۔

ملکی کردار جو رہا ہو سو رہا ہو مگر اوسے[۹۱] زیادہ دنیا مین کسی پادشاہ نے عدل وانصاف نہین کیا نہ اوسے زیادہ کسی پادشاہ نے تمام مذاہب وادیان کو پوری مذہبی آزادی بخشی - مسلمانون نے اپنی ساری عمرین علم طبیعیات کو ترقی دینے مین بسر کردین اور یہی علم ہر قوم کی عقلی آزادی کا جزء اعظم ہے -

بنی آدم پر تین بلائین بڑی عظیم نازل ہوئی ہین جو اونکی ترقی عقلی مین سخت حارج ہوئی ہین بلکہ ترقی معکوس کا باعث ہوئی ہین - پہلی بلا تو اوپر یہ نازل ہوئی کہ عجم یونان مین ناکام ہوے یعنی شیر شاہ نے یونانیون سے شکست فاحش کھائی - دوسری بلا یہ تہی کہ آٹھوین صدی عیسوی مین مسلمانون نے قسطنطنیہ کا محاصرہ کیا مگر کامیاب نہ ہوئے - اور تیسری بلا یہ نازل ہوئی کہ مسلمانون سے جنکا سپہ سالار عبد الرحمن فہری تہا اور عیسائیون سے جنکا سردار چارلس مارٹل ہیر اکوٹیین تھا مقام ٹورس مین جنگ عظیم ہوئی اور مسلمان ناکام رہے -

انمین سے ہر ایک واقعہ تہذیب وشائستگی کے نشو ونما مین حارج اور ترقی کا مانع ہوا - اسواسطے کہ اگر اہل عجم یونان کو اپنی سلطنت مین ملا لینے مین کامیاب ہوتے تو یونانیون کی ذہانت وطباعی کا اثر بہت زیادہ ہوتا اور بہت بڑی دور پہونچ جاتا نہ یہ کہ یونان کے چھوٹے چھوٹے ریاستون مین محدود ومحصور رہتا جو

[۹۱] گوبنو صاحب کی تاریخ صفحہ ۲۶ - ملاحظہ ہو - اس باب مین دو حدیثین بہت مشہور ہین اور آب زر سے لکھ لینے کے قابل ہین اور معقول پسند لوگون مین ضرب المثل ہین - ایک حدیث مین آنحضرت نے فرمایا ہے کہ "روشنائی قلم عالم کی بہتر اور پاکیزہ تر ہے خون شہید سے" اور دوسری حدیث مین فضائل عقل مین فرمایا ہے کہ "خداوند عالم نے عقل کو پیدا کیا اور وہ سب مخلوقات سے بہتر تہی - اور خدا نے اوس سے فرمایا کہ مین نے کوئی چیز تجھسے بہتر اور کامل تر اور حسین تر نہین پیدا کی ہے - تیری ہی برکت سے میرے بندے میری نعمتون کے مستحق ہونگے اور جیسا وہ تجھپر عمل کرینگے ویسی ہی بازپرس اونسے کیجاے گی" کتاب المستطرف باب ۲ - مین یہ حدیث لکھی ہے اور مشکات کتاب ۲۲ - باب ۱۸ - فصل ۳ - مین بہی ابو ہریرہ سے منقول ہے"

ہمیشہ باہم برسر پرخاش رہتی تھین اور جنمین سے اکثر ریاستین ہندوستان اور انگلستان کی ذرا ذراسی ریاستون سے بھی چھوٹی تھین - کیا یونانیون کے سلطنت مین فارسیون اور رومیون سے جو لڑائیان ہوئین اونمین فارسیون نے بڑی دور اندیشی ظاہر کی کہ جن ممالک کو فتح کیا اونکو ایک نوع کی آزادی اور خود سری بخشی - جس اصول پر وہ لڑتے تھے وہ مال غنیمت کی طمع اور تسخیر بلاد کی ہوس سے نہین پیدا ہوا تھا بلکہ وہ ایک عمدہ اور معقول حکمت عملی پر مبنی تھا جسکا مآل و مقادیہ تھا کہ ممالک مفتوحہ کو تاج بخشی کرکے اپنا شریک و رفیق بنالین - اگر فارس یونان کو اپنے ساتھ ملا لینے مین کامیاب ہوتا تو جو نتیجہ اوس ترقی و عروج سے حاصل ہوا تھا جو یونانیون نے سکندر ابن فیلقوس بادشاہ مقدونیہ کے عہد مین کیا تھا صدہا برس پیشتر حاصل ہوچکا ہوتا۔[۲]

الغرض مسلمان دو معرکون مین ناکام رہے - ایک محاصرہ قسطنطنیہ مین دوسرے اوس لڑائی مین جو مقام ٹورس واقع فرانس مین ہوئی تھی - اور اونکی اس ناکامی کے باعث سے دنیا کی ترقی صدہا برس تک رک گئی - اگر ٹورس کی لڑائی مین عرب ایسے غفلت و سہلنگاری نہ کرتے اور اون وحشی فوجون کو بھگا دیتے جنکو ایک وحشی امیر[۳] نے جمع کرلیا تھا جسکی تکفیر بعد ازآن خود پادریون

---

[۱] ڈریپر صاحب کی تاریخ ترقی علوم عقلیہ یورپ جلد ۱ - صفحہ ۱۲۵ و ۱۲۷ - ملاحظہ ہو ۱۲ - مؤلف

[۲] یونانیون کے ساتھ مقتضی انصاف یہی ہے کہ یہ تسلیم کرلیا جاے کہ اونمین جو لوگ سب سے زیادہ لائق و فائق تھے وہ اس امر سے واقف تھے - فاسانیوس اور تھمسطاقلیس کو لوگون نے ناحق مکار اور دغاباز بنا دیا ہے کیونکہ فی الواقع وہ یونان کے دوست صادق تھے - اگر وہ یونان کو فارس سے ملحق کردینے مین کامیاب ہوتے تو آج یورپ اور ایشیا مین ایسا فرق عظیم ہرگز نہ ہوتا - گروٹ صاحب کی تاریخ یونان جلد ۴ - صفحہ ۱۳۴ - ملاحظہ ہو ۱۲ - مؤلف

[۳] یعنے چارلس امیر فرانس جسکی شجاعت و جوانمردی پر ناز کرکے عیسائیون نے اوسکو مارٹل یعنے ہتوڑہ خطاب دیا ہے ۱۲ - مترجم

کی اور کہا کہ یہ ظالم ہمیشہ عذاب الیم مین مبتلا رہیگا تو سب سے بدتر اور تاریک تر زمانۂ جاہلیت کے واقعاتِ غم انگیز و عبرت خیز سے صفحۂ تاریخ سیاہ نہ کیا جاتا اور تہذیب و شائستگی اور عقلی آزادی سات سو برس پیشتر ہی وقوع مین آچکی ہوتی۔ اور آج اوس خونریزی اور قتل و قمع کا حال دیکھکر ہمارے بدن مین رعشہ نہ پڑجاتا جو خود خلیفۂ حضرت مسیح یعنے پاپاے روم کے اغوا سے فرقۂ البجنسز پر فرانسیس مین ہوا تھا نہ فرقۂ ہیوجناٹ کی خونریزی کا حال دیکھکر ہمارے رونگٹے کھڑے ہوجاتے جسکی تہنیت اور شکریہ خود پاپائے روم نے ادا کیا تھا۔ اور ہمکو برونو اور سروٹس کے حال عبرت مآل پر بھی حسرت و افسوس کرنا پڑتا جنکو اون لوگون نے ناحق قتل کرڈالا تھا جو کلیسائے اصلی سے منحرف و باغی ہوگئے تھے۔ بلکہ اگر جنگ ٹورس مین عرب ناکام نہ ہوتے تو علاوہ ان سب ظلمون کے اور بہت سے ظلم جو انسے بھی شدید و غلیظ تھے عیسائیون کے ہاتھ سے نہ ہونے پاتے۔ یعنے اسپین مین وہ دار القصاص نہ قائم ہوتا جسمین علماء دین مسیحی نے ہزارہا بیگناہون کو صرف مخالفت دین کے جرم مین جلتا ہوا سیسہ پلوا پلوا کر اور سولی دے دیکر اور اور عقوبات کرکے مرواڈالا۔ اور بیچارے غریب و مظلوم اریگ اور انکاس کیون ناحق قتل کیے جاتے — اور ہمارے سی سالہ مین بندگان خدا پر صدہا آفتین اور مصیبتین کیون نازل ہوتین — اور ان سب باتون سے بڑھکر یہ ہے کہ اسپین یعنے اندلس جو کسی زمانہ مین معدن علوم و فنون تھا صدہا برس کے جمع کی ہوئی دولت علم سے خالی ہوکر ایسا وحشت خیز اور بے رونق ملک کیون ہوجاتا۔ دنیا مین ایسا کون ہے جو اوس نامور اور برگزیدہ قوم کے غم انگیز و عبرت خیز انجام پر خون کے آنسو نہ بہائے

جسکو ایک ظالم وجابر بادشاہ اندلس نے غلبۂ نصرانیت اور عداوت اسلام سے اوسکے وطن مالوف سے نکالدیا اور اوس ملک سے دور کردیا جسکو اوسنے خاک سے پاک کرکے دنیا مین ایسا سرخرو اور نیکنام کردیا تھا - کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ "وہ وہ بھی کیا بُری گھڑی تھی جب غرناطہ کی عالی شان بُرجون پر اسلام کے علم ہلالی کو اُکھاڑکر اوسکی جگہہ نشان صلیبی نصب کیا گیا" بڑے حسرت و افسوس کا مقام ہے کہ کیسے کیسے نامی وگرامی لوگ اوس ملک مین گذرے جنکا اب کوئی نام لینے والا بھی نہین باقی ہے - ابوالرشد وابو العاص اندلسی جنکو آبائے فلسفۂ یورپ بجا کہا ہے اور ولیدہ خاتون و عائشہ خاتون جو قرطبہ کے بادشاہان بنی امیہ کے خاندان کی شاہزادیان تھین اور جنکا حُسن وجمال اور ہنر وکمال شہرۂ آفاق ہے -

اب ان بزرگوارون کی روحین قصر الحمرا اور دیگر قصور سلطانی کے خرابون مین بیٹھی رو رہی ہین کہ اب کوئی شاعر ہماری مدح سرائی نہین کرتا نہ کوئی عاشق ہمارے عشق کا دم بھرتا ہے نہ کوئی عالم ہمارے علم و ہنر کو ظاہر کرتا ہے - اب ان مقامات سے بعض اوقات تو مذہب پر جھگڑا کرنے والون کے مہیب آوازین آتی ہین اور بعض اوقات امور سیاست پر لڑنے والون کی مولناک صدائین سنائی دیتی ہین - عیسائیون نے اندلس کے مسلمانون کی اولاد اخفاد کو جنگل بیابان مین نکالدیا اور اوس سرسبز و شاداب ملک کے مادۂ حیات کو بالکل چوس لیا اور علوم عقلیہ اور فن اخلاق کا نام ونشان بھی اوسمین نہین باقی رکھا - شعر - بس نامور بزیر زمین دفن کردہ اند * کز ہستیش نشان نماند در بسیط خاک * -

اگر سلیمہ قسطنطنیہ کو فتح کرلیتا جو ملکہ آیرین کا دار السلطنت تھا اور یہ ملکہ

بڑے کٹے نصرانیہ اور بڑے پکے حامیہ دین مسیحی اور بڑے بے رحم قاتل اپنے فرزند کے سمجھے تو غالبًا وہ اعمال بد کبھی نہ وقوع مین آتے جنکا دھبہ علیسائی قیصران روم کے نام پر قیامت تک رہیگا۔ نہ وہ ہولناک نتائج پیدا ہوتے جو اس واقعہ سے پیدا ہوے کہ رومیون نے قسطنطنیہ کو تسخیر کرلیا۔ اور اس سب سے بڑھکر یہ ہو کہ وہ ناپاک لڑائیان نہ ہونے پاتین جنکو علیسائیون نے غزوات صلیبی کی لقب سے ملقب کرکے پاک بنایا ہو اور جنمین اونھون نے ایشیائی قومون کا گلا گھونٹ ڈالنا چاہا تھا۔ خیر یہ تو جو ہوا سو ہوا۔ ایک امر یقینی ہے۔ وہ یہ ہے کہ اگر قسطنطنیہ مسلمانون کے ہاتھ لگ جاتا تو بت شکنی اور شرک گنی کی کوشش جو اونھون نے شروع کی تھی وہ بالکل رایگان نہ ہوجاتی اور کلیسای مسیحی لیئے دین مسیحی مین اصلاح لیوتھر سے صدہا برس پیشتر ہو چکی ہوتی۔ مگر مشیت ایزدی اور حکمت الٰہی مین کسکو دخل ہے بقول شخصیکہ جف القلم بما هو كائن خدا ہی کو یہ منظور نہ ہوا۔ عقلی آزادی کی موج جو ممالک اسلامیہ سے چلے تو قیصران اساریہ تک پہونچ گئے مگر جہل مرکب اور عقائد فاسدہ اور تعصب مذہبی کے پہاڑ سے ٹکرا کر وہین رہگئے اور آگے نہ بڑھ سکے اور اوسکی تاثیر اوسوقت تک محسوس نہ ہوئی جبتک کہ سلیرنو اور قرطبہ کے حکماء اسلام کے مساعی جمیلہ سے اور ابو الرشد اندلسی کے فیض تعلیم سے اور شاید چند لیونابون کی حسن سعی سے بھی جو اوسی اسلام کے چشمۂ علم سے سیراب ہوے تھے کلیسا اور اہل کلیسا کا زور ٹوٹ نہین گیا اور اونکا عظمت وجبروت زائل نہین ہوگیا۔

پس یہ ظاہر ہے کہ اس زمانہ کی ساری تہذیب و شائستگی۔ حکمت و فلسفہ اور علوم و فنون کا ماخذ اسلام ہے۔ بلکہ ہر چیز جو انسان کے دل و دماغ کو درست

اور عالی کر دیتے ہی اسلام ہی سے پیدا ہوئی ہے - اور اسلام ہی نے عقلی آزادی
دنیا مین شایع کی ہے -

یہ قول بالکل صحیح ہے کہ جبتک اسلام اپنی اصلی کیفیت اور ابتدائی حالت
پر باقی رہا اوسوقت تک اوسنے دنیا پر ثابت کردیا کہ وہ بڑا سرگرم حافظ وحامی علوم
وفنون کا اور ترقی دینے والا تہذیب وشائستگی کا اور رونق دینے والا عقلی آزادی
کا عالم مین ہے - مگر جو ہین خارجی اسباب اسلام مین مل گئے لیں اوسیوقت
سے اوسکی ترقی کا باب مسدود ہو گیا -

اس کتاب کے آخر مین ہم یہ امید ظاہر کرتے ہین کہ اب وہ زمانہ قریب
آگیا ہے جب اسلام علوم قدیمہ اور بزرگان سلف کے عامیانہ پرستش کو بمفاد کریمہ
اِنَّا وَجَدْنَا اٰبَآءَنَا وَاِنَّا عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ مُّقْتَدُوْنَ ترک کرکے اپنی ہیئت اصلی
اور کیفیت واقعی پر عود کریگا اور نبی ناصری کے دین سے اتفاق و اتحاد پیدا کرکے
دونون بالاشتراک بنی آدم کی تہذیب وشائستگی کی فکر وکوشش کرین گے کیونکہ
دین اسلام اور دین مسیحی دونون کا مقصد ایک ہی ہے یعنی بنی آدم کو ترقی و
عروج بخشنا - پس ایک کا فائدہ بعینہ دوسرے کا فائدہ ہے - پھر ان دونون
کو باہم نفاق رکھنے کی کیا وجہ ہے - دونون مین موافقت ومو الفت کیون
نہ ہو جاے - نہ اسلام نے دنیا مین کوئی برائی کی ہے نہ دین مسیحی نے کوئی
نقصان پہونچایا ہے - بلکہ دونون نے فوائد عظیمہ ومنافع جلیلہ بنی آدم کو پہونچائے
ہین - پھر یہ دونون اوس آب حیات سے جو انکے دل مین مخزون ہے ایک
چمکتا دمکتا لہراتا ہوا دریا کیون نہ بنالین جو بنی آدم کو اعلی درجہ کے فضائل
وکمالات انسانی تک پہونچادے - اسواسطے کہ جو چیز انسان کے دل کو پاک

اور دماغ کو عالی کردے وہ سچی ہے اور جو بات انسان کے اعتقادات اور افعال کو نیک اور خالص کردے وہ حق ہے پھر آج سے رسولؐ عربی کے اس کلام پاک کو بنی آدم اپنا ورد زبان اور تکیہ کلام کیوں نہ بنالیں کہ۔ وہ نیک کاموں میں کوشش کرکے ایک دوسرے پر سبقت لیجاؤ۔ جب خدا کی طرف بازگشت کروگے تو وہ تمسے کہدیگا وہ باتیں جنمیں تمنے اختلاف کیا ہے"

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَصَلَّی اللّٰہُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہِ الْغُرِّ

الْمَیَامِیْنَ وَصَحْبِہٖ

الرَّاشِدِیْنَ۔

تمت





اشتہار کتب اسماء الرجال و تاریخ و ادب وغیرہ کہ در مطبع جعفری موجود ہیں

میزان الاعتدال فی اسماء الرجال - از علامۂ ذہبی - یہ کتاب قلمی چار جلدون مین ہے -

درر کامنہ فی اعیان المائۃ الثامنۃ از ابن حجر در دو مجلد از ابتدا تا حرف العین -

رجال الصحیحین البخاری و مسلم از حافظ ابو طاہر المقدسی -

تاریخ دول الاسلام للعلامہ الذہبی و معہ الذیل للسخاوی -

تاریخ صغیر بخاری -

مشتبہ النسبۃ از ابی محمد عبد الغنی بن سعید الحافظ -

العقد المنظوم فی ذکر افاضل الروم -

دمیۃ القصر و عصرۃ اہل العصر لابی الحسن الباخرزی -

کشف الحجب والاستار عن اسماء الکتب والاسفار در اسماء کتب شیعہ بطرز کشف الظنون

عمدۃ الطالب در انساب سادات از سید جمال الدین حسنے چھاپہ عمدہ مجلد -

رجال نجاسی در اسماء رجال شیعہ از کتب معتبرہ قدیمی قلمی خط نسخ -

فتوح اعثم کوفی چھاپہ -

ملل و نحل از محمد بن عبد الکریم شہرستانی قلمی نسخہ قدیمہ -

خمسہ نظامی خط ولایت با جدول طلا خوش تقطیع -

سفرنامہ شاہ ایران بجانب خراسان چھاپہ طہران عمدہ مجلد -

کتاب الاوائل از ابو ہلال عسکری قلمی کمیاب -

مثل السائر از ابن اثیر جزری در اصول فن ادب و عربیت چھاپہ مصر -

جو صاحب کتب بالا کی خریداری فرمائین احقر سے بارسال قیمت طلب کرین اور علاوہ انکی ہر قسم کی کتب نادر و کمیاب یہان سے مل سکتی ہین -

راقم
مرزا محمد عابد مالک مطبع جعفری ساکن نخاس جہسہ لکہنو

اعلان

واضح ہو کہ اس کتاب کی رجسٹری باض
طور سے کرادی گئی ہے لہذا کوئی
صاحب بے اجازت مترجم و مالک مطبع
جعفری اسکے چھاپنے کا قصد نہ کریں
ورنہ قانوناً مواخذہ دار ہوں گے فقط

العبد
سید ابو الحسن مترجم